سسلی کی ساحرہ
صادق حسین صدیقی

نہایت دلچسپ حیرت انگیز اسلامی تاریخی ناول

سسلی کی ساحرہ

صادق حسین صدیقی

مکتبۃ القریش قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

ایک چھوٹا قافلہ اس ناہموار اور دشوار گزار راستہ کو طے کر رہا تھا جو قصریانہ (کیسٹروگیانی) کی طرف جاتا تھا۔ اس قافلے میں سو آدمی تھے۔ ان کا لباس عربی تھا' سفید عربی لباس میں میر قافلہ ایک نوعمر نوجوان تھے نہایت ہی خوبرو اور شاندار نوجوان ان میں مردانہ حسن کی تمام خصوصیات موجود تھیں تمام قافلے والے ان کا بڑا ادب و لحاظ کرتے تھے۔ ان کا لباس انکے ساتھیوں سے بہت اچھا تھا' وہ ایک عربی نسل گھوڑے پر سوار تھے۔ انکے ہمراہیوں کے پاس بربری نسل کے گھوڑے تھے ان کے ساتھ بہت سے خچر تھے جن پر اسباب بار تھا۔

یہ قافلہ اس علاقے سے آگے بڑھ گیا تھا جس میں عیسائی آباد تھے پادریوں نے گرجے اور خانقاہیں پہاڑ کی کھوؤں اور چٹانوں پر کثرت سے بنائی تھیں۔ اور چونکہ ہر گرجے اور خانقاہ میں کوئی نہ کوئی متبرک چیز موجود تھی اس لئے زائرین سال کے سال زیارت کرنے آتے تھے اور پادریوں و راہبوں کو کافی نذرانے اور تحفے دیتے تھے' اس دولت سے تمام خانقاہوں میں عیش و عشرت کے جملہ سامان موجود رہتے تھے۔

یہ قافلہ پہاڑی راستہ کو عبور کر رہا تھا۔ اس قافلے کے ساتھ ایک رہنما تھا۔ اس کا لباس پرانی رومی قوم کا سا تھا۔ اس رومی قوم کا جو بت پرست تھی۔ رہنما ادھیڑ عمر کا تھا۔ اس کے چہرہ سے اضطراب اور انتشار ظاہر تھا۔ وہ بھی ایک ٹٹو پر سوار تھا۔ اب یہ قافلہ اس پہاڑی علاقہ میں سے گزر رہا تھا جس میں بت پرست آباد تھے۔ اور جو جادوگروں کا مسکن کہلاتا تھا۔

یہ قافلہ ظہر کے وقت ایک مقام پر ٹھہر گیا۔ کئی آدمی خیمے نصب کرنے لگے ایک شخص نے وضو کر کے اذان دی۔ اللہ اکبر کی آواز اس پہاڑ پر گونج گئی جس نے کبھی اللہ کا نام نہیں سنا تھا اور جو صدیوں سے بت پرستی کا مرکز بنی ہوئی تھی جس پر عیسائیت کا سایہ بھی نہیں پڑا تھا حالانکہ عرصہ دراز سے یہ علاقہ عیسائیوں کے زیر نگیں تھا۔

تمام قافلہ والوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ رہنما حیرت اور حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ نماز پڑھ کر کچھ مسلمان کھانا تیار کرنے لگے۔ کچھ لکڑیاں کاٹنے چلے گئے کچھ اور کاموں میں مصروف ہو گئے۔

اس وقت میر قافلہ ایک پتھر پر آبیٹھے رہنما بھی ان کے قریب آبیٹھا۔ میر قافلہ نے کہا اب کتنا فاصلہ اور طے کرنا باقی رہ گیا ہے۔"

رہنما نے عرض کیا دو منزل اور ہے۔"

میر قافلہ ۔ یقین ہے کہ ہم وقت پر پہنچ جائیں گے۔"

رہنما ۔ مجھے اس میں شبہ ہی ہے۔"

میر قافلہ ۔ قربانی کا کون سا دن مقرر ہے؟"

رہنما ۔ اتوار کا۔"

میر قافلہ ۔ کس وقت قربانی دی جائے گی؟"

رہنما ۔ عین دوپہر کے وقت۔"

میر قافلہ ۔ تب واقعی فکر کی بات ہے۔ مگر اندیشہ نہ کرو۔ ہم اور تیزی سے سفر کریں گے۔"

رہنما ۔ یہ ناممکن ہے۔"

میر قافلہ ۔ "کیوں۔۔۔؟"

رہنما ۔ اس لئے کہ جو راستہ شروع ہوگا وہ نہایت ہی دشوار گزار ہے۔ پہاڑ کی چڑھائی شروع ہو گئی ہے۔" رہنما نے عاجزی سے کہا۔

"میرے آقا جلدی کیجئے۔ اگر ہم دیر کر کے پہونچے تو سفر کی کلفت اور ساری محنت رائیگاں جائے گی۔ اگر مظلوم روز لیا قربان کردی گئی تو میں اور اسکی سرلی خودکشی کرلیں گے۔"

میر قافلہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اطمینان رکھو۔ اگر خدا نے چاہا تو ہم وقت پر پہونچیں گے۔ اور اس نازنین کو بچالیں گے۔"

رہنما۔ سیریس[1] مجھ پر اور میرے خاندان پر رحم کرے۔"

میر قافلہ ۔ یہ سیریس کون ہے؟"

رہنما۔ سیریس وہ مقدس دیوی ہے جس کی ہمارا قبیلہ پوجا کرتا ہے۔ ہم سب اس کے بندے اور غلام ہیں۔ اس کا باپ مشتری نبتون اس جزیرہ کا خدا ہے۔

ہم جزیرہ صقلیہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس جزیرہ کو سسلی بھی کہتے ہیں یہ جزیرہ بحرروم میں واقع ہے اور بحرروم کے تمام جزیروں میں سب سے بڑا ہے یہ سب سے زیادہ آباد اور سب سے زیادہ زرخیز بھی ہے۔ جزیرہ صقلیہ (سسلی) کو خلیج میسینیا اٹلی سے جدا کرتی ہے۔ اس جزیرے کی شکل کچھ مثلث سی ہے۔ جزیرہ صقلیہ کا اگر نقشہ دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوگا جیسے پہاڑوں کا جال پھیلا ہوا ہے ان پہاڑوں سے بڑے بڑے دریا نکل کر سطح زمین اور میدانوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اس جزیرہ کے مشرقی ساحل پر اٹینا نامی کوہ آتش فشاں ہے جو یورپ کا سب سے بڑا آتش فشاں پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ سے لاوا نکل نکل کر مشرق کی طرف بہتا ہے۔ اٹینا کوہ آتش فشاں کا مشرقی حصہ روم سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس سمت کا ساحل قریباً تیس میل اسی آتش فشاں پہاڑ سے نکلے ہوئے لاوے سے بنا ہے۔

اس جزیرہ صقلیہ میں یونانی آکر آباد ہوئے ان کے بعد رومی آئے اور رفتہ رفتہ رومی تمام جزیرہ پر چھا گئے۔ یہ دونوں یونانی اور رومی سیریس دیوی کی پوجا

---

[1] یونانی اور رومی سیریس کو دیوی سمجھتے تھے اور اس کی پوجا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ سیریس مشتری نبتون کی بیٹی ہے۔ مشتری نبتون کو وہ ایک سیارہ مانتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ سمندر کا خدا ہے۔ مشتری نبتون کے کئی بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں ایک بیٹا جو نو تھا اور ایک بیٹی سیریس تھی ایک روز سمندر کے خدا یعنی مشتری نبتون نے اپنی تمام اولاد یعنی بیٹا بیٹیوں کو نگل لیا مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر اگل دیا سیریس اپنے بھائی جونو سے حاملہ ہو گئی اس کے بطن سے سرلی نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کو ایک اور دیوتا پلوٹو نامی بھگا کر لے گیا۔ سیریس اس کی تلاش میں کوہ و بیابان میں پھری۔ اس کے قصے نہایت دلچسپ اور عجیب و غریب ہیں۔ یورپ میں یہ قصے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ جزیرہ صقلیہ میں اس دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔ از تاریخ اخبار اندلس جلد دوم۔

کرتے تھے۔ اس دیوی پر گائے بیل اور سور کی قربانی کی جاتی تھی۔ شہد چڑھایا جاتا تھا۔ کبھی کبھی جس سال زلزلے کثرت سے آتے تھے تو قوم کی سب سے زیادہ حسین دوشیزہ کی قربانی کی جاتی تھی۔ اہل صقلیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ جب سیرلیس دیوی ناراض ہو جاتی تو زلزلے آتے ہیں اور جب کسی حسین لڑکی کی قربانی دیدی جاتی ہے تو سیرلیس دیوی خوش ہو جاتی ہے اور زلزلے بند ہو جاتے ہیں۔"

مگر ایک طبقہ کا خیال تھا کہ جونو ایک سیارہ ہے جسے صقلیہ والے دیوتا مانتے تھے۔ سیرلیس کو پکڑ کر کوہ آتش فشاں پہاڑ پر لے جاتا ہے جس سے آتش فشاں پہاڑ آگ پھینکنے اور شعلے برسانے لگتا ہے اور جونو کے غضبناک ہونے کی وجہ سے ہی گڑگڑاہٹ بڑھ جاتی ہے اور زلزلے آنے لگتے ہیں۔ جب سیرلیس دیوی پر کوئی حسین اور نازنین لڑکی بھینٹ چڑھا دی جاتی ہے تو جونو سیرلیس کو چھوڑ دیتا ہے اور لڑکی کو لیکر چلا جاتا ہے۔ زلزلے بند ہو جاتے ہیں۔

ہم ۲۶۰ھ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس سال بھی کئی زلزلے آچکے تھے۔ ایک جھٹکا تو اس زور کا آیا تھا کہ زمین تو زمین پہاڑ بھی لرز گئے تھے۔

میر قافلہ نے کہا ہم تمہارے مذہب اور مذہبی اعتقادات کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتے مگر ایک بات ضرور کہتے ہیں کہ ہم عرب ہیں۔ عربستان کے رہنے والے ہیں۔ ایک زمانے میں ہمارے بزرگ بھی بت پرست تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے' بتوں کو خدا کہتے تھے۔ ہمارے ہر قبیلہ کا بت یعنی خدا الگ الگ تھا۔ اور یہ خدا عجیب عجیب شکل کے تھے۔ کوئی مرد کی صورت کا تھا۔ کوئی عورت کی صورت کا۔ کوئی گوہ کی شکل کا تھا۔ کوئی گائے کی شکل کا۔ کوئی گھوڑا تھا اور کوئی خوفناک صورت کا تھا۔ غرض ہمارے بت عجیب تھے ہمارے اعتقادات بھی عجیب تھے۔ ہم ان پر اونٹوں گھوڑوں اور بکروں کی قربانی چڑھاتے تھے۔

لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا۔ اس خدا نے جو مختار کل اور خالق مطلق ہے جس نے زمین پیدا کی اور آسمان کو بغیر ستونوں کے قائم کیا۔ اس نے ہم میں ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر بھیجا۔ اس پیغمبر نے بتایا کہ بت خدا نہیں ہیں۔ خدا وہ ہے جسے کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ نہ ہی انسان میں اس کے دیکھنے کی قوت

ہے۔ وہ تنہا ہے اکیلا ہے بے ہمتا ہے اس کا ثانی نہیں ہے۔ ہمارے بزرگوں کو ان پیغمبر کا نعرہ اللہ اکبر بڑا شاق گزرا۔ انہوں نے سخت سے سخت تکلیفیں دیں۔ انہیں مار ڈالنے کی بھی کوشش کی لیکن خدا ان کا مددگار تھا کوئی بھی ان کا بال بیکا نہیں کرسکا۔ اور آخر کار وہی لوگ جو ان کے درپے آزار رہتے تھے۔ ان کے پیرو ہوگئے۔ ان کے پیرو مسلمان کہلاتے ہیں۔ آج تمام عربستان میں ایک بھی بت نہیں۔ سارے حجاز میں صرف ایک خدا کی پرستش کی جاتی ہے۔

رہنما۔ مجھے ان میں سے بہت سی باتیں معلوم ہیں۔ ہم سیرلیس دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ ہمیں کسی کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہم کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہتے ہیں۔"

میر قافلہ۔ مگر تمہاری بیٹی کو قربانی کے لئے کیوں منتخب کیا گیا؟"

رہنما۔ اسلئے کہ وہ اس زمانہ میں اس تمام جزیرہ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور نازنین ہے۔ ہمارے پیشواؤں کا خیال ہے کہ اگر روزلیا کی قربانی دی گئی تو زلزلے بند ہوجائیں گے۔ ورنہ یہ تمام جزیرہ تباہ ہوجائے گا۔

میر قافلہ۔ اگر تمہارا بھی یہی عقیدہ ہے تو تم اسے بچانے کی کیوں کوشش کررہے ہو؟"

رہنما۔ اسلئے کہ ہمیں اس سے بے پناہ محبت ہے۔ اولاد کی محبت مذہبی اعتقادات سے بالا تر ہوتی ہے۔"

میر قافلہ۔ مگر تمہارے اعتقاد کے مطابق یہ زلزلے کیسے بند ہوں گے۔"

رہنما۔ نہ ہوں۔ اگر ہم سب تباہ ہوجائیں مارے جائیں یا مرجائیں تو کسی کو کسی کے مرنے کا غم نہ ہوگا۔

اس وقت ایک خادم نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ میر قافلہ اٹھ کر چلے رہنما بھی چل دیا۔ میر قافلہ نے اپنے خیمے پر پہونچ کر کھانا کھایا۔ کچھ دیر آرام کیا اور پھر مسلح ہو کر شکار کھیلنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔

اس پہاڑ پر عجیب خوفناک جانور تھے۔ ایسے جانور جنہیں عربوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بعض وہ جانور تھے جنہیں وہ جانتے تھے اور ان کا

شکار کرتے تھے۔ میر قافلہ تنہا روانہ ہوئے تھے۔ وہ اس پہاڑ سے بالکل واقف نہ تھے۔ دروں اور گھاٹیوں میں گھومنے لگے۔ انہیں ایک پہاڑی بکرا نظر آیا۔ وہ پتھروں کی آڑ میں اس کی طرف بڑھے۔ بکرا نہایت اطمینان سے چر رہا تھا۔ میر قافلہ اس کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے تیر کمان میں رکھ کر چلہ کھینچا۔ اور پوری قوت سے چھوڑا۔ تیر سناٹے بھرتا لپکا۔ اور بکرے کی گردن میں ترازو ہوگیا۔ بکرا لڑھکنیاں کھاتا ہوا نیچے کی طرف چلا۔ وہ ایک چٹان پر تھا۔ اسی وقت ایک ہلکی چیخ کی آواز آئی۔ میر قافلہ اپنے شکار کی طرف بڑھے وہ بھی ایک اونچے پتھر پر کھڑے تھے۔ وہاں سے کود کر جھپٹے۔ جب وہ ایک نشیب میں پہونچے تو انہوں نے وہاں ایک لڑکی کو دیکھا۔ اس لڑکی کے قریب بکرا پڑا تڑپ رہا تھا اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بھی بیٹھا تھا۔ یہ لڑکی بہت زیادہ حسین اور نازنین تھی۔ گلشن فردوس کی دلفریب کلی اس نے اپنی حسین اور موٹی گول آنکھیں اٹھا کر میر قافلہ کو دیکھا ان کے جسم میں تھرتھری سی پڑ گئی۔ نازنین نے اپنی حسین پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔

"تم نے اس غریب بکرے کو تیر کا نشانہ بنایا۔ بے رحم کہیں کے۔" اور وہ اٹھ کر چل دی۔ مرد بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ میر قافلہ نے ہرچند چاہا کہ اس نازنین سے کچھ کہیں، اسے روکیں، اس سے پوچھیں کہ وہ کون ہے۔ مگر زبان نے یاری نہ دی۔ خاموش کھڑے رہ گئے۔ ایسے جیسے ان پر جادو کردیا گیا ہو۔

۲

لڑکی کے چلے جانے کے بعد میر قافلہ کے حواس درست ہوئے۔ انہیں افسوس ہوا کہ ان کی وجہ سے ایک نازنین کا دل دکھا۔ انہوں نے جلدی سے بکرے کی گردن سے تیر نکالا۔ خوش قسمتی سے تیر سے گہرا زخم نہیں آیا تھا۔ بکرا خوفزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے بکرے کو کھڑا کردیا۔ وہ اسی طرف دوڑا جس طرف نازنین گئی تھی۔ میر قافلہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔

یہ پہاڑی گھاٹی گھوم در گھوم تھی۔ بکرا اور میر قافلہ دونوں چند ہی قدم کے فاصلے سے آگے پیچھے جارہے تھے۔ چند گھوم طے کرنے کے بعد ایک چشمہ ملا۔ اس چشمہ کے کنارے پر نازنین اور اس کا ساتھی مرد دونوں بیٹھے تھے۔ نازنین منہ دھو رہی تھی۔ میر قافلہ نے جھپٹ کر بکرے کو پکڑ لیا۔ اور چشمہ کے کنارے لے جا کر اس

کا زخم دھونے لگے۔ لڑکی نے ان کی طرف دیکھا اس کے گلابی رخساروں پر پانی کی بوندیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے گلاب کے پھولوں پر سچے موتی بکھیر دیئے ہوں۔

میر قافلہ نے بکرے کو نازنین کی طرف بڑھا کر کہا۔ "جاؤ قدم چومو۔"

وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے۔ نازنین کے لبوں پر خفیف تبسم پھیل گیا۔ بکرا بھاگ کھڑا ہوا۔ میر قافلہ بڑھ کر نازنین کے قریب پہونچے اور بولے۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری نازیبا حرکت سے تمہارے ننھے سے دل کو تکلیف پہونچی۔ میں نے بکرے کو چھوڑ دیا ہے۔"

نازنین نے دلفریب نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "گویا آپ احسان جتانے آئے ہیں۔"

میر قافلہ ۔۔ بالکل نہیں، احسان کی بات نہیں ہے۔ بلکہ میں معذرت کرنے آیا ہوں۔

نازنین نے نظریں جھکالیں۔ میر قافلہ نے کہا۔ کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کس گلشن کا پھول ہیں۔"

مرد نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ آپ عرب ہیں، آپ کے لباس سے ہم دونوں نے سمجھ لیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ عرب مہذب ہوتے ہیں۔ آپ کو اس قسم کے سوال پوچھنے نہیں چاہئیں۔"

میر قافلہ ۔۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔" اس وقت نازنین اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنے ساتھی مرد سے کہا۔ "اب چلنا چاہئے۔"

مرد بھی کھڑا ہوگیا۔ اس نے کہا چلو۔ اور دونوں چشمے کے کنارے کنارے چل پڑے۔ میر قافلہ نے ان کے ساتھ چلنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ واپس لوٹے پہلے انہیں اگر یہ افسوس ہوا تھا کہ انہوں نے نازنین کا دل دکھایا تو اب یہ افسوس ہوا کہ انہیں نازنین کا نام اور اس کا مسکن معلوم نہ ہوسکے۔

وہ واپس لوٹ کر اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ وہ کچھ پریشان و مغموم تھے قافلہ میں سے کسی کو ان کے غمگین ہونے کی وجہ معلوم کرنے کی جرات نہیں ہوئی تھوڑی دیر میں انہوں نے جماعت کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ اور ایک پتھر پر سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے رہنما وہاں آگیا۔ کچھ دیر تو وہ کھڑا ان کی

کیفیت دیکھتا رہا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "عالیجاہ! طبیعت کیسی ہے؟"

میر قافلہ نے چونک کر رہنما کو دیکھا اور کہا ' تم نے رازداری کا وعدہ کیا تھا

فے نس "رہنما کا نام فے نس تھا۔ وہ سخت پشیمان ہوا۔ اس نے کہا' معاف کیجئے مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔"

میر قافلہ -- ایسی غلطی بعض اوقات بڑی خطرناک ہوجاتی ہے۔"

فے نس -- جانتا ہوں اب کان پکڑتا ہوں آئندہ ایسی غلطی ہرگز نہ کروں گا۔"

میر قافلہ -- کان کھول کر سن لو کسی کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کون ہیں؟"

فے نس -- "میری زبان سے کسی کو معلوم نہ ہوگا۔"

میر قافلہ -- کیا پوچھ رہے تھے تم --؟"

فے نس -- میں پوچھ رہا تھا نصیب دشمناں طبیعت کیسی ہے؟"

میر قافلہ۔کیا بات معلوم ہوئی تمہیں۔"

فے نس۔ آئینہ میرے پاس نہیں ہے۔ ورنہ میں دکھاتا اور آپ خود ہی بتادیتے کہ طبیعت درست نہیں ہے۔

میر قافلہ۔ہم شکار کو گئے تھے اسلئے کچھ کسل مندی ہے۔"

فے نس۔تب یہ سمجھئے کہ میرے بڑھاپے کا تجربہ غلط ہورہا ہے۔

میر قافلہ۔کیا مطلب ہے اس سے تمہارا۔

فے نس۔مطلب یہ ہے کہ آپ اس وقت بہت پریشان اور غمزدہ ہیں۔" میر قافلہ خاموش ہوگئے "فے نس نے کہا۔ کیا یہ بات نہیں ہے؟"

میر قافلہ۔بات یہی ہے۔"

فے نس۔ کس وجہ سے غمگینی ہے۔"

میر قافلہ۔کیا کروگے سن کر۔"

فے نس۔شائد میں کسی کام آسکوں۔"

میر قافلہ۔ مشکل ہے۔"

فے نس۔امتحان کرلیجئے۔"

میر قافلہ۔ آج ہم سے ایک غلطی ہوگئی ہے فے نس۔"

فے نس۔کیا؟"

میر قافلہ۔ہم شکار کھیلنے قریب کی پہاڑی پر چلے گئے۔ ایک پہاڑی بکرے پر ہم نے تیر چلایا۔ وہ زخمی ہوکر گرا۔ اسی وقت ایک ہلکی چیخ کی آواز آئی۔ ہم دوڑے ہم نے دیکھا کہ بکرا پڑا تڑپ رہا ہے۔ اور اس کے پاس ہی ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی بیٹھی اسے غم بھری نظروں سے دیکھ رہی ہے...... فے نس نے قطع کلام کرکے کہا۔ معاف کیجئے مجھے قطع کلام کرنا پڑا۔ کیا وہ لڑکی تنہا تھی؟"

میر قافلہ۔نہیں اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا مرد بھی تھا۔"

فے نس۔ اچھا اب کہئے۔"

میر قافلہ۔مجھے دیکھتے ہی اس حسین لڑکی کی روشن پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے بڑے ترش لہجہ میں کہا۔ تم نے اس غریب بکرے کو تیر کا نشانہ بنایا ہے۔ بیرحم کہیں کے۔ اور وہ خفا ہوکر اٹھی اور چلی گئی۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔"

فے نس۔بس اتنا ہی واقعہ پیش آیا۔"

میر قافلہ۔نہیں۔ کچھ اور باتیں رہ گئی ہیں۔"

فے نس۔مہربانی کرکے سب سنا ڈالئے۔"

میر قافلہ۔میں نے بکرے کی گردن سے تیر نکالا۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ بھی اسی طرف روانہ ہوا۔ جس طرف نازنین گئی تھی۔ میں بھی اسکے پیچھے چل پڑا...... فے نس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ دیکھئے کوئی بات نہ چھوڑ دیجئے گا۔ میں نتیجہ پر پہنچتا جاتا ہوں۔"

میر قافلہ۔کوئی بات نہیں چھوڑیں گے۔"

فے نس۔سنائے۔"

میر قافلہ۔میں اور بکرا دونوں چند قدم کے فاصلے سے آگے پیچھے چل رہے تھے۔"

فے نس۔گویا بکرا بھاگا نہیں۔"

میر قافلہ۔ ہاں نہیں بڑے اطمینان اور بے خوفی سے چلتا رہا۔

فے نس۔میرا بھی ایسا ہی خیال تھا۔

میر قافلہ۔تمہارا ایسا خیال تھا...... کیوں؟"

فے نس۔میں عرض کروں گا۔ آپ تمام واقعہ سنادیجئے۔ میر قافلہ نے کہنا شروع کیا۔"تھوڑی دور چل کر ہم چشمے کے کنارے پہنچے۔ نازنین اور اسکا ساتھی دونوں وہاں بیٹھے تھے۔ نازنین منہ دھو رہی تھی۔

فے نس۔ضرور ایسا ہوا ہوگا۔ اچھا بکرا کہاں گیا......؟"

میر قافلہ۔میں نے بکرا پھر پکڑلیا۔ اور چشمہ کے پانی سے اسکا زخم دھوکر اسے نازنین کی طرف چھوڑ دیا۔ وہ بھاگ گیا۔

فے نس۔بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں سب کچھ سمجھ گیا۔

میر قافلہ بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے کہا۔"تم کیا سمجھ گئے۔"

فے نس۔ابھی عرض کروں گا۔ مگر یہ بتایئے اس میں غمگین ہونے کی کیا بات ہے۔"

میر قافلہ۔یہ غم ہے کہ ایک نازنین کے دل کو ہم نے صدمہ پہنچایا۔"

فے نس نے قہقہ لگایا۔ اس نے کہا غم نہ کیجئے غلطی میری ہے کہ میں نے ایک بات سے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا۔"

میر قافلہ کو اسکے قہقہ لگانے سے بڑا تعجب ہوا انہوں نے کہا۔ تم ہنسے کیوں؟"

فے نس نے کہا یہ بھی مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ہنسنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ معاف کردیجئے۔"

میر قافلہ۔ معاف کردیا۔ اب بتاؤ تم سے کیا غلطی ہوئی۔"

فے نس۔مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ اس علاقہ کا چپہ چپہ عجوبہ روزگار ہے۔ یہاں قدم قدم پر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

میر قافلہ۔تم کیا کہہ رہے ہو۔"

فے نس۔میں عرض کررہا ہوں کہ اس پہاڑ پر حسین ساحرہ کثرت سے رہتی ہیں انہیں پہاڑی جادوگرنیاں کہتے ہیں۔ جو بوڑھی بدصورت اور خوفناک شکل والی ہوتی ہیں۔ وہ تنہا ملتی ہیں۔ اور جو حسین و نوعمر ہوتی ہیں وہ کسی مرد کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ وہ بکرا بھی ان کا ساتھی ہی تھا۔"

میر قافلہ کو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا۔"تم کیا کہہ رہے ہو؟"

فے نس۔میں سچ عرض کررہا ہوں۔ یہاں کے تمام لوگ ان جادوگرنیوں کو جانتے ہیں اور انہیں دیکھتے ہی سمجھ جاتے ہیں۔"

میر قافلہ۔میں کیسے کہہ دوں۔ اس نے مجھ سے باتیں کیں۔"

فے نس۔وہ موہنی صورت والی ہوتی ہیں۔ اور بڑی شیریں بیان۔ لوگ ان پر دیوانے ہوجاتے ہیں۔ اور آخر اپنی جان کھودیتے ہیں۔"

میر قافلہ۔عجیب بات کہہ رہے ہو"

فے نس۔میں سچ عرض کررہا ہوں اس جزیرہ سسلی میں ایک دلربا جادوگرنی سرسے گزری ہے۔ اور اکثر حسین عورتوں کی شکل میں وہی نظر آتی ہے۔ وہ بے حد حسین تھی۔ آپ اس کا خیال مطلق نہ کریں۔"

میر قافلہ بڑے حیران ہوئے ان کی عقل اس بات کو قبول کرنے کو تیار نہ تھی۔ انہوں نے فے نس سے پوچھا۔ سرسے جادوگرنی اس جزیرہ میں کب تھی؟"

فے نس۔بہت عرصہ گزرا..... سینکڑوں برس ہوئے۔"

میر قافلہ۔کیا وہ مری نہیں تھی......؟"

فے نس۔نہیں وہ غائب ہوگئی تھی۔

میر قافلہ۔میں نہیں مانتا۔ کہ وہ اب تک زندہ ہو اور ایسی حسین بھی ہو۔"

فے نس۔میں اس کے کچھ حالات عرض کرتا ہوں۔"

اس وقت مغرب کی اذان ہوئی۔ میر قافلہ نے کہا۔ نماز پڑھ لیں پہلے۔ پھر سنانا اور وہ نماز پڑھنے کیلئے روانہ ہوئے۔

۳

نماز پڑھکر سب نے کھانا کھایا۔ اور کھانا کھاکر میر قافلہ نے سوچنا شروع کیا۔
کیا جس نازنین کو آج میں نے دیکھا وہ سرسے جادوگرنی ہے؟۔ سینکڑوں برس کی بوڑھی عورت جس کی بابت فے نس کا خیال ہے کہ مری نہیں غائب ہوگئی ہے۔" کچھ دیر تک وہ غور کرتے رہے انکی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ سحر کے زور سے وہ اس وقت تک زندہ رہی ہو۔ اور پھر اس کا حسن اور شباب دونوں قائم ہوں ان کا دل اس بات کے ماننے کیلئے تیار نہیں تھا۔ کہ جس دوشیزہ کو انہوں نے دیکھا ہے وہ جادوگرنی تھی انکے خیال میں اس نازنین کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ سینکڑوں برس کی سرسے جادوگرنی نہیں ہوسکتی۔
انہیں افسوس آیا کہ اگر وہ وہاں رک گئے تو فے نس کی بیٹی روزلیا قربان کردی جائے گی۔ انہوں نے طے کیا کہ وہ واپسی میں اس پہاڑ پر ٹھہر کر اس نازنین کو تلاش کریں گے انہوں نے سرسے جادوگرنی کے حالات معلوم کرنے کے لئے فے نس کو بلوایا۔ جب وہ آگیا اور سلام کرکے ایک طرف بیٹھ گیا تو اس نے کہا۔
کیا حکم ہے سرکار۔"

میر قافلہ نے کہا تمہاری باتوں نے ہمیں عجب الجھن میں ڈال دیا ہے۔"
فے نس۔ آپ اس لئے الجھن محسوس کر رہے ہیں۔ کہ جزیرہ سسلی کے اس علاقے کے حالات آپ کو معلوم نہیں ہیں۔ یہ خطہ سحر اور جادو کا گڑھ ہے اس خطہ میں جو یونانی اور رومی آباد ہیں وہ سحرا اور جادو جانتے ہیں۔ اس جزیرے کی یہ پرانی قومیں ہیں اور یہ قومیں دیوی اور دیوتاؤں کو پوجتی ہیں۔ میں بھی یونانی ہوں اور ان دیوی دیوتاؤں کو میں بھی پوجتا ہوں۔ ہم سب سے بڑا دیوتا آئے نس کو جو عقل کل کہلاتا ہے مانتے ہیں۔ مشتری نبتون سمندر کا سیارہ ہے۔ اسے خدا کہتے ہیں۔ جو نو' مشتری نبتون کا بیٹا ہے۔ وہ بھی ہمارا دیوتا ہے۔ پلوٹو بھی ایک دیوتا ہے۔ وہ سیریس دیوی کی بیٹی کو بھگا لے گیا تھا۔

سورج دیوتا کو بھی ہم پوجتے ہیں۔ سریس دیوی مشتری نبتون کی بیٹی ہے۔
اس کی بڑی قوت ہے اس کی پوجا لازمی کرتے ہیں۔ "سرسے" عقل کل آئے

نس کی بیٹی ہے۔ یہ حسین ساحرہ ہے۔ اس کی پوجا کرتے ہیں۔
میر قافلہ نے کہا۔ تم کسی کو خدا سمجھتے ہو۔ کسی کو دیوی اور کسی کو دیوتا اور ان سب کو ہی پوجتے ہو کیا یہ درست ہے؟"
فے نس۔ کیوں نہیں حضور۔ اگر ہم ان میں سے کسی کو نہ پوجیں تو وہ خفا ہو کر ہمیں لمبی بیماری میں مبتلا کردے یا مار ڈالے۔
میر قافلہ۔ مگر ہم مسلمان تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں پوجتے تو ہمیں یہ تمہارے دیوی دیوتا کیوں نقصان نہیں پہونچاتے؟" فے نس لاجواب سا ہوگیا۔
اس نے کہا۔

"اس چکر میں میں بھی ہوں۔ اس جزیرے میں مسلمانوں سے پہلے عیسائی آئے ہیں اور عیسائی بھی ہمارے دیوی دیوتاؤں کو نہیں پوجتے مگر انہیں بھی یہ ہمارے خدا کوئی نقصان نہیں پہونچاتے....؟
میر قافلہ۔ حقیقت اگر پوچھو تو یہ ہے کہ خدا ایک ہے اسی نے تمام دنیا دنیا کے دیوی دیوتاؤں نبی اور پیغمبروں کو پیدا کیا ہے۔ پوجا اور عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ جو مرگئے ان کی پوجا کیا وہ تو فنا ہونے والے تھے ہی اور جو فنا ہو جائے وہ خدا نہیں۔

خدا وہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جو پیدا کرتا ہے اور موت دیتا ہے ہمارے محترم نبی فخر آدم۔ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم پر خدا کا کلام نازل ہوا ہے۔ اس کا نام قرآن شریف ہے۔ اس میں خدا فرماتا ہے۔
ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت و مخرج المیت من الحی ذالکم اللہ فانی توع فکون۵(انعام)
ترجمہ۔ یعنی اللہ دانوں اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے (دانے' اور گٹھلیاں پھٹکر ان سے پودے نکلتے ہیں) زندہ کو موت دے سکتا ہے اور مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔) یہی اللہ ہے۔ کہاں سے پھرے جاتے ہو۔ یعنی موت اور زندگی اس کے قبضہ میں ہے۔ وہ زندہ کو موت دے سکتا ہے اور مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔
دانوں اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر پودے بنا دیتا ہے اور پھر پودے بڑے ہو کر پھول اور پھل دیتے ہیں۔

"اللہ! یہ ہے۔ اس سے انکار کیوں کرتے ہو۔"

فے نس۔ کیا آپ اپنے مذہب کے مبلغ ہیں۔

میر قافلہ۔ ہر مسلمان مبلغ ہے۔ ہم سپاہی بھی ہیں۔ مجاہد بھی ہیں عالم بھی ہیں اور مبلغ بھی ہیں فرمانروا بھی ہیں اور رہنما بھی ہیں۔"

فے نس۔ درست ہے اسی لئے۔

میر قافلہ۔ ہمارے مذہب میں توحید ہے۔ خدا پرستی ہے۔ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں ساری دنیا مسلمان ہو کر توحید کے دامن میں آ جائے۔ چونکہ اسلام میں صداقت ہے روحانیت ہے اور توحید ہے۔ اس لئے یہ مذہب ترقی کر رہا ہے۔"

فے نس۔ "یہی بات ہو گی۔"

میر قافلہ۔ "تم نے سرسے جادوگرنی" کے حالات سنانے کا وعدہ کیا تھا۔

فے نس۔ "جی ہاں وہ میں عرض کرتا ہوں۔ ہماری قوم میں کسی کو یہ جرات نہیں ہے کہ "سرسے" سے پہلے دلربا کا لفظ استعمال نہ کریں۔ وہ "دلربا سرسے" جادوگرنی کہلاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت نازک اندام دلربا اور حسین مہ جبین نازنین تھی۔ چونکہ وہ عقل کل آئے نس کی بیٹی تھی اس لئے بڑی سمجھ دار ہوشیار اور چالاک تھی۔ اس نے اپنے باپ سے جادو سیکھا تھا۔ اس کا قیام اسی حلقہ کے ایریا میں تھا۔ اس کا محل نہایت شاندار تھا۔ وہ شاہزادیوں سے زیادہ شان کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ ایسی حسین تھی کہ جو اسے ایک نظر دیکھ لیتا تھا وہی اس کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور اس پر فریفتہ ہو جاتا تھا وہ اس کے محل کے قریب ہی رہنے لگتا تھا۔ جب اس کے چاہنے والوں کی تعداد زیادہ بڑھ گئی تو اس نے جادو کے اور دواؤں کے اثر سے شیر اور بھیڑیے بنا دیا۔ اس کا ایک متوالا اے سس تھا۔ اس کے ساتھ بائیس آدمی تھے۔ اے سس اور اس کے ساتھی بھی اس پر مفتون ہو گئے اس نے ان پر جادو شروع کر دیا اور انہیں بھی مسخ کرنا چاہا تو اے سس سمجھ گیا۔ وہ بھاگ کر مریخ (سیارہ) کے پاس پہنچا اور اس سے ایسے منتر اور دوائیں سیکھ کر آیا جن سے ان پر جادو کا اثر نہ ہو اور دلربا سرسے اس پر مہربان ہو جائے۔ اس عرصہ میں دلربا سرسے نے

اے سس کے بائیس ہمراہیوں کو سور بنا دیا تھا جب اے سس واپس آیا تو دلربا سرسے اس پر مہربان ہو گئی۔ اس کے ساتھیوں کو سور سے پھر انسان بنا دیا اور ایک سال تک اے سس کو اپنے پاس رکھا۔ اس کی ایک لڑکی رقیب ہو گئی تھی اس نے ایک روز اس حوض میں جس میں وہ نہایا کرتی تھی۔ ایک دوا ڈال کر پانی بھروا دیا اور اپنی رقیب کو اس میں دھکا دے دیا ساتھ ہی اس نے اس پر جادو کرنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحہ میں اس کی رقیب سانپن بن گئی۔

میر قافلہ۔ "کیا تم ان باتوں پر یقین رکھتے ہو۔"

فے نس۔ اگر یقین نہ کریں تو ہمیں بھی گدھا سور شیر بھیڑیا بنا دے اب بھی اس میں یہ طاقت ہے۔"

میر قافلہ۔ "اچھا پھر کیا ہوا؟؟"

فے نس۔ "ایک عرصہ دراز تک وہ جادو کرتی رہی۔ ایک روز اس نے کہا۔ "اب میں غسل کروں گی۔ میری جوانی پر بڑھاپا چھانے لگا ہے مجھے چو بدلنا ہے۔ چنانچہ آگ روشن کی گئی۔ اس نے خود جادو سے آگ پیدا کی لوگوں کا اژدھام جمع ہو گیا۔ جب شعلے بھڑکنے لگے تب دلربا سرسے اس آگ میں کود پڑی لوگ دیکھ رہے تھے اور افسوس کر رہے تھے کہ ایک نازنین اور حسین مہ جمال جلنے والی ہے۔ مجمع نے دیکھا کہ وہ مست شباب آگ سے پگھلنے لگی اس کی کھال چڑ گئی ہڈیاں پچک گئیں گوشت اور چربی گھل گئی۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں رخساروں کی ہڈیاں باہر کو نکل آئیں۔ اس کی صورت نہایت مہیب اور خوفناک ہو گئی۔ بہت سے لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دلربا سرسے آگ میں نہاتی رہی۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں پھولنے لگیں ہڈیوں پر گوشت اور چربی چڑھنے لگی۔ کھال کی تہہ جمنے لگی۔ رخسارے پر گوشت ہو گئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ دلفریب اور دلکش ہو گئی۔ وہ آگ میں سے باہر نکل آئی اور اس نے اس حوض میں غوطہ لگایا جس میں وہ روزانہ نہایا کرتی تھی دیر تک غائب رہی جب باہر نکلی تو اور بھی دلربا معلوم ہونے لگی۔ اس کا حسن ایسا بے پناہ ہو گیا کہ اس کی طرف نظر بھر کر دیکھنا مشکل ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی تمام مجمع اس کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور اس کی تعریفیں کرنا شروع کر

دیں۔

اس نے اشارہ کیا اور سب لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دلربا سرسے نے کہا ـــــ اے مردو! اور عورتو! تم نے اس آگ سے فائدہ نہ اٹھایا یہ آگ نہ تھی میرے بھائی سورج کی تجلی تھی اس تجلی کا یہ خاصہ ہے کہ جو مرد یا عورت اس آگ میں نہالے وہ زیادہ سے زیادہ حسین ہو جائے اور ہمیشہ زندہ رہے میں سو برس کے بعد اس آگ میں نہائی ہوں اب سو برس تک میرا حسن اور میرا شباب باقی رہیں گے پھر سو برس کے بعد میں اس آگ میں نہاؤں گی میں اپنے باپ اور بھائیوں کی طرح امر ہوں مروں گی نہیں اب تک میں تمہارے سامنے تھی اب میرا مسکن پہاڑ ہوں گے۔ میں پہاڑوں پر رہوں گی تم لوگ میرا جمال دیکھ کر قابو میں نہیں رہ سکو گے اس لئے میں تم سے الگ ہو جاؤں گی .... یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور اب وہ پہاڑوں میں دیکھی جاتی ہے۔" فے نس سے دلربا سرسے کے حالات سن کر میر قافلہ بہت حیران ہوئے اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

۴

میر قافلہ نے کہا" دلربا سرسے کے جو حالات تم نے بیان کئے وہ میری سمجھ میں نہیں آئے۔"

فے نس:۔"اس میں سمجھ میں آنے کی کیا بات ہے۔ اس علاقہ میں بسنے والے تمام مرد اور خواتین دلربا سرسے کے یہ حالات جانتے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو اپنے پرانے مذہب پر قائم ہیں اور وہ بھی جو عیسائی ہو گئے ہیں۔"

میر قافلہ:۔"یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی عورت آگ میں جل کر اور خوشمال ہو جائے۔"

فے نس:۔"وہ آگ نہیں تھی سورج کی تجلی تھی۔ اس میں دلربا سرسے جل نہیں سکتی تھی۔ وہ جلی نہیں۔ اس نے اس تجلی میں اسلئے غسل کیا کہ اس پر بڑھاپا غالب آنے لگا تھا۔ وہ اس میں نہا کر پھر جوان ہو گئی۔"

میر قافلہ:۔"یہ کیسے ممکن ہے؟"

فے نس:۔"سورج دیوتا میں بڑی قوت ہے۔ وہ ہر سو سال کے بعد اپنی بہن کو جوان اور پہلے سے زیادہ حسین بنادیتے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کا ذکر ہے کہ جب آیو قبیلہ کا ایک شخص مجھ سے ملا تھا۔ اس نے عجیب و غریب حالات بیان کئے تھے۔"

میر قافلہ:۔"یاد ہیں تمہیں وہ حالات......؟"

فے نس:۔"جی ہاں۔ میں عرض کرتا ہوں۔"

اس نے بیان کرنا شروع کیا.... اس شخص کا نام ارشیدس تھا۔ وہ بوڑھا آدمی تھا۔ مجھ پر بڑا مہربان تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ معہ اپنے قبیلہ کے پہاڑ پر مقیم تھا۔ اس قبیلہ کا ارادہ سیرلیس دیوی کی زیارت کرنے کا تھا...... ایک روز صبح کے وقت جب قافلہ کے لوگ کوچ کی تیاری کررہے تھے کہ اچانک دلربا سرسے نمودار ہوئی۔ وہ بہت زیادہ حسین تھی ۔ اس کے ساتھ ایک پہاڑی بکرا تھا اور ایک ادھیڑ عمر کا شخص دلربا سرسے کے قریب بیٹھا تھا۔ دلربا سرسے کچھ تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی وہ ایک پتھر پر شاہزادیوں کی طرح بیٹھ گئی۔ ارشیدس اور اس کے قبیلہ کے تمام مردوزن اس حومش کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگے۔ ارشیدس دلربا سرسے کے قریب تھا وہ کہتا ہے کہ میں اس دلربا کو دیکھ کر ہوش و خرد سے بیگانہ ہوگیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بے تحاشا اسے دیکھنے لگا۔ دلربا کے حسین ہونٹوں پر تبسم تھا وہ اپنی آنکھوں سے جادو کررہی تھی۔ بکرا اس کے پیروں میں بیٹھا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد دلربا سرسے نے ارشیدس سے کہا۔"نوجوان ہوش میں آؤ۔"

اس وقت جب ارشیدس نے دلربا سرسے کو دیکھا تو وہ جوان تھا وہ چونک پڑا اور دلربا کے سامنے جاکر سجدہ ریز ہوگیا۔ دلربا مسکرائی اس نے کہا یہ تمہارے قبیلہ کی کیا حالت ہوگئی ہے۔"

ارشیدس نے کہا ہماری جو حالت ہوگئی ہے وہ تم پر ظاہر ہے ہم اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔"

دلربا سرسے:۔ اسی لئے جزیرہ والوں سے الگ ہوکر پہاڑ پر آگئی ہوں میرا بھائی سورج دیوتا مجھے ہر سو سال کے بعد پہلے سے زیادہ حسین اور خوشمال بنادیتا

ہے۔ پہلے میں خوش ہوتی تھی کیونکہ مجھے حسن پسند تھا۔ اور میں دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت تھی۔ لیکن اب.... اب میرا حسن میرے لئے وبال جان ہوگیا ہے۔ پانی فیمس سائیکلوپ میرے پیچھے لگ گیا ہے.... وہ اس قدر کہہ کر خاموش ہوگئی اور ارشمیدس کو تکنے لگی پھر کچھ وقفہ کے بعد کہا۔ میں تم سے یہ باتیں اسلئے کہہ رہی ہوں تاکہ تم اس جزیرہ کے لوگوں کو یہ حالات سنادو۔ اس جزیرہ میں ایک زبردست انقلاب آنے والا ہے اس انقلاب کی نظریہ سارا جزیرہ اور اس جزیرہ کی ہر چیز ہوجائیگی۔ اگر پانی فیمس سائیکلوپ نے جو کانا ہے اور جس کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ ہے میرا پیچھا نہ چھوڑا تو مجھے پرس سے شکایت کرنی پڑے گی۔ تم جانتے ہو کہ پرس میری بہن ہے اور سمندر نے اسے بیٹی بنا رکھا ہے وہ سمندر سے کہے گی میں عقل کل آئے ٹس اپنے باپ اور اپنے بھائی سورج سے بھی شکایت کروں گی۔ یہ تینوں (آئے ٹس سورج اور سمندر) پانی فیمس سائیکلوپ کے خلاف برسرجنگ ہوجائیں گے۔ اسے یعنی پانی فیمس کو یہ زعم ہے کہ وہ آرام و آسائش کا دیوتا ہے۔ وہ ٹی ٹن نسل سے ہے اور اس نے کرسونوس کو آسمانی بادشاہت حاصل کرنے میں مدد دی ہے۔ کرسونوس اسکی مدد کرے گا۔ اگر واقعی کرسونوس نے اسکی مدد کی تو آئے ٹس (عقل کل) سورج اور سمندر تینوں ہی اس کے خلاف اعلان جنگ کریںگے۔ ان کی لڑائی کا اثر اس جزیرہ پر پڑیگا اور یہ جزیرہ تباہ ہوجائے گا مجھے اس جزیرہ سے محبت ہے میں نہیں چاہتی کہ یہ جزیرہ جو میرا وطن ہے جہاں میں پیدا ہوئی تباہ ہوجائے۔

اسلئے لوگوں سے کہدو کہ وہ سیریس دیوی سے عرض کریں کہ وہ اپنے باپ

فیمس یونانی خرافات الاصنام میں ایک وحشی قوم سے تعلق رکھتا ہے یہ اور اس کا قبیلہ بڑا قوی ہیکل تھا۔ فیمس کے دو بھائی اور تھے یہ تینوں بھائی یورے نس اور گیا کے بیٹے تھے کہتے ہیں یہ تینوں کانے تھے ان ماتھوں پر ایک ایک آنکھ تھی۔ یہ ٹی ٹن نسل سے تھے ان کے باپ یورے نس اور گیا نے انہیں دریا میں پھینک دیا تھا۔ ان کی ماں نے انہیں بچایا تھا وہ تینوں بڑے شہ زور تھے۔ انہوں نے کرونوس کو آسمانی بادشاہت حاصل کرنے میں مدد دی تھی۔ پانی فیمس آرام و آسائش کا دیوتا تھا۔ جزیرہ سسلی کے یونانی اس کی پرستش کرتے تھے از تاریخ اخبار اندلس یہ بھی ہے دلربا سرے کی بہن تھی۔ اسے سمندر نے اپنی بیٹی بنالیا یہ بھی خاصی خوبصورت تھی یونانی اس کے بت کی بھی پوجا کرتے تھے

مشتری نبتون سے کہے کہ وہ اس معاملے کو بڑھنے نہ دیں ورنہ قیامت آجائے گی۔"

ارشمیدس کہتا ہے کہ میں دلربا سرے کی باتیں سنکر کانپ گیا۔ اول تو میں نے سنا تھا کہ دلربا سرے ایسی جادوگرنی ہے کہ وہ جزیرہ کی ہر چیز کو ملیامیٹ کرسکتی ہے۔ دریاؤں کا پانی پی کر انہیں خشک کرسکتی ہے۔ پہاڑوں کو بستروں کی طرح لپیٹ سکتی ہے اور زمین کو پھاڑ سکتی ہے۔ پھر اسکی بہن پرس کا منہ بولا باپ سمندر ایسی قوت رکھتا ہے کہ وہ اگر اس جزیرے کی طرف کروٹ لیلے تو یہ تمام جزیرہ سمندر کے اندر غرق ہوجائے اگر اسکا باپ عقل کل (آئے ٹس) اس جزیرہ کے آدمیوں کی عقل چھین لے تو سب جانور بنکر رہ جائیں اور اس کا بھائی سورج اگر اپنی پوری تپش جزیرہ پر ڈالدے تو یہاں کی ہر چیز جل بھن کر رہ جائے۔

دلربا سرے نے کہا"تمہارا قبیلہ کوچ کرنے کے لئے تیار ہے تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ اور جزیرہ سسلی کے باشندوں کو میرا پیغام سنادو اور اگر آج رک جاؤ تو میرے غسل کرنے کا تماشہ دیکھ لو۔"

ارشمیدس کہتا ہے کہ میں نے یہ سن رکھا تھا کہ دلربا سرے پر سو برس میں بڑھاپا چھانے لگتا ہے۔ اور پھر سے جوان ہونے کے لئے آگ میں غسل کیا کرتی ہے نیز خود دلربا سرے نے اس شہرت کی تائید کی تھی۔ وہ اور اس کا قبیلہ رک گیا۔

دلربا سرے نے پھر کہا۔"میں اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر سے آئی ہوں۔ پانی فیمس سائیکلوپ وہاں مل گیا تھا۔ وہ غالبا میری تلاش میں گیا تھا مجھے دیکھتے ہی آغوش پھیلا کر میری طرف جھپٹا۔ جب میرے قریب آیا تو میں نے اسے ڈانٹا۔ مگر وہ نہ مانا اس نے مجھے دبوچ لیا۔ میں بے بس ہوگئی میں نے اس پر جادو شروع کیا تو اسکی گرفت ڈھیلی پڑگئی۔ میں اسکی آغوش سے نکل آئی مجھے غصہ آرہا تھا میں نے اسکو تھپڑ کھینچ مارا اور وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ میں وہاں سے یہاں آرہی ہوں اسلئے تھک گئی ہوں۔ آج میں نے غسل نہ کیا تو بڑھاپا ایک دم

مجھ پر جھپٹا مارے گا اور پھر میں جس قدر خوبصورت اور خوشحال ہوں اس سے زیادہ کریہہ المنظر اور بد صورت ہو جاؤں گی۔" کچھ وقفہ کے بعد دلربا سرسے نے کہا میں اس وادی میں اسلئے غسل کرنے آئی ہوں کہ یہ جگہ سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور خوش منظر ہے۔ مجھے تمہارے قبیلہ کے یہاں ہونے کا گمان بھی نہ تھا۔

دلربا سرسے نے جادو جگانا شروع کیا وہ زیر لب کچھ پڑھتی رہی۔ دفعتاً" پتھروں سے آگ کے شعلے پھوٹ نکلے مگر ان شعلوں میں آگ کی سی سرخی نہیں تھی۔ سفید شعلے تھے دلربا سرسے ان شعلوں میں پھلانگ گئی۔ وہ غسل کرنے لگی شعلے اسکے ہاتھوں میں آجاتے تھے۔ وہ انہیں اپنے جسم پر اس طرح ملتی تھی جیسے ہم پانی ملتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دلربا سرسے کا جسم سمٹنے لگا۔ اس کے سارے بدن اور چہرہ پر جھریاں پڑ گئیں۔ کھال کی موٹی موٹی سلوٹیں ہوگئیں اس کے خوبصورت دانت جھڑ گئے وہ پوپلی ہوگئی آنکھیں دھنس گئیں۔ چہرہ بھدا ہوگیا۔ اور بہت ہی بدصورت و بدنما ہوگئی۔ ارشمیدس کہتا تھا کہ وہ اسکی خوفناک صورت دیکھ کر ڈر گیا اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ کچھ وقفہ کے بعد کھولیں۔ آگ پہلے سے زیادہ تیز تر ہوگئی تھی۔ سرسے نہارہی تھی تھوڑی دیر میں اسکے جسم پر گوشت چڑھنے لگا۔ جھریاں اور سلوٹیں دور ہونے لگیں خوبصورت دانت نکل آئے۔ آنکھیں دلفریب ہوگئیں اور وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین و مہ جبین بن گئی۔ وہ آگ میں سے نکل آئی اب ایسی شعلہ رو ہوگئی تھی کہ اسکی طرف دیکھنا مشکل ہوگیا تھا.... اس نے پھر جادو جگایا پھر کچھ زیر لب پڑھا۔ ایک چٹان شق ہو گئی اور اس میں ایک حوض بن گیا اس حوض میں دودھ جیسا پانی بھر گیا۔ دلربا سرسے نے اس حوض میں غوطہ لگایا اب وہ غسل کرنے لگی۔ اس عرصہ میں بکرا اور ادھیڑ عمر کا ساتھی آگ میں کود گئے انکی کھالیں بھی چڑ گئیں اور تھوڑی دیر میں وہ اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ اب دلربا سرسے حوض میں سے نکل آئی اسکی صورت اور بھی دلفریب ہوگئی تھی۔ اسکے سامنے بکرا اور ادھیڑ عمر کا آدمی آگ میں سے نکلے۔ وہ مسکرائی اور اپنے دونوں ساتھیوں کو لے کر چلی گئی۔

ارشمیدس نے مجھے بتایا کہ اس دلربا سرسے کا پیغام بہت سے قبیلوں تک

پہنچادیا لوگوں نے سیرلیس دیوی سے عرض معروض کیا غالباً دیوی نے مداخلت کی۔ اور معاملہ طے ہوگیا۔ کیونکہ اس جزیرہ پر تباہی نہیں آئی۔

میر قافلہ حیرت سے ان باتوں کو سن رہے تھے۔ فے نس نے کہا آپ نے آج دلربا سرسے اس کے بکرے اور اس کے ساتھی کو دیکھا ہے اس کا خیال دل سے نکال ڈالئے۔ میر قافلہ کچھ تذبذب میں پڑ گئے۔ ان کی عقل ان باتوں کو باور نہیں کرتی تھی۔ اس وقت عشاء کی اذان ہوئی۔ اور وہ نماز پڑھنے چلے گئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر اپنے خیمے پر جاکر آرام کرنے لگے۔

۵

میر قافلہ سو گئے۔ مگر انہیں خواب میں کئی مرتبہ وہ نازنین نظر آئی جیسے کہ انہوں نے دیکھا جس کے ساتھ بکرا اور ادھیڑ عمر کا آدمی دونوں تھے۔ ان کی آنکھ کھل گئی۔ انہیں فے نس کی اس داستان کا خیال آگیا۔ جو اس نے دلربا سرسے کی سنائی تھی۔ آج پہلا روز تھا کہ انہوں نے اس حسین ساحرہ کے حالات سنے تھے مگر وہ اس داستان کو سچ باور نہیں کرتے تھے۔ انہیں یہ بات معلوم تھی کہ جزیرہ سسلی کے باشندے بڑے ضعیف الاعتقاد ہیں۔ وہ بے شمار دیویوں اور دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔ ان دیوی دیوتاؤں کے متعلق عجیب و غریب قصے اور کہانیاں مشہور ہیں۔ انہوں نے جس نازنین کو دیکھا تھا اسے دلربا سرسے جادوگرنی تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے مگر فے نس کو بھی جانتے تھے کہ وہ جھوٹا آدمی نہیں ہے۔ اگر انہیں فے نس اس نازنین کے ملنے سے پہلے یہ قصے سنا دیتا تو وہ ضرور اس سے باتیں کرتے اور یہ معلوم کر لیتے کہ وہ کون ہے....؟" انہوں نے سوچا اگر وہ واقعی کوہ و صحرا میں پھرنے والی جادوگرنی ہے تو اسے یہ معلوم ہو گا کہ وہ یعنی امیر قافلہ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانے کا قصد ہے مگر اب ان باتوں کے سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ انہوں نے کروٹیں لیتے ہی لیتے بقیہ رات گزار دی۔ جب سپیدہ سحر نمودار ہوا تو ایک شخص نے اذان دی۔ وہ اٹھے ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی نماز پڑھ کر انہوں نے اپنے

ہمراہیوں سے کہا۔ فاصلہ زیادہ ہے اور وقت بہت کم ہے اس لئے آج تمام دن سفر جاری رہے گا کھانا تیار کر کے ہمراہ لیلو۔ راستہ میں کسی مقام پر کھالینا۔"

لوگوں نے کھانا تیار کرنا شروع کیا امیر قافلہ شکار کے ارادہ سے چلے فے نس انہیں راستے میں ملا۔ اس نے کہا۔ آقا آپ تنہا شکار کھیلنے نہ جایئے۔"

امیر قافلہ نے کہا۔ تم اندیشہ نہ کرو ہم بہت جلد واپس آ جائیں گے۔

فے نس۔ میں نے عرض کیا کہ اس جزیرے میں بہت کچھ عجائبات ہیں۔ عجیب الخلقت اور خوفناک جانور ہیں۔ دلربا سرسے اور اس کی بہن پرس گھومتی رہتی ہیں۔ دلربا سرسے اگرچہ جادوگرنی ہے لیکن وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتی مگر پرس اس سے خدا محفوظ رکھے۔ اگر آپ شکار کھیلنا ہی جانا چاہتے ہیں تو چلئے میں ساتھ چلوں۔"

میر قافلہ۔ اگر تم اس لئے چلتے ہو کہ ہمیں اپنے ملک کی جادوگرنیوں سے بچاؤ تو بالکل نہ جاؤ کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ایسی خرافاتوں کو نہیں مانتے اور جنہیں ہم نہیں مانتے وہ ہمیں نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے اور اگر تم شکار کی سیر دیکھنا چاہتے ہو تو ضرور چلو۔"

فے نس۔ چلئے شکار کی سیر ہی کروں گا۔" دونوں چل پڑے۔ چلتے چلتے فے نس نے کہا۔ ابھی کوئی سال بھر کا عرصہ گزرا جب ایک شخص ہے ملکار نامی اس پہاڑ سے گزرا وہ فوج میں سپہ سالار رہ چکا تھا۔ اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتا تھا۔ شکار کا بڑا دھنی تھا اس کے ساتھ کئی اور بھی تھے اسے پہاڑ کا یہ حصہ کچھ زیادہ بھلا اور دلفریب معلوم ہوا اس نے یہاں قیام کر دیا وہ اپنے ساتھ دو چار آدمیوں کو لے کر شکار کھیلنے جایا کرتا تھا مگر ایک روز دلیری کے زعم میں تنہا روانہ ہو گیا۔ گھومتا پھرتا ایک چٹان پر چڑھ گیا وہاں اس نے ایک نہایت ہی مہیب شکل کا جانور دیکھا اس نے کبھی ایسا خوفناک جانور نہ دیکھا تھا ہاتھی کے برابر بڑا تھا ہاتھی ہی جیسے ہاتھ پاؤں تھے لیکن گردن سر اور چہرہ ریچھ کا سا تھا اس کی دم اتنی بڑی تھی کہ اس نے اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر اس کا گچھا اپنے سر پر ڈال رکھا تھا ہے ملکار اس جانور کو دیکھ کر کچھ ڈر گیا۔ جانور نے اسے دیکھا اس نے یعنی ہے ملکار نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی جھڑنے لگیں۔ وہ

نہایت تیزی سے میری طرف جھپٹا میں نے اس کے تیر کھینچ مارا تیر اس کے جسم سے ایسا اچٹ گیا جیسے کسی دھات پر پڑا ہو ہے ملکار کے ہوش خطا ہو گئے وہ بھاگ پڑا جانور اس کے پیچھے دوڑا ہے ملکار ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ جانور قریب آگیا ہے ملکار نے سمجھ لیا کہ اس کی موت آگئی جانور اسے کچل ڈالے گا اس نے آنکھیں بند کر لیں یا موت کے خوف سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں ڈرتے ڈرتے اس نے جب آنکھ کھولی تو جانور اس کے اوپر تھا وہ لمبی لمبی ڈگیں رکھتا چلا آ رہا تھا ہے ملکار اس کے پیروں کے بیچ میں آگیا جانور اپنے زور میں نکلا چلا گیا ہے ملکار بچ گیا اسے کوئی گزند بھی نہیں پہنچا وہ جلدی سے اٹھ کر ایک چھوٹی چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔

میر قافلہ نے کہا۔ شائد وہ کرگدن ہو گا۔"

فے نس۔ "اس جانور کا نام کوئی نہیں جانتا۔ سنا یہ ہے کہ جب اس پر کوئی ملہ کرتا ہے تو وہ غضبناک ہو جاتا ہے اور جھپٹ کر حملہ آور کو مار ڈالتا ہے۔ س پر کوئی حربہ اثر نہیں کرتا۔

میر قافلہ۔ "ہو سکتا ہے کہ ایسا کوئی جانور ہو۔"

فے نس۔ "عجیب بات یہ ہے کہ اتنا بھاری بھرکم ہوتے ہوئے وہ بڑا سبک رفتار ہے گھوڑے سوار کو مشکل ہی سے بچ کر جانے دیتا ہے۔

میر قافلہ۔ یہ بھی کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ راستہ ناہموار ہوتا ہے۔ گھوڑا تیز نہیں دوڑ سکتا۔"

فے نس۔ "یہ بات نہیں ہے۔"

میر قافلہ۔ "اور کیا بات ہے؟"

فے نس۔ "وہ جانور پرس کی سواری میں رہتا ہے۔ جس جگہ وہ جانور ملے سمجھ لیجئے کہ پرس کہیں قریب ہی ہے۔"

میر قافلہ۔ کون پرس' کیا دلربا سرسے کی بہن ......؟"

فے نس۔ یہ بات میں نے سنی تو پہلے بھی تھی۔ لیکن ہے ملکار نے اس کی تصدیق کی۔"

میر قافلہ۔ کیا ہے ملکار سے پرس ملی تھی۔"

فے نس۔ جی ہاں۔ بے ملکار نے اپنا باقی حال مجھے اس طرح بتایا کہ جب وہ ایک چھوٹی چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔ تو اس نے دلفریب قہقہہ کی آواز سنی۔ آواز زنانی تھی۔ وہ سخت متعجب ہوا اس نے ادہر ادہر دیکھا تو اسے چند ہی قدم کے فاصلہ پر ایک نازنین کھڑی نظر آئی وہ بہت حیران ہوا کہ یہ حسینہ یہاں کہاں سے آئی .... وہ نازنین بڑی مہ جمال تھی بے ملکار اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا یا تو .. وہ ہنس رہی تھی یا ایک دم غضبناک ہو گئی اور اس نے گرج کر کہا۔ گستاخ! اس سے پہلے کہ میں تجھ پر اپنا غضب نازل کروں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اپنی نظریں جھکا لے۔"

بے ملکار نے گویا سنا ہی نہیں وہ برابر اسے تکتا رہا۔ اس نے غصہ میں آکر کہا۔ "تیری یہ جرات کہ پرس کو گھور کر دیکھے۔ بے ملکار کا بیان ہے کہ خوف سے اس کے جسم میں تھرتھری پڑ گئی۔ اس کی چیخیں نکلنے کو رہ گئیں وہ بے اوسان ہو کر وہاں سے بھاگا اور گرتا پڑتا اپنے ساتھیوں میں آیا۔ اس نے اسی وقت اپنے ساتھیوں کو بلا کر وہاں سے کوچ کر دیا۔ وہ کہتا تھا کہ میری زندگی تھی جو بچ گیا میر قافلہ نے کہا کہ تم نے جتنی کہانیاں سنائی سب عجیب و غریب ہیں۔ لیکن قابل یقین نہیں۔

فے نس :۔ ایسا نہ کہئے حضور۔ دلربا سرے اور پرس اس علاقے میں گھومتی رہتی ہیں۔ کہیں ان میں سے کسی کا مقابلہ نہ ہو جائے۔"

میر قافلہ :۔ "میری تمنا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو دیکھوں۔ ملوں اور باتیں کروں"

فے نس :۔ ایسی تمنا نہ کیجئے' میرے سرکار۔ دونوں بہنیں غضب کی ہیں ان سے تو مشتری بفتون بچائے ہی رکھے۔"

یہ دونوں چلے جا رہے تھے جب ایک گھوم پر پہنچے تو انہیں اس طرف سے ایک چھوٹا سا قافلہ آتا ہوا ملا۔ اس قافلہ کے تمام لوگ پریشان اور بدحواس تھے۔ فینس نے انہیں روک کر پوچھا۔ "تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔" ان میں

سے ایک شخص نے جواب دیا۔ "ہم نے دلربا سرے کو دیکھا ہے۔

فے نس :۔ "کہاں دیکھا ہے....؟"

وہی شخص :۔ "یہاں سے قریب ہی ایک چٹان پر۔"

فے نس :۔ "کیا تنہا تھی وہ؟"

وہی شخص :۔ نہیں اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔"

فے نس :۔ "اور بکرا.......؟"

وہی شخص :۔ ہم نے بکرا نہیں دیکھا۔

فے نس :۔ اگر بکرا اس کے ساتھ نہیں تھا تب وہ دلربا سرے نہیں ہو سکتی۔

وہی شخص :۔ ضرور دلربا سرے تھی۔ ایسی حسین لڑکی آج تک میری نظروں سے نہیں گزری۔ ایک وہی ایسی لڑکی ہے جو ہر سو برس کے بعد سورج دیوتا کی مہربانی سے پہلے سے بھی زیادہ حسین اور مست شباب ہو جاتی ہے۔"

فے نس :۔ "مگر تم ڈر کر کیوں بھاگے....؟"

وہی شخص :۔ اس کے ساتھی مرد نے ہمیں ڈرا دیا۔ اگر ہم چلے نہ آتے تو وہ ضرور ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے۔"

فے نس :۔ "اچھا تم جاؤ۔"

اور وہ لوگ چلے گئے۔ اب فے نس نے میر قافلہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کوچ کا وقت ہو گیا ہے۔ سرکار اب واپس چلئے۔"

میر قافلہ :۔ "مگر میں دلربا سرے کو ضرور دیکھوں گا۔"

فے نس نے خوفزدہ ہو کر کہا۔ نہیں میرے آقا' ایسا ارادہ نہ کیجئے۔" وہ آپ سے خفا ہے۔ آپ نے اس کے ساتھی بکرے کو تکلیف پہنچائی ہے۔ کہیں آپ کو دیکھ کر اسے غصہ نہ آجائے۔ چلئے واپس چلئے۔

میر قافلہ کچھ سوچنے لگے فے نس نے کہا۔ میرے حضور میری ژکی کی جان خطرہ میں ہے۔ اگر ہم وقت پر نہ پہونچے تو وہ قربان کر دیجائیگی۔" میر قافلہ نے کہا اچھا چلو۔ اور دونوں اس جگہ سے لوٹ آئے۔ راستہ میں انہیں وہ چھوٹا قافلہ ملا۔ جو دلربا سرے کے خوف سے بھاگا جا رہا تھا۔ وہ ایک درہ میں داخل ہو کر غائب ہو گیا اور یہ دونوں اب اپنے قافلے کی طرف بڑھے....

٦

فے نس نے جو قصے پاتی فیمس سائیکلوپ جو آرام و آسائش کا دیوتا تھا۔ دلربا سے جو حسین ساحرہ تھی۔ اور پرس جو دلربا سرسے کی بہن اور سمندر کی منہ بولی بیٹی تھی۔ ان کے سنائے تھے۔ وہ عجیب و غریب تھے مگر ایسے جن سے شریر بچوں کو ڈرایا جائے یا ناسمجھ لوگوں کو حیران بنایا جائے۔ میر قافلہ نے انہیں سچ نہیں سمجھا۔ انہیں یہ بات معلوم تھی کہ جزیرہ سسلی میں خرافات الاصنام بہت ہیں یونانی اور رومی دونوں بت پرست ہیں یہ روائتیں پشت ہا پشت سے سینہ بسینہ چلی آتی تھیں ..... لیکن انہوں نے ایک ایسی حسین لڑکی دیکھی تھی جو اپنی نظر آپ ہی تھی۔ ایک دلفریب حسینہ۔ فردوسی حور اس کے ساتھ ایک بکرا اور ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔ فے نس نے جو قصے دلربا سرسے کے سنائے ان میں بھی حسین ساحرہ سرسے کے ساتھ بکرے اور ادھیڑ عمر کے شخص کا تذکرہ آیا ان قصوں کو سن کر انہیں خیال ہوا کہ کہیں وہ واقعی دلربا سرسے ہی سے تو نہیں ہے۔ مگر ان کا دل اس بات کو ماننے سے انکار کرتا تھا کہ سینکڑوں برس کی عمر والی بوڑھی جوان اور حسین ہو اور ہر سو برس کے بعد سورج اسے پھر نازنین و مہ جبین اور مست شباب بنا دیتا ہو۔

وہ مسلمان تھے انہیں یہ معلوم تھا کہ چاند اور سورج خدا کے قبضہ میں ہیں۔ وہ دیوتا نہیں ہیں نہ سورج میں یہ قوت ہے کہ وہ کسی کو حسن و جمال اور شباب و جوانی بخش سکے۔ وہ خود خدا کا محتاج ہے۔ اور جو خود محتاج اور مجبور ہو وہ کچھ نہیں کرسکتا ..... یہی سوچتے ہوئے وہ اپنے قافلے میں پہونچ گئے۔ قافلہ والوں نے کھانا تیار کرلیا تھا۔ وہ کوچ کرنے پر آمادہ تھے۔ خیمے اور سامان خچروں پر بار کردیئے گئے تھے۔ انہوں نے کوچ کا اعلان کیا۔ گھوڑوں پر زین رکھے گئے سب لوگ سوار ہوئے پھر فے نس اور میر قافلہ بھی سوار ہوئے۔ اور یہ قافلہ قصریانہ (کیسٹرو گیاونی) کی طرف روانہ ہوا۔ قصریانہ جو سسلی کے صوبہ قطانیہ میں ایک بڑا اور مشہور شہر ہے۔ یہ شہر یعنی قصریانہ شہرانیا کے کھنڈرات پر آباد ہوا تھا نیز شہرانیا کسی زمانہ میں کافی بڑا اور مشہور تھا۔ تمام جزیرہ میں اس شہر کی بڑی شہرت تھی۔ رفتہ رفتہ یہ شہر اجڑنے لگا اور کچھ عرصہ بعد ایسا اجڑا کہ معمولی بستی

بن کر رہ گیا۔ اینا کی شہرت سیریس دیوی کے مندر کی وجہ سے زیادہ تھی .....

اسی شہرانیا کے کھنڈر پر قصریانہ (کیسٹرو گیانی) کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ ایک عظیم الشان شہر ہوگیا اور سیریس دیوی کے مندر کی مرمت ہوگئی اور شہر کی شہرت کے ساتھ سیریس دیوی کی بھی شہرت ہوگئی۔

یہ قافلہ قصریانہ کی طرف بڑی تیزی سے سفر کرنے لگا۔ چونکہ راستہ ناہموار تھا اور اس میں بے شمار نشیب و فراز تھے۔ اس لئے زیادہ تیزی سے یہ لوگ نہیں چل سکتے تھے۔ فے نس کو قصریانہ پہونچنے کی بڑی جلدی تھی۔ اگر اس کے پر ہوتے تو وہ اڑ کر پہنچ جاتا۔ میر قافلہ بھی جلد وہاں پر پہنچ جانا چاہتے تھے۔ وہ فے نس کی بیٹی روزلیا کو دیکھنا چاہتے تھے۔ جو تمام جزیرہ صقلیہ میں حسین و نازنین تسلیم کی گئی تھی اور جسے اندھے اور جاہل جزیرہ والے بھینٹ چڑھانا چاہتے تھے۔

انہوں نے کبھی شہر قصریانہ نہیں دیکھا تھا۔ البتہ اس شہر کی شہرت سنی تھی۔ سیریس دیوی اس دیوی کے مندر کا حال بھی سنا تھا۔ اس مندر کو دیکھنے کی بھی آرزو تھی کیونکہ یہ بتایا جاتا تھا کہ وہ مندر ہزاروں برس پرانا ہے۔

اس روز وہ تمام دن سفر کرتے رہے۔ صرف تھوڑی دیر کے لئے یا تو دوپہر کا کھانا کھانے یا نماز پڑھنے کے لئے رکے۔ اس روز انہوں نے کافی فاصلہ طے کرلیا۔ رات کو انہوں نے قیام کیا۔ صبح اٹھ کر نماز پڑھی اور کھانا تیار کرنے لگے۔ فے نس آج سخت مضطرب اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے میر قافلہ کے پاس آکر کہا۔ "میرے آقا جلدی کیجئے اب بھی وقت کم اور فاصلہ زیادہ ہے۔"

میر قافلہ نے پوچھا یہاں سے قصریانہ کتنی دور ہے؟"

فے نس نے جواب دیا۔ چار فرسخ کا فاصلہ ہے۔ مگر میرے آقا سیریس مندر کے پجاریوں اور قصریانہ کے باشندوں کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ میں عیسائیوں یا مسلمانوں سے فریاد کرنے جارہا ہوں۔ ممکن ہے وہ وقت بدل کر صبح ہی اسے بھینٹ چڑھا دیں۔ اور میری دوڑ دھوپ اور آپکی مہربانی اور سفر کی کلفت سب بے کار ہو جائیں۔"

میر قافلہ نے۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

انہوں نے اسی وقت پکار دیا کہ کوچ کی تیاری کی جائے۔ کچھ لوگوں نے
جلدی جلدی تھوڑا بہت کھانا تیار کرلیا تھا۔ کچھ تیاری میں مصروف تھے۔ انہوں
نے پھرتی سے تیار کرلیا۔ اور سامان وغیرہ لاد کر سب روانہ ہو گئے اور دو گھنٹے سفر
کرنے کے بعد انہیں سیرلیس دیوی کے مندر کا عکس نظر آیا فے نس خوش ہوگیا۔
اس نے میر قافلہ سے کہا۔ ذرا اور تیزی سے چلئے۔ وہ اور تیزی سے چلے جب
کبھی وہ کسی اونچی چٹان پر چڑھ جاتے تو سیرلیس دیوی کا مندر اور دوسری اونچی
عمارتیں نظر آجاتیں اور جب وہ نشیب میں پہنچ جاتے تو کچھ بھی نظر نہ آتا۔۔۔
ایک مرتبہ ایک اونچے ٹیلے پر جانکلے۔ وہاں سے مندر اور مندر کا احاطہ صاف نظر
آرہا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ احاطہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے فے نس
تڑپ گیا۔ اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "او سمندر کے خدا اور سیرلیس دیوی مجھ
پر رحم کرو۔ میری بچی کو بچالو۔"

وہ فوراً ہی میر قافلہ کی طرف مخاطب ہوا اور بولا۔ "لوگ جمع ہو رہے ہیں
میرا قیاس ٹھیک نکلا۔ وہ وقت سے پہلے روزلیا کو بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔ میرے
آقا جلدی کیجئے۔ جلدی۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ٹٹو کی باگ اٹھا دی اور تیزی سے چلا۔ میر قافلہ
نے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔ غلطی نہ کرو فے نس راستہ ڈھلوان ہے اور
راستہ کے دونوں طرف مہیب غار ہیں۔ اگر ذرا بھی بے احتیاطی کی تو مع
گھوڑے کے کسی غار میں جا پڑو گے۔"

وہ سنبھل گیا۔ راستہ واقعی خطرناک تھا۔ اس کے دونوں طرف گہرے غار
تھے۔ اس نے گھوڑے کی رفتار کم کردی۔ یہ سب ٹیلے سے نیچے اترے اور گھوم
کھا کر آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگے۔ اب وہ اس سطح میدان میں آگئے۔ جو شہر
قصربانہ کے سامنے تھا۔ وہاں سے شہر کی عمارتیں اور سیرلیس دیوی کا مندر اور اس
کا احاطہ سب صاف نظر آنے لگے تھے۔ لوگ احاطہ میں کثرت سے جمع تھے۔
باجے بج رہے تھے اور ان کی سریلی آوازیں ان تک پہنچ رہی تھیں۔ فے نس کا
چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اس نے کہا۔ "مشتری نبتون کا شکر ہے ہم وقت پر پہنچ
گئے۔ قربانی کی ابتدائی رسمیں شاید شروع کردی گئی ہیں۔ اب گھوڑے دوڑا دیجئے

میرے حضور۔"

میر قافلہ نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کردی۔ اور سب لوگ بھی
گھوڑے دوڑا کر پیچھے چلے۔ یہ سب دم کے دم میں احاطہ کے سامنے پہونچ گئے
اور لوگوں نے انہیں آتے دیکھا۔ انہوں نے کچھ عجیب قسم کا شور کیا۔ تمام مجمع
ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ احاطہ کے قریب پہنچکر یہ لوگ گھوڑوں سے
اترے۔ میر قافلہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ عبائیں اتار ڈالو۔"

سب نے اپنی عبائیں اتار ڈالیں وردیاں نظر آنے لگیں وہ فوجی تھے اور
ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ میر قافلہ نے بھی عبا اتار ڈالی وہ بھی وردی پہنے ہوئے
تھے۔ ان کی وردی بہت اچھی تھی۔ وہ افسر تھے انکے ہتھیار مجلاً و مصفا تھے۔ وہ
اپنا دستہ لیکر صدر دروازہ سے احاطہ میں داخل ہوئے۔ لوگ انہیں دیکھتے ہی دب
گئے اور انہیں حیرت اور خوف بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

مجمع میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی سب اچھا لباس پہنے ہوئے تھے۔ نیز
عورتیں نہایت خوبصورت تھیں ان کے خدو خال نہایت دلکش تھے۔ وہ مردوں
میں مل جل تھیں۔ اس فوجی دستہ کے احاطہ میں داخل ہوتے ہی باجہ بند ہوگیا
تھا۔ چونکہ سیرلیس دیوی پر قربانی دی جانے والی تھی۔ اس لئے مندر خوب سجایا گیا
تھا۔ میر قافلہ فوجی افسر تھے۔ اس لئے اب ہم انہیں افسر ہی لکھیں گے انہوں
نے فے نس سے کہا۔ جاؤ اور اپنی بیٹی روزلیا کو ہمارے سامنے لاؤ۔

فے نس نے عرض کیا۔ "حضور والا میری یہ مجال نہیں ہے۔ آپ بڑے
پجاری کو طلب کیجئے۔ اور اس سے کہئے وہ روزلیا کو آپ کے سامنے پیش کرے
گا۔"

نوجوان افسر نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ہم تمہارے بڑے پجاری
سے باتیں کرنا چاہتے ہیں انہیں بلاؤ۔

کئی لوگ دوڑ گئے۔ ایک بوڑھا شخص جس کی داڑھی سفید تھی اور جو نیم
برہنہ تھا۔ آیا' یہی بڑا پجاری تھا۔ اس کے چہرہ سے خشونت و سختی کے آثار ظاہر
تھے۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا۔

میں گیا ہوں۔ کیا کہنا ہے آپ کو ......؟"

افسر:۔ روزلیا کہاں ہے؟"

پجاری:۔ آپ کیوں پوچھتے ہیں۔"

افسر:۔ اس لئے کہ اعلیٰ حضرت نے حکم دیا ہے کہ روزلیا کی قربانی نہ کی جائے۔"

پجاری:۔ لیکن یہ زلزلے کیسے رکیں گے۔ یہ جزیرہ تباہی سے کیسے بچے گا؟"

افسر:۔ "خدا بچائے گا۔"

خدا .... پجاری نے کانپتے ہوئے کہا۔ افسر نے کہا ہاں خدا وہ خدا جس کے حکم کے بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ جو ہر چیز کا خالق اور ہر بات پر قادر ہے۔ .... روزلیا کو ہمارے سامنے پیش کرو۔"

پجاری:۔ مگر وہ ہے کہاں؟

افسر:۔ کہاں گئی ......"

پجاری:۔ اس کی ماں سرپی نے اسے بھگا دیا ہے۔"

فے نس نے کہا۔ "یہ نہیں ہوسکتا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

پجاری نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اپنی بیوی سے پوچھو۔ ایسا ہی ہوا ہے وہ گرفتار ہے۔"

فے نس وہاں سے بھیڑ کو چیرتا ہوا دوڑا۔ وہ مندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا اس کی بیوی سرپی رسیوں میں بندھی کھڑی تھی۔ اس نے آواز دی۔ "سرپی" سرپی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "تم آگئے خوب وقت پر آئے۔" افسر روزلیا کو بچانے آئے تھے۔ جزیرہ سسلی کی سب سے حسین دوشیزہ کو مگر وہ نہیں ملی۔ تھی گم کردی گئی۔ انہیں بڑا افسوس ہوا۔

۷

فے نس کے پیچھے ہی افسر بھی چل پڑے تھے اور افسر کے پیچھے پانچ سپاہی

بھی۔ افسر مندر کے دروازہ پر پہونچکر کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے سیریس دیوی کے بت کو دیکھا سنگ مرمر کا خوبصورت مجسمہ تھا۔ نہایت حسین عورت کا سنگ مرمر ہی کا اس کا تاج تھا۔ تاج میں سچے موتی جھلملا رہے تھے۔ دیوی کا بت انہوں نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا۔ انہوں نے سرپی کو بھی رسیوں میں جکڑی ہوئی دیکھا فے نس کو اس نے کہا۔

"سرپی" روزلیا کہاں ہے۔

سرپی نے جواب دیا۔ سیریس دیوی ہی خوب جانتی ہیں۔"

فے نس:۔ مگر پجاری کہتے ہیں تم نے اسے بھگا دیا ہے۔"

سرپی:۔ وہ پجاری ہے۔ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔"

اس وقت پجاری بھی افسر کے برابر آکھڑا ہوا۔ اس نے تیز نظروں سے سرپی کو دیکھ کر کہا۔ "او بدبخت عورت پاک دیوی کے سامنے جھوٹ بول رہی ہے۔ بھسم ہو جائے گی۔"

سرپی:۔ اگر میں دیوی کے سامنے جھوٹ بول رہی ہوں تو دیوی مجھے غارت کرے۔ سائیکلوپ مجھے اٹھا کر لے جائے۔ سمندر مجھے کھینچ لے۔ اور سورج دیوتا مجھے جھلس ڈالے۔

فے نس جلدی سے پجاری کی طرف بڑھا اور بولا۔ کہئے اب آپ کیا کہتے ہیں۔

پجاری:۔ "میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" اب فے نس پجاری کے سامنے گھٹنوں پر کھڑا ہوگیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"میری بچی بچا دیجئے۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

پجاری:۔ کیا تم مجھ پر شک کرتے ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اسے غائب کرایا ہے ......؟"

فے نس:۔ آخر پھر روزلیا کیا ہوئی۔ کہاں گئی ......؟

پجاری:۔ مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔

اب فے نس سرپی کی طرف مخاطب ہوا۔ اس نے کہا۔

سرپی، تم نے روزلیا کی حفاظت کیوں نہیں کی ....؟"

سرپی :۔ جہاں تک میں حفاظت کرسکتی تھی میں نے کی' مگر....؟"

فے نس :۔ مگر کیا......؟

سرپی :۔ میں اپنی بچی کو کھو بیٹھی۔ یہ کہتے ہی وہ سسکیاں لے لیکر رونے لگی۔
افسر کو بڑا افسوس ہوا کہ جس روزلیا کے لئے انہوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں وہ ان کے آنے سے پہلے ہی غائب کردی گئی۔"

اب فے نس افسر کی طرف مخاطب ہوا اس نے عرض کیا۔ میرے آقا! میں تباہ ہوگیا۔ میری بیٹی غائب کردی گئی۔ بتایئے اب میں کیا کروں۔"

افسر سخت حیرت میں تھے۔ جب وہ پجاری کی طرف دیکھتے تھے تو اس کے تقدس کی وجہ سے ان پر بدگمانی نہیں کرسکتے تھے اور جب سرپی کو دیکھتے تھے تو اس کے آنسو دیکھ کر اس پر شک نہیں کرسکتے تھے نیز افسر نے یہ بھی دیکھ لیا کہ لوگوں میں سخت اشتعال ہے اور وہ غصہ بھری نظروں سے سرپی کو دیکھ رہے تھے۔ اب افسر نے سرپی سے کہا۔ روزلیا تمہارے پاس ہی رہتی تھی۔"

سرپی :۔ جی ہاں!"

افسر:۔ وہ کس وقت تک تمہارے پاس رہی......؟

سرپی :۔ کل شام تک۔ میں ساری ہی باتیں عرض کئے دیتی ہوں اب اس نے بیان کرنا شروع کیا۔

روزلیا کو معلوم تھا کہ اس کی قربانی دی جائے گی۔ جب ان پانچ آدمیوں نے جو جزیرہ کی سب سے زیادہ حسین لڑکی تلاش کر رہے تھے اور کئی دیہات اور شہروں کا دورہ کر کے آئے تھے روزلیا کو دیکھا اور انہوں نے اسے جزیرہ کی حسین ترین لڑکی قرار دیا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں اس معصوم کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا حسن اس کے لئے وبال جان ہوگیا ہے اس کی زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں رونے لگی تو اسے بڑا تعجب ہوا جب انتخاب کرنے والے چلے گئے تب اس بھولی بھالی لڑکی نے کہا۔ "ماں تم اس بات سے خوش نہیں ہوئیں کہ ان لوگوں نے مجھے جزیرہ کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی قرار دیا ہے۔"

میں نے کہا بچی! اگر حسن کا مقابلہ ہوتا تو میں بہت خوش ہوتی مگر تجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ حسن کا مقابلہ نہیں تھا انہوں نے تجھے قربانی کے لئے منتخب کیا ہے۔

روزلیا حیران رہ گئی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس سال جزیرہ میں زلزلے زیادہ آرہے ہیں جب اس جزیرہ کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی کو سیریس دیوی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا تب یہ زلزلے بند ہوں گے۔

یہ سن کر روزلیا غمزدہ ہوگئی۔ اس نے کہا ماں یہ بات سچ ہے کہ ہم تو دیوتا سیریس دیوی کو چھوڑنے کو تیار تھے اور نہ روزلیا کو خانقاہ میں داخل کرنے پر آمادہ تھے....

پادریوں نے ان کی مدد کرنے سے انکار کردیا۔ اب انہوں نے مسلمانوں کا سہارا لیا اور ان سے مداخلت کی درخواست کرنے کے لئے روانہ ہوگئے جب وہ چلے گئے تو ایک روز مارے بس جو اب علاقے کا سب سے بڑا جادوگر ہے اور جس کی بابت مشہور ہے کہ وہ سیاروں سے باتیں کیا کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کی قسمتوں کا حال جان لیا کرتا ہے آنکلا۔ روزلیا سامنے ہی بیٹھی تھی۔ وہ خوش تھی' اور میں اس کی وجہ سے غمزدہ تھی۔ میں نے مارے بس کی تعظیم کی۔ اس کے بیٹھنے کے لئے چوکی بچھا دی اس نے روزلیا کو اپنے قریب بلایا کچھ دیر تک تو وہ اس کی حسین صورت دیکھتا رہا پھر اس نے اس کے ہاتھ دیکھے اور اپنی جھولی میں سے ہاتھی دانت کے پانسے نکالے۔ انہیں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا کچھ دیر کے بعد بولا۔

"بیٹی! تو بڑی خوش قسمت ہے۔ اس جزیرہ پر حکومت کرے گی۔" روزلیا خوش ہوگئی اور چہرہ اور بھی چمکنے لگا۔

میں نے کہا۔ "اے عظیم جادوگر! کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اس بچی کو قربانی کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔"

مارے بس نے پہلے میری طرف اور پھر روزلیا کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے پانسوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور اطمینان کے لہجہ میں کہا۔

"قربانی ....؟" دلربا سرسے میری مدد کرے میرا علم اور سیارے کہتے ہیں کہ روزیلا قربان نہیں کی جائے گی یہ اس جزیرہ کی ملکہ بنے گی۔"

میں بہت خوش ہوئی مجھے خیال ہوا کہ شاید مسلمان میری اس خوبصورت بچی کو بچالیں گے ... اور ممکن ہے کہ وہ کسی وقت ایسی قوت حاصل کرلے کہ اس جزیرہ سے عیسائی اور مسلمان دونوں قوموں کو نکال دے۔ اور یہاں کی ملکہ بن جائے۔

مار سے بس چلا گیا۔ اس کی باتوں سے میرے دل کو کچھ تسلی سی ہوئی۔ لیکن جوں جوں قربانی کے دن قریب آتے گئے۔ میری بے چینی بڑھتی گئی۔ میں روزانہ فے نس کے آنے کا انتظار کرتی۔ جب رات زیادہ گزر جاتی تو مایوس ہو کر سونے کی کوشش کرتی۔ لیکن آدھی رات تک نیند نہ آتی جب صرف دو دن باقی رہ گئے تو میرا اضطراب اور بھی بڑھ گیا دل ڈوبنے لگا۔ اب کوئی امید باقی نہ رہی۔ ایک روز شام کے وقت مقدس پجاری مندر کے کئی لوگوں کو ساتھ لے کر ابتدائی رسمیں ادا کرنے کے لئے گھر آئے انہوں نے کہا یہ مارسے بس کی پیشن گوئی کی کیا شہرت ہے۔"

غالباً" مارسے بس نے کچھ لوگوں سے اپنی پیشنگوئی کا ذکر کردیا تھا اور پجاری جی نے سن لیا تھا میں نے انہیں سب باتیں بتائیں وہ ہنس پڑے۔

اور روزلیا اس وقت نہائی تھی۔ اسے مندر کے کپڑے اور زیور پہنائے گئے کئی داسیوں نے آکر روزلیا کا سنگھار کیا۔ پجاری کے سامنے بن سنور کر جب روزلیا گئی تو یہ مبہوت رہ گئے۔ میں نے مناسب موقع سمجھ کر کہا۔ "اے سیریس دیوی کے پاک پجاری روزلیا کو بچا لیجئے۔

پجاری چونک پڑے۔ انہوں نے کہا نہیں' جونو دیوتا کے غصہ کو ہم برداشت نہ کرسکیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ روزلیا بہت خوبصورت ہے بہت ہی خوبصورت۔ اس کی قربانی سے دکھ ہوگا۔ مگر اہل جزیرہ کی سلامتی کے لئے قربانی دینی ہی پڑے گی۔"

پجاری داسیاں اور مندر کے سب لوگ واپس چلے گئے۔ اس رات کو مجھے بالکل نیند نہیں آئی۔ میں نے فے نس کے آنے کی دعائیں مانگیں لیکن یہ نہیں آئے۔

روزلیا دوپہر بعد میرے پاس آئی اور ضد کرنے لگی کہ اس کے سب سے زیادہ اچھے کپڑے اور گہنے پہننے دوں۔ مگر میں مجبور تھی اب وہ سیریس دیوی کی داسی بن چکی تھی۔ مندر ہی کے کپڑے اور زیور پہن سکتی تھی۔ میں نے انکار کیا۔ لیکن اس نے اس قدر اصرار کیا کہ میں مجبور ہوگئی۔ میں نے مندر کے کپڑے اور زیور اتار لئے اور اس کے وہ کپڑے جنہیں وہ بہت پسند کرتی تھی اور زیور پہننے کو دیدیئے۔ اس نے غسل کیا کپڑے بدلے سنگھار کیا اور زیور پہنے۔ دو گھڑی دن باقی رہا تھا کہ اس نے مجھ سے سامنے والی پہاڑی تک جانے کی اجازت چاہی۔ میں نے دل نہ چاہنے پر بھی اسے اجازت دیدی اور وہ چلی گئی۔ اور پھر وہ رات تک واپس نہیں آئی۔

دن چھپتے ہی پجاری اور داسیاں مندر کے لوگوں کے مجمع کے ساتھ آئے۔ روزلیا کو دلہن بنانے کے لئے۔ مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے ان سے سب حالات سنائے۔ پجاری بگڑ گیا اور انہوں نے مجھے گرفتار کرلیا اور روزلیا کو تلاش کرنے لگے۔ مجھے مندر میں لے آئے۔ یہ ہے روزلیا کی گمشدگی کا واقعہ۔ "اور یہ باتیں سچ ہیں۔" ایک آواز آئی۔ افسر نے پجاری نے۔ سربی نے۔ اور جو لوگ وہاں کھڑے تھے سب نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص مجمع کو چیرتا ہوا بڑھا چلا آرہا تھا۔ پجاری نے کہا۔ "مارسے بس جادوگر۔" یہ شخص مارسے بس جادوگر ہی تھا۔ اس کی طرف دیکھنے لگے مارسے بس افسر کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ اس نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا مقدس پجاری! اب باقی حالات تم بیان کرو۔"

"میں کیا حالات بیان کروں۔" پجاری نے کچھ گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا مارسے بس کڑی نظروں سے پجاری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا جس طرح سربی نے سب حالات سنا دیئے اسی طرح تم بھی سنادو۔

پجاری نے۔ کچھ حالات ہوں تو سناؤں۔ مجھ سے متعلق جو حالات تھے وہ سربی نے بیان کر ہی دیئے ہیں۔

مارسے بس :۔ تم بھی اپنی زبان سے بیان کردو۔

پجاری :۔ تمہیں اصرار ہے تو سنو۔

اور پجاری نے بیان کرنا شروع کیا۔

اس سال اس جزیرہ میں کثرت سے بھونچال آئے کہ تمام لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ ایک روز ایسا سخت جھٹکا آیا کہ یہ مندر لرز گیا اور دیوی سیریس اپنی جگہ سے ہل گئیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر کانپ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ دیوی سیریس پر قربانی کرنی ہوگی۔ اگر قربانی نہ کی گئی تو جزیرہ ضرور تباہ ہو جائے گا۔

چنانچہ اس جزیرہ میں یہ رسم قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے کہ جس سال بھونچال زیادہ آتے ہیں تو جزیرہ کی سب سے زیادہ حسین لڑکی کو دیوی سیریس پر بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ اس قربانی کے بعد زلزلے فوراً بند ہو جاتے ہیں نیز اس جزیرے کی پرانی قوموں کا جس میں یونانی اور رومی دونوں ہی ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ جونو دیوتا سیریس دیوی کو پکڑ کر کوہ آتش فشاں جوالا مکھی میں کود پڑتے ہیں۔ اس سے پہاڑ آگ اور لاوا زیادہ پھینکنے لگتا ہے اور گڑگڑاہٹ اس قدر بڑھ جاتی ہے جیسے ہزاروں بادل کڑکنے اور گرجنے لگے ہوں۔ اس کی گڑگڑاہٹ کے شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگتے ہیں۔ زمین اور آسمان لرز اٹھتے ہیں اور زلزلے کثرت سے آنے لگتے ہیں۔

جب کبھی ایسا ہوتا ہے تو اس جزیرہ کی سب سے زیادہ حسین اور مہ جبین لڑکی کو تلاش کیا جاتا ہے اور اسے سیریس دیوی کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس سے جونو دیوتا خوش ہو کر سیریس دیوی کو چھوڑ دیتے ہیں جوالا مکھی پہاڑ اپنے معمول پر آجاتا ہے گڑگڑاہٹ بند ہو جاتی ہے اور زلزلے رک جاتے ہیں۔

چنانچہ میں نے کئی شہر کے پجاریوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ سب کی ہی رائے ہوئی کہ دیوی سیریس پر قربانی کی جائے اور ایسے پانچ مبصروں کی جو ایک حسینہ کی جانچ کا پورا سلیقہ رکھتے تھے۔ کمیٹی مقرر کی گئی اور انہیں علاقہ کے دورے پر بھیجا گیا ان لوگوں نے لمبا سفر کیا۔ تمام دیہات اور شہروں میں گھومے مگر ان کی نگاہوں میں کوئی حسینہ نہ چڑھی۔ انہوں نے کیسٹرو گیانی (قصریانہ) میں

بھی دیکھا اور جونہی ان کی نگاہ روزلیا پر پڑی ان کے دل کی کلی کھل گئی انہوں نے اسے منتخب کرلیا اور اس سے کہا۔ اے وہ ماہرو! جو اس جزیرہ میں سب سے زیادہ حسین اور مہ جبین ہے۔ تجھے اس زمانہ کی حسینہ بننا مبارک ہو۔ تو سیریس دیوی کے قابل ہے۔"

اور ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ تلاش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ انہیں ایسی حسینہ مل گئی ہے جس کا جواب اس جزیرہ ہی میں نہیں بلکہ اٹلی اور رومہ میں بھی نہیں۔ اور اس روز روزلیا کا انتخاب کا اعلان کردیا گیا۔

میرا یہ فرض تھا کہ میں خود بھی روزلیا کو دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے ایک روز اس کے گھر جا کر اسے دیکھا۔ واقعی وہ آسمانی حور تھی میں نے ایسی حسین لڑکی مدت العمر میں نہیں دیکھی تھی۔ میں چلا آیا اور خوش تھا کہ جونو دیوتا اس کی قربانی سے خوش ہو جائیں گے اور سیریس دیوی کو چھوڑ دیں گے۔

جب رسموں کی ادائیگی کا وقت آیا تو میں مہنتوں اور داسیوں کے ساتھ مندر کی طرف سے نہایت فاخرہ لباس اور بیش بہا زیورات لے کر روزلیا کے ..... مکان پر پہنچا۔ داسیوں نے اسے غسل کرایا اس کے پھول سے بدن پر خوشبویات ملیں اور ریشمی کپڑے پہنائے اس کا سنگھار کیا اور زیورات پہنا کر اسے آسمانی حور بنا دیا۔ جب روزلیا میرے سامنے آئی تو میں اس کا حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ مجھے بھی افسوس ہوا کہ گلشن حسن کی یہ اچھوتی کلی چند ہی روز کی مہمان ہے اور میں وہاں سے چلا آیا۔

اور کل جب میں روزلیا کو مندر میں لانے کے لئے اس کے گھر پہنچا تو وہ غائب کردی گئی تھی۔ مجھے بڑا افسوس ہوا کیونکہ یہ بات دیوتا کے غصہ کو اور بھڑکا دینے والی تھی اور اس سے جزیرہ کا تباہ ہو جانا یقینی تھا۔ میں نے سرلی سے اس کے متعلق پوچھا وہ کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکی۔ میرے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ میں اسے گرفتار کر کے مذہبی کونسل کے سامنے پیش کروں۔

لہٰذا میں اسے گرفتار کرلایا۔ رات کو مذہبی کونسل کا اجلاس ہوا اس اجلاس میں میں نے تمام واقعات جو آپ کو سنائے بیان کئے۔

کونسل کے ممبروں پر روزلیا کی گمشدگی کی وجہ سے خوف و ہراس طاری ہوگیا اور کچھ دیر بحث و مباحثہ کے بعد کونسل نے یہ طے کیا کہ سرپی نے روزلیا کو بھگا کر دیوتا جونو کو ناخوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیوتا کا غصہ اور عوام کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سرپی کو بھینٹ چڑھا دیا جائے اور روزلیا کو ڈھونڈا جائے۔

آدھی رات کو یہ کونسل برخاست ہوئی ۔ مجھے اور اس مندر کے تمام مہنتوں اور واسیوں کو فکر تھی کہ صبح کو جب عوام قربانی کا منظر دیکھنے کے لئے آپہنچنے اور روزلیا کو نہ پاوینگے تو ممکن ہے کہ وہ جوش و غضب میں دیوانے ہو جائیں اور کوئی ایسی حرکت کر بیٹھیں جو تہذیب و اخلاق کے خلاف ہو۔ ان کے جوش اور غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ انہیں تمام حال سے آگاہ کرنے کے بعد یہ خبر سنا دی جائے کہ مجرمہ کو کونسل نے کیا سزا دی ہے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو مندر کو حسب معمول سجایا گیا۔ اور دوپہر کے وقت جب عوام جمع ہو گئے تو میں نے مجمع کو تمام حالات سے خبردار کر کے مذہبی کونسل کی کارروائی کی اطلاع کردی اور یہ بتا دیا کہ کونسل نے مجرمہ کو قربانی کی سزا دی ہے۔ اگرچہ مجمع کو جوش و غصہ تو بہت آیا۔ مگر مذہبی کونسل کے فیصلہ پر راضی ہوگیا اور کسی نے نازیبا حرکت نہیں کی۔ اب سرپی کو قربان کیا جائیگا۔

مارسے بس :۔ مجھے معلوم ہیں اور میں بیان کروں گا۔ تمہیں یہ یقین ہے کہ سرپی نے روزلیا کو غائب کیا ہے؟ پجاری :۔ بالکل یقین ہے۔ تم مشہور جادوگر ہو تمہیں اگر اپنے علم سے کچھ اور حالات معلوم ہوں تو ....مارسے بس :۔ اچھا یہ ہے کہ تم خود ہی اس مسلمان افسر کے سامنے اپنے قصور کا اعتراف کرلیتے۔

"میں اپنے قصور کا اقرار کرلوں ......" پجاری نے بظاہر سخت متعجب ہو کر کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے کچھ فکر اور پریشانی کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ مارسے بس نے سختی کے ساتھ کہا۔

"ہاں اپنے جرم کا.... اس جرم کا جسے تم تقدس کے پردے میں چھپانا چاہتے ہو۔"

پجاری :۔ مارسے بس تم جانتے ہو کس سے ہم کلام ہو رہے ہو۔"

مارسے بس :۔ جانتا ہوں۔ تم دیوی سیریس کے مندر کے پجاری ہو۔

پجاری :۔ اور میری قوت سے بھی واقف ہو۔

مارسے بس :۔ اچھی طرح سے۔

پجاری :۔ تب تمہیں سوچ سمجھ کر باتیں کرنی چاہئیں۔

مارسے بس :۔ میں اچھی طرح سوچ سمجھ کر باتیں کر رہا ہوں۔

پجاری :۔ اب کہو کیا کہتے ہو.....؟

مارسے بس :۔ میں کہہ چکا ہوں اور تم نے سن لیا ہے۔

پجاری :۔ صاف صاف کہو۔

مارسے بس :۔ صاف صاف ہی کہہ رہا ہوں۔

پجاری :۔ تم کیا چاہتے ہو۔

مارسے بس :۔ صرف یہ کہ تم اپنے جرم کا اقرار کرلو۔

پجاری :۔ کس جرم کا......؟

مارسے بس :۔ جو جرم تم نے کیا ہے اور جس جرم کو اپنے تقدس کے پردے میں چھپانا چاہتے ہو۔ ایک بے گناہ کو ملزم ٹھہرا رہے ہو۔

پجاری :۔ میں نے بہت سنا۔ اب سننے کی تاب نہیں ہے۔

مارسے بس :۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے جرم کا ڈھنڈورہ عوام کے سامنے پیٹ دیا جائے۔

پجاری :۔ سنو مارسے بس! کبھی کبھی علم غلطی بھی کرجاتا ہے۔ اگر تمہیں اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہوئی ہو تو پہلے اس کی تصدیق کرلو۔ پھر اپنی زبان سے نکالو۔

مارسے بس :۔ میں نے تصدیق کرلی ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں کوئی بات جس کی تصدیق نہ کرلوں۔ نہیں کہا کرتا میں ایک موقع اور دیتا ہوں تم اپنے جرم کا اقبال ان مسلمان افسر کے سامنے کرلو۔ یہ بات عوام میں نہ پھیلے گی یہ عوام کو مطمئن کردیں گے تمہارا تقدس اور تمہاری زندگی دونوں بچ جائیں گے۔

پجاری :- میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔

بہت اچھا مارے بس نے ترشروئی سے کہا اور مجمع کو مخاطب کر کے بلند آواز سے چلایا۔ لوگوں روزلیا کے متعلق میں واقعات بیان کرتا ہوں خاموش ہو کر سنو۔

اب لوگ مارے بس کی طرف متوجہ ہو کر بالکل خاموش ہو گئے۔

۹

اور مارے بس نے کہنا شروع کیا۔

اے اہل سسلی، اور اے سیریس دیوی کے پجاریو! زمانہ سلف سے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو حسینہ دیوی پر بھینٹ چڑھانے کے لئے منتخب کر لی گئی تھی وہ غائب ہو گئی ہے یا غائب کر دی گئی ہے کیونکہ اس منتخب لڑکی کو سب دیوی کی طرح قابل احترام سمجھنے لگتے ہیں۔ اور وہ لڑکی بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی تھی۔ اور یہ ہے بھی بڑی خوش قسمتی کی بات۔ جس لڑکی کی قربانی کی جاتی ہے وہ دیوتا جونو کی منظور نظر اور سیریس دیوی کی سہیلی بن جاتی ہے۔ آسمانی بادشاہت میں پہنچ جاتی ہے۔ یہ بڑی خوش قسمتی اور بڑے فخر کی بات ہے۔

اب اس سال روزلیا قربانی کے لئے منتخب کی گئی میں اس انتخاب کے بعد اس سے ملا وہ خوش تھی۔ حقیقت میں روزلیا اس زمانہ کی بے نظیر حسینہ ہے ایسی ہی صورتوں پر دیوتاؤں کو بھی پیار آجاتا ہے اگرچہ وہ اسی شہر کیسٹرو گیانی (قصریانہ) میں پیدا ہوئی یہیں پر پلی بڑھی اور شباب کی منزل میں داخل ہوئی مگر اسے بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جو لوگ اس سے واقف ہیں وہ بھی ایسا حسین نہیں سمجھتے تھے جیسی وہ تھی۔ مگر جب وہ قربانی کے لئے منتخب کر لی گئی تو اس کی شہرت ہو گئی لوگ اسے چوری دیکھنے کے لئے آنے لگے اور دیکھ کر حیران ہونے لگے۔ مقدس پجاری بھی روزلیا کو دیکھنے گئے وہ اس کی کمان ابرو کو دیکھتے ہی اس کے تیر نظر کا چرکہ کھا بیٹھے۔ اس کے حسن و جمال کی تعریفیں کرتے ہوئے واپس

لوٹ آئے......

میں وہ حالات بیان نہیں کر رہا ہوں جو مجھے میرے علم کے زور سے معلوم ہوئے بلکہ وہ واقعات بیان کر رہا ہوں۔ جو حقیقت میں گزرے ہیں۔ تم سب جانتے ہو میں جادوگر ہوں۔ سیاروں سے باتیں کرتا ہوں جس انسان کے حالات میں اپنے علم کے زور سے معلوم کرنا چاہوں وہ مجھے رتی رتی معلوم ہو جاتے ہیں نیز مجھے یہ بھی قدرت ہے کہ میں اپنے علم کے زور سے وہ تمام حالات سب کو دکھا بھی سکتا ہوں۔ اگر مجمع نے خواہش کی تو میں روزلیا کے ساتھ جو کچھ گزرا ہے وہ دکھا بھی دوں گا۔

مارے بس دم لینے کے لئے رکا۔ مجمع میں کچھ شور ہوا۔ مارے بس نے انہیں ہاتھ کا اشارہ کیا اور چلا کر کہا شور نہ کرو۔ اگر کچھ کہنا ہے تو صرف ایک آدمی کہے۔ مجمع خاموش ہو گیا۔ ایک نوجوان شخص نے کہا کہ تمام لوگوں کا یہ مطالبہ ہے کہ روزلیا کے ساتھ جو حالات گزرے ہیں وہ بیان نہ کئے جائیں بلکہ دکھائے جائیں۔

مارے بس نے اس نوجوان کو دیکھ کر کہا تم وہ خوش قسمت نوجوان ہو کہ جسے روزلیا سے چند مرتبہ تنہائی میں باتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے تمہارے دل میں اس کی محبت جگہ پکڑ گئی تھی اور تم اس کی طرف کھنچے چلے جا رہے تھے۔ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے جو بھی اس گل رخسار کو دیکھ لیتا ہے وہی اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اگر تمہارا اور تمام مجمع کا یہی مطالبہ ہے کہ میں اپنے اس جادو کے علم سے جو دلربا مرے کی مہربانی سے کچھ تھوڑا سا مجھے حاصل ہو گیا ہے ان واقعات کو بیان نہ کروں بلکہ دکھادوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔

نوجوان نے کہا ہمارا یہ مطالبہ نہیں ہے بلکہ درخواست ہے۔ ہم نے آپ کا نام سنا ہے آج آپ کے جادو کے علم کا کمال دیکھنا چاہتے ہیں۔

مارے بس :- میں تمہاری سب کی یہ تمنا پوری کروں گا مگر ایک شرط ہے۔

نوجوان :- وہ کیا شرط......؟

مارے بس :- تم اپنی آنکھوں سے وہ سب دیکھو گے جس کا یقین مشکل سے آئے گا اور جب یقین آجائے گا تو جوش و غضب [illegible]

اٹھ کھڑا ہوگا اور تم غصہ میں آپے سے باہر ہو کر مجنونانہ حرکتیں کرنے پر تیار ہو جاؤ گے۔ وعدہ کرو کہ کوئی نامناسب حرکت نہ کرو گے۔

نوجوان اور مجمع کے لوگوں نے اقرار کیا کہ وہ ضبط سے کام لیں گے اور کوئی نامناسب حرکت نہ کریں گے۔

مسلمان افسر اور ان کے ساتھی حیران ہو رہے تھے کہ مارے بس کیا بات دکھانے والا ہے۔ ان کے لئے قیمتی فرش بچھا دیا گیا۔ وہ بیٹھ گئے' اور مارے بس نے ایک طرف سے لوگوں کو ہٹا کر کافی میدان خالی کرالیا وہ پھر پجاری کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ دیکھئے اب وہ تماشا شروع ہوتا ہے جو تمہارے لئے بڑا تکلیف دہ ہوگا۔ اب بھی وقت ہے کہ تم اپنے جرم کا اقرار کرلو۔

پجاری نے کہا۔ میں تم سے اور تمہارے علم سے مرعوب ہونے والا نہیں کرو جو تم کرنا چاہتے ہو۔

مارے بس:۔ بہت اچھا اب تم اپنی آنکھوں سے وہ دیکھو گے جو کھیل تم نے کھیلا ہے۔ تم بھی معزز مہمانوں کے پاس بیٹھ جاؤ۔

پجاری بھی افسر کے پاس بیٹھ گیا۔ مارے بس ان سے ذرا آگے بڑھ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اس نے کچھ پڑھنا شروع کیا پڑھتا گیا اور جھومتا رہا تمام مجمع کی نگاہیں اس کی طرف لگی ہوئی تھیں افسر اور تمام مسلمان بھی اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دفعتہً" اس میدان میں جو چوڑا ہو گیا تھا۔ بگولے اٹھنے لگے اور اس کثرت سے اٹھے کہ وہ قطعہ تیرہ و تار ہوگیا۔ اب مارے بس جو کچھ کہتا جاتا تھا وہ لوگوں کو نظر آتا جاتا تھا۔

تھوڑی دیر میں غبار چھٹ گیا اور میدان میں نفیس کا مکان بن گیا۔ مکان کے اندر سے روزلیا نکلی سادہ لباس میں حسن و جمال کی بارش کرتی اور ادائیں دل صافی اس کی صورت ایمان شکن اور ادائیں صبر آزما تھیں۔ جس وقت وہ مکان سے باہر نکلی ٹھیک اسی وقت پجاری آگیا۔ اس نے اس سیم تن کو دیکھ جو نچا۔ اور آہستہ سے کہا۔ "جناتی حور' گلشن حسن کی ناشگفتہ کلی" وہ تحسین آمیز نظروں سے اسے دیکھتا رہا اور واپس چلا گیا اور روزلیا مکان کے اندر چلی گئی۔

اگرچہ پجاری نے بہت ہی آہستگی سے روزلیا کے حسن کی تعریف کی تھی مگر تمام مجمع نے اس کی آواز سن لی۔ سب لوگ خواہ مرد تھے یا عورتیں دم بخود کھڑے یا بیٹھے تھے۔ سب کی نظریں اس میدان کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ جہاں تماشا ہو رہا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد پجاری کئی مہنتوں اور داسیوں کے ساتھ آیا۔ داسیاں لباس اور زیورات لئے ہوئے تھیں وہ روزلیا کے گھر میں گئے اور داسیوں نے ہنس ہنس کر روزلیا کو نہلایا۔ اس کے بدن کو خوشبو لگائی۔ بھینی بھینی خوشبو تمام میدان میں پھیل گئی پھر اسے کپڑے پہنائے سنگھار کیا۔ زیورات پہنائے وہ رشک حور بن گئی۔

جب وہ بن سنور کر پجاری کے سامنے آئی تو وہ اسے دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ آخر تو نے میرا صبرو قرار لوٹ لیا۔ اے گلشن حسن کی چھوٹی کلی.... میں تجھے بچاؤں گا۔

وہ چلا گیا۔ روزلیا کا گھر غائب ہوگیا اب وہاں سیریس دیوی کا مندر بن گیا اور ایک دم مندر کا رخ بدل کر اس کے پشت کا حصہ نظر آیا۔ اس طرف مہنت چل پھر رہے تھے اور پجاری بھی وہاں آگیا۔ مہنت اس کے سامنے سے ادھر ادھر ہٹ گئے۔ پجاری نے مہنت کو اپنے سامنے بلا کر کہا۔ تم کہا کرتے تھے کہ میرے اشارہ پر اپنی جان تک دے سکتے ہو۔

مہنت نے کہا جی ہاں! میں کہا کرتا تھا اور اب بھی کہتا ہوں۔

پجاری:۔ کیا تم میرے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈال دو گے۔

مہنت:۔ بیشک آپ کوئی حکم دیجئے اور دیکھئے میں کس طرح اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

پجاری:۔ تب سنو۔ تم نے روزلیا کو دیکھا ہے۔

مہنت:۔ جی ہاں دیکھا ہے۔ بڑی سندر ہے۔

پجاری:۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ قربان کردی جائے گی۔

مہنت:۔ مجھے بھی اس کا بڑا افسوس ہے۔

پجاری:۔ میں اسے بچانا چاہتا ہوں۔

مہنت:۔ مگر پجاری جی! اس جزیرہ کا کیا حال ہوگا۔

پجاری :۔ سنو! اس جزیرہ میں صرف ہماری ہی قوم نہیں رہتی ہے۔ بلکہ عیسائی اور مسلمان بھی رہتے ہیں اور وہ ان باتوں کو نہیں مانتے۔ جنہیں ہم اور ہماری قوم مانتی ہے۔ اگر ہم تباہ ہوں گے تو عیسائی اور مسلمان بھی تباہ ہوں گے ہم اپنی قوم کی حسینہ کو کیوں قربان کریں۔ کسی عیسائی یا مسلم دوشیزہ کا کیوں انتخاب نہ کریں۔

منت :۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر روزلیا منتخب کر لی گئی ہے۔

پجاری :۔ ہمیں اسے بچانا چاہیئے۔ وہ دن ڈھلے پہاڑ پر پہنچ جائے گی تم اسے ساتھ لے کر چل دینا ..... اور سنو۔

پجاری نے منت کے کان میں کچھ کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔ تم سے وہیں آملوں گا۔

اور دونوں کے عکس دھندلے ہو کر غائب ہوگئے اب روزلیا نظر آئی۔
پجاری اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا" تمہیں مارے بس کی بات یاد ہے۔
روزلیا :۔ ہاں یاد ہے۔
پجاری :۔ تم یہ مندر کے کپڑے اتار کر اپنے اچھے کپڑے پہنو اور سامنے والی پہاڑی پر چلی جاؤ۔ خوش قسمتی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ پجاری چلا گیا۔ روزلیا اپنی ماں سرپی کے پاس گئی۔ اس سے اپنے کپڑے پہنے کی اجازت لی مندر کے کپڑے اور گہنے اتار ڈالے اپنے کپڑے اور زیور پہن لیے۔ اس نے اپنی ماں سے پہاڑ تک جانے کی اجازت چاہی سرپی نے اجازت دیدی۔ وہ چل پڑی ... اور پہاڑی پر پہنچی۔ وہاں اسے منت ملا۔ منت نے کہا۔ "تم آگئیں۔ روزلیا آؤ میں تمہیں وہاں پہنچا دوں جہاں سے تمہاری خوش قسمتی کا ستارہ طلوع ہوگا۔"

روزلیا چپ چاپ منت کے ساتھ چل پڑی۔ اس کے بعد میدان میں پھر غبار چھا گیا اور جب غبار ہٹا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ میدان رہ گیا تھا مارے بس بیٹھا اب بھی کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر میں ا سنے پڑھنا بند کیا۔ وہ اٹھا اس نے کہا لوگو! تم نے دیکھ لیا مجرم کون ہے؟"

مجمع ابھی تک محو بیخود تھا۔ گویا سب پر جادو کردیا گیا تھا اب لوگوں کی بیخودی ٹوٹی ایک نوجوان نے چلا کر کہا۔
"ہم نے مجرم کو دیکھ لیا ہے۔ اس کے ٹکڑے کر دینے چاہئیں اس کے تقدس کی دھجیاں اڑا دینی چاہئیں۔"
تمام مجمع سے اسی قسم کی آوازیں آئیں اور لوگ پجاری کی طرف بڑھے۔
مارے بس نے کہا۔ اپنا وعدہ یاد رکھو۔"
لیکن مجمع پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ جوش اور غصہ میں بھر گئے تھے ان میں سے کئی لوگوں نے کہا۔ منحوس پجاری نے ہمیں تباہ کرنا چاہا ہے۔ ہم اس کا خاتمہ کر کے دم لیں گے۔"
"مجمع قابو سے باہر ہونے لگا۔ افسر کھڑے ہوئے اور انہوں نے ڈپٹ کر کہا۔
"میں حکم دیتا ہوں سب اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔"
لوگ مرعوب ہوگئے جو جہاں تھا وہیں کھڑا ہوگیا اور مجمع یہ دیکھنے لگا کہ مسلمان افسر کیا کہتے ہیں۔"

۱۰

پجاری اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے کئی مہینہ کا بیمار ہو۔ سرپی رسیوں میں جکڑی کھڑی تھی۔ وہ حیرت اور غصہ کی ملی جلی نظروں سے پجاری کو دیکھ رہی تھی۔ افسر نے اول حکم دیا کہ سرپی کی رسیاں کھول دی جائیں۔ منت سرپی کو گھیرے کھڑے تھے۔ داسیاں ان کے سامنے کھڑی تھیں۔ ان داسیوں میں زیادہ تر نوجوان و خوبصورت تھیں۔ منتوں یا مجمع میں سے کسی کو بھی کچھ کہنے سننے کی جرات نہ ہوئی اور ایک منت نے خود ہی اسکی رسیاں کھول دیں۔
سرپی آزاد ہوتے ہی دیوی سیریلس کی طرف بڑھی اس نے اس کے قدم چھوئے اور پھر دونوں گھٹنوں پر ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی اور آہستہ آہستہ کچھ کہنے

لگی۔ گویا وہ دیوی کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اس کی پراتھنا کر کے اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ شکریہ ادا کرنے کے بعد وہ افسر کے پاس آئی اور کہا میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔

افسر:۔ شکریہ کی کوئی بات نہیں۔ تمہارے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی۔ ہے اب افسر نے پجاری سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا تم اپنے جرم کا اقبال کرتے ہو۔ مارے بس نے پجاری سے مخاطب ہو کر کہا۔

تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اپنے جرم کا اقبال کرو۔ ورنہ تمہارے ریاکارانہ تقدس کی داستانیں عریاں کردی جاویں گی۔

پجاری:۔ انکار اور انکار پر اصرار سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے مجھے اپنے جرم کا اقبال ہے۔ میری ایک درخواست ہے۔

افسر:۔ "کہو۔"

پجاری:۔ مجھے میری قوم کے خونخوار لوگوں سے بچائیے۔

افسر:۔ تمہیں بچانے کی کوشش کریں گے۔

مگر پجاری کے اقبال جرم کرتے ہی لوگ غصہ سے دیوانے ہو گئے۔ اور ہر طرف سے آوازیں آنے لگی۔ "مارو ..... مارو ..... اس پجاری نے ہمیں تباہی کی طرف دھکیل دیا ہے ..... اس کا بھیجہ نکال ڈالو۔ اور ٹکڑے کر دو۔ اور لوگوں کا سیلاب بڑھا افسر کے قریب ان کے سب مسلمان ساتھی آکھڑے ہوئے تھے۔

افسر نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر رک جانے اور خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ مجمع خاموش ہو گیا اور رک بھی گیا۔ افسر نے بلند آواز سے کہا۔

پجاری نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا ہے۔ عوام کو اسے سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم صبر و تحمل سے کام لو۔ تمہاری مذہبی کونسل ہی اس کی سزا کے متعلق غور کرے گی۔

بعض سمجھ دار لوگوں نے کہا۔ بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔

مگر کئی جوشیلے نوجوانوں نے کہا۔ لیکن اس پجاری نے اس لڑکی کو بھگا دیا ہے۔ جو سیریس پر قربانی کے لئے منتخب کی گئی تھی۔ اب اس جزیرہ والوں کو دیوتا جونو کے غصہ سے کون بچا سکے گا۔ یہ جزیرہ تباہ ہو جائے گا۔ اس کے لوگ برباد

ہو جائیں گے۔

افسر نے کہا مجھے تمہارے عقیدہ کا حال معلوم ہے یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے میں اس کے متعلق صرف اتنا جانتا ہوں کہ تمہارے بزرگ تمہیں اس کے متعلق بتاتے رہے ہیں اور تم اس پر عمل کرتے رہے ہو۔ تمہارے عقیدہ سے ملتا جلتا مصریوں کا عقیدہ بھی تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جس سال مصر میں خشک سالی ہوتی دریائے نیل میں طغیانی نہ آتی تو اہل مصر یہ سمجھتے کہ شیطان نے پانی کو روک دیا ہے۔ قبطی قوم کی سب سے زیادہ حسین لڑکی دریائے نیل میں ڈبو دیتے اور طغیانی کا انتظار کرتے ..... جب مسلمانوں نے مصر فتح کیا تو اس سال بھی خشک سالی کی وجہ سے دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ قبطیوں نے اپنی قوم کی ایک حسین دوشیزہ کو دریا میں غرق کرنے کے لئے منتخب کیا۔

ملک مصر کو حضرت عمر بن العاص نے فتح کیا تھا۔ انہوں نے اس لڑکی کی قربانی کو روک دیا۔ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق خلیفہ کو تمام حال لکھا۔

تب حضرت عمر فاروق نے دریائے نیل کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا۔

"شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط عبداللہ امیر المومنین عمر کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام ہے۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ از خود نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر تیری روانی تیری قوت اور طاقت پر ہے تو تو خشک ہو جا۔ اور ہرگز رواں نہ ہو۔ اور اگر تو اللہ غالب اور بزرگ کے حکم اور طاقت سے رواں ہوتا ہے تو رواں ہو اور جلدی ہو۔ جیسا کہ جاری ہوا کرتا ہے۔" اور سلامتی ہو تجھ پر۔

خلیفہ دوئم نے فاتح مصر عمر کو یہ حکم بھیجا کہ وہ خلیفہ کا خط دریائے نیل میں ڈال دیں۔ چنانچہ عمرو بن العاص فوجی افسروں کو ساتھ لے کر دریائے نیل کے کنارہ پر پہونچے۔ بے شمار قبطی بھی یہ دیکھنے کے لئے آگئے کہ کیا ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو نے خلیفہ کا خط کھولا اور دریائے نیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے دریائے نیل! مسلمانوں کے شہنشاہ کا خط تیرے نام ہے۔ میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو تو بالکل خشک ہو جا ..... اور یا

جاری ہو جا۔" انہوں نے خط دریا میں ڈال دیا تھوڑی ہی دیر میں پانی تیزی سے رواں ہو گیا۔ اور شام تک اس میں اس قدر طغیانی آگئی کہ خشک سالی کا اندیشہ جاتا رہا۔ اس سال سے حسین دوشیزہ لڑکی کا خشک سالی پر دریائے نیل میں غرق کیا جانا موقوف ہوا۔

ایسی باتیں محض حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ محض عقیدہ تک محدود ہوتی ہیں۔ نیز زلزلے عام طور پر کوہ آتش فشاں کے جوش پر آنے کی وجہ سے آتے ہیں۔ کئی سال مادہ زیادہ جمع ہو کر شعلے بھڑکنے لگتے ہیں۔ مادہ خارج ہونا چاہتا ہے لیکن نکاس کا راستہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا۔ اس لئے گڑگڑاہٹ بڑھ جاتی ہے اور کہیں کہیں سے پہاڑ شق ہو جاتا ہے۔ جب فاضل مادہ نکل جاتا ہے تو کوہ آتش فشاں بھی اعتدال پر آجاتا ہے۔

اگر تم کسی معصوم اور حسین دوشیزہ کو بھینٹ دو جب' اور نہ دو تو بھی کوہ آتش فشاں اس وقت تک اپنے معمول پر نہیں آسکتا کہ جب تک اس کا تمام فاضل مادہ خارج نہیں ہوجاتا۔ اور جب تک یہ مادہ رہتا ہے گڑگڑاہٹ جاری رہتی ہے۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے رہتے ہیں۔ پہا! لرزتا رہتا ہے۔ اس کے جھٹکوں سے زلزلے آتے رہتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان زلزلوں سے جزیرہ تباہ ہو جائے یا سمندر میں غرق ہو جائے اور جب سے یہ جزیرہ عالم وجود میں آیا ہے اسی وقت سے اس میں کوہ آتش فشاں بھی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ اس میں مادہ بہہ بہہ کر مشرق کی طرف بحر روم میں پہنچ جاتا ہے اور اس طرف کا کنارا اس مادہ سے اونچا ہوتا جارہا ہے .... یہ نظام قدرت ہے خدا کے حکم سے جاری ہے کسی کوشش سے رک نہیں سکتا اور اگر رک جائے تو کسی ذریعہ سے جاری نہیں ہوسکتا۔ اس کا رکنا اور جاری ہونا سب خدا کے اختیار میں ہے۔

اس جزیرہ میں وہ قومیں بھی آباد ہیں جو اس جزیرہ کی پرانی قومیں کہلاتی ہیں۔ ان میں یونانی اور رومی ہیں یہ قومیں بتوں کو پوجتی ہیں اور سیریس دیوی کی عام طور پر پوجا کرتی ہیں۔ معاف کرنا اگر یہ کہوں کہ یہ قومیں ضعیف الاعتقاد ہیں۔ اور عجیب و غریب عقیدے رکھتی ہیں اس جزیرہ میں عیسائی بھی ہیں اور مسلمان بھی آگئے ہیں یہ دونوں قومیں تمہارے عقیدوں سے متنفر تھیں ...

ہمیں مطلق بھی یہ خوف نہیں ہوتا کہ اگر قربانی نہ دی گئی حسین دوشیزہ لڑکی کو ذبح نہ کیا گیا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ تم بھی اس کا خوف نہ کرو۔ اگر تباہ ہوں گے تو ہم بھی ہوں گے اور تم بھی ہو گے۔ بچیں گے تو سب بچیں گے۔ پھر تم ہی اپنی قوم کی حسین لڑکی بھینٹ کیوں دو۔ عیسائی کیوں قربانی نہ دیں۔ ان باتوں پر غور کرو۔ اور واپس اپنے گھروں میں جاؤ اور اطمینان سے بیٹھو ہم روزلیا کو تلاش کریں گے اور تمہاری مذہبی کونسل پجاری کے متعلق فیصلہ کرے گی۔

لوگ نہایت خاموشی سے افسر کی باتیں سنتے رہے وہ اوہام پرست تھے۔ جو قومیں خدا کو نہیں مانتیں اس کی عبادت نہیں کرتیں ... وہ ضعیف الاعتقاد ہوتی ہیں۔ جزیرہ سسلی کے باشندے غیر اللہ کے پجاری تھے۔ اوہام پرست ہو گئے تھے۔ ان کی عقلوں نے تو افسر کی باتوں کی تائید کی مگر عقیدوں نے تائید نہیں کی۔ چنانچہ وہ منتشر ہو گئے مگر کوئی اثر لے کر نہیں گئے۔

اسی وقت مذہبی کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس میں بہت سے پجاری اور مہنت شریک ہوئے۔ چونکہ وہ سب اس عقیدے کے لوگ تھے کہ اگر قربانی نہ کی گئی تو جزیرہ تباہ ہو جائے گا اور جو لڑکی قربانی کے لئے منتخب ہو چکی ہے اسے پجاری نے بھگا دیا ہے۔ اس لئے جونو دیوتا کے غضب سے اسی وقت وہ بچ سکتے تھے جب وہ مجرم کو سزا دیں چنانچہ معمولی بحث کے بعد یہ طے ہوا کہ پجاری کی قربانی کی جائے۔ مذہبی کونسل کے اس فیصلہ کی اطلاع افسر کو کی گئی۔ افسر نے پجاری کی قربانی اس وقت تک کے لئے روک دی گئی جب تک روزلیا آکر پجاری کے خلاف شہادت نہ دے۔ چونکہ مسلمانوں سے اس جزیرہ کی پرانی قومیں ڈرتی تھیں اس لئے انہوں نے افسر کے حکم کو مان لیا۔ عوام بھی مطمئن ہو گئے اور اس طرح اس وقت پجاری کی جان بچ گئی اور وہ قید کردیا گیا۔

نے نس' سربی اور تمام مسلمانوں کو لے کر اپنے گھر چلا آیا افسر نے وہاں قیام کیا۔ انہوں نے مارے بس کو اس خیال سے طلب کیا کہ اس سے روزلیا کے متعلق کچھ معلوم کریں۔ مگر پتہ چلا کہ وہ سینا کی طرف چلا گیا ہے۔ اسی روز شام کے وقت ایک بوڑھا آدمی افسر کے پاس آیا وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اس نے کہا آپ کو روزلیا کی تلاش ہے میں اس کے متعلق جو کچھ جانتا ہوں ...

کہوں۔ مگر میں بہت تھکا ہوا ہوں آرام کرنے کے بعد کہہ سکوں گا۔
افسر نے کہا۔ تم بوڑھے اور تھکے ہوئے ہو۔ ضرور آرام کرلو۔ اگرچہ فے نس اور سرپی چاہتے تھے کہ فوراً ہی روزلیا کا حال بیان کردے مگر اسے ناتواں دیکھ کر وہ بھی مجبور ہوگئے۔

اا

بوڑھا مسافر کچھ ایسا ناتواں ہو رہا تھا کہ وہ چند ہی باتیں کرنے کے بعد خاموش ہو گیا کچھ دیر تو وہ بیٹھا رہا اور پھر لیٹ گیا فے نس اور سرپی اسے دیکھ رہے تھے وہ چاہتے کہ مسافر کچھ دیر دم لے کر ان کی بیٹی روزلیا کا حال بیان کر دے۔ مگر وہ دیکھ رہے تھے کہ مسافر پر نیند اور ناتوانی کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے انہیں بڑا فکر ہوا وہ اس کے لئے دودھ لائے اسے پلایا اور اس سے باتیں کرنی چاہیں .... مگر بوڑھے مسافر نے ان سے کہہ دیا کہ وہ اس قدر تھک گیا ہے کہ صبح سے پہلے بات نہیں کر سکتا۔

سرپی نے کہا صرف اتنا بتا دیجئے کہ وہ خیریت سے تو ہے۔" بوڑھے نے کہا جب میں اس سے رخصت ہوا تھا اس وقت تک وہ خیریت سے تھی۔"

اس کے اس جواب سے فے نس اور سرپی کی تسلی نہیں ہوئی اور انہیں یہ خیال ہوا کہ ضرور روزلیا کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہے سرپی سے صبر نہ ہو سکا اس نے کہا۔

دیوی سرپس کے لئے جو تمہیں روزلیا کا حال معلوم ہے وہ جلد بتا دیجئے۔ مجھے بڑی الجھن ہو رہی ہے۔"

مسافر نے کہا۔ میں سمجھتا ہوں۔ مگر کیا کروں اس قدر ناتواں ہوں کہ بول نہیں سکتا۔ مجھے خاموش پڑا رہنے دو۔"

سرپی :۔ مگر میں ماں ہوں روزلیا کی۔ میری بے چینی کا تو اندازہ کیجیے۔"

مسافر :۔ معلوم ہوتا ہے تم مجھے آرام نہ کرنے دو گی۔ اچھا میں صبح تک کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔"

سرپی گھبرا گئی۔ اس نے جلدی سے کہا۔ نہیں نہیں۔ آپ کہیں نہ جائیے

میں کوشش کروں گی کہ بالکل نہ بولوں۔ اگر آپ چلے گئے تو مجھے رات بھر نیند نہیں آئے گی یہاں رہو گے تو کچھ تو اطمینان رہے گا۔"

مسافر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ پھر بیٹھ گیا سرپی نے اس کے لئے بستر کر دیا۔ وہ بستر پر چپ چاپ پڑ گیا اور تھوڑی دیر بعد سو گیا۔

لیکن فے نس اور سرپی بڑے بے چین رہے کہ اگر یہ بوڑھا مسافر نہ آتا اور یہ نہ کہتا کہ میں روزلیا کے متعلق کچھ جانتا ہوں اور یہ کہ جب تک میں اس سے رخصت ہوا اس وقت تک وہ خیریت سے تھی تو وہ اطمینان سے رات کو سو سکتے۔ لیکن انہیں روزلیا کے حالات معلوم کرنے کی کرید سی لگ گئی اور اسی الجھن میں انہیں نیند نہیں آئی۔ پچھلی رات کو فے نس سو بھی گیا مگر سرپی نہ سو سکی۔

جب صبح ہوئی تو مسلمان بہت سویرے بیدار ہوئے۔ ایک خوش الحان آدمی نے اذان دی۔

سرپی کو صبح کے وقت اذان کی آواز بہت ہی بھلی معلوم ہوئی اور اسے خوشی ہوئی کہ صبح ہو گئی ہے بوڑھا بھی اٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا قابل تعریف ہے یہ قوم جو صبح اٹھتے ہی اپنے اس خدا کا نام لیتی ہے کہ جسے وہ عبادت کے قابل سمجھتی ہے۔ "اللہ اکبر" میں نے یہ الفاظ اکثر سنے ہیں۔ اس کے معنے میں نے معلوم کئے تھے۔ مجھے بتایا تھا ایک خاتون نے کہ ان الفاظ کے معنے ہیں کہ اللہ بڑا ہے۔"

خاتون .... ایک عرصہ کے بعد وہ خاتون مجھے یاد آئی ہے۔ اس نے کہا تھا اس کی زندگی کے دن بہت تھوڑے باقی رہ گئے ہیں۔ اس نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں کسی مسلمان سے ملوں تو اس خاتون کا اسے پتہ بتا دوں تاکہ وہ اس کی خبر لے .... مگر اب تک مجھے کوئی مسلمان مل ہی نہ سکا .... اب یہ مسلمان ملے ہیں۔ ان سے کہوں گا مگر یہ لوگ فوجی ہیں۔ فوجی اجڈ ہوتے ہیں۔ کیوں اس خاور کے پاس جانے لگے مگر میں اپنا فرض ادا کروں گا اور ان سے ضرور اس کا پیغام کہوں گا۔ اس خاتون کے سینہ میں ضرور کوئی راز ہے وہ کسی مسلمان کو وہ راز بتانا چاہتی ہے۔" سرپی نے بوڑھے کی تمام باتیں سنیں۔ اس

نے کہا۔ "مسافر تم اٹھ گئے۔"

مسافر نے کہا ہاں اٹھ گیا۔"

سرپی:۔ "یہ تم کس خاتون کا ذکر رہے ہو۔"

مسافر:۔ "مجھے ایک خاتون ایک پہاڑی غار میں ملی تھی میں اس کا ذکر کر رہا ہوں وہ مسلمان ہے۔

سرپی:۔ "کس پہاڑی پر ملی تھی وہ.....؟"

مسافر:۔ "اس جگہ ملی تھی جس کے قریب وہ وادی اور دریا ہے۔ جو پہاڑ کے سلسلہ کو کوہ آتش فشاں سے علیحدہ کرتا ہے۔"

سرپی:۔ "مگر سنا ہے وہ جگہ تو بہت خطرناک ہے۔ تم وہاں کیسے پہنچ گئے تھے۔"

مسافر:۔ "بالکل اتفاقیہ میں وہاں جا نکلا۔ وہ جگہ واقعی بڑی خطرناک ہے۔"

سرپی:۔ "اور وہ خاتون وہاں تنہا رہتی ہے؟"

مسافر:۔ "میں نے اسے تنہا ہی دیکھا تھا۔"

سرپی:۔ "تعجب ہے۔ ایسی خطرہ کی جگہ وہ تنہا رہ رہی ہے۔"

مسافر:۔ "وہ کسی خطرے سے نہیں ڈرتی۔"

اور مسافر اٹھ کھڑا ہوا اس نے ضروریات سے فراغت کی اور جب منہ ہاتھ دھو کر آیا تو اس نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔ شاید یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ رہا تھا جب تک مسلمانوں نے نماز ختم نہ کی وہ برابر کھڑا دیکھتا رہا اور نماز پڑھنے کے بعد افسر ایک صاف جگہ بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے بوڑھا مسافر ان کے قریب جا بیٹھا اور سننے لگا۔ سرپی بھی وہیں آ بیٹھی وہ مسافر سے روزلیا کا حال معلوم کرنا چاہتی تھی اسے سوائے اپنی بیٹی کا حال معلوم کرنے کی دھن کے اور کوئی فکر ہی نہیں تھی۔ چاہتی تھی کہ مسافر جلدی سے اس کے متعلق جو کچھ اسے معلوم ہے وہ سب بتا دے۔ مگر مسافر قرآن شریف سننے میں محو تھا وہ دل پر جبر کئے بیٹھی رہی جب افسر کلام اللہ شریف کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو مسافر نے پوچھا یہ کیا ہے جو تم پڑھ رہے تھے۔"

افسر نے کہا یہ اللہ کا کلام ہے۔ ہمارے محترم نبی فخر آدم حضرت محمد صلعم

کے اوپر نازل ہوا ہے۔"

مسافر:۔ آپ خوب پڑھتے ہیں اگر میں اسی زبان کو جانتا ہوتا تو زیادہ محظوظ ..... ہوتا اس زمانہ میں جزیرہ سسلی میں یونانی اور لاطینی زبانیں رائج تھیں۔ مسلمان افسران دونوں زبانوں سے واقف تھے انہوں نے کہا یہ خالص عربی زبان میں ہے مجھے خیال نہیں رہا کہ تم توجہ اور غور سے سن رہے ہو ورنہ میں اس کا ترجمہ یونانی زبان میں کرتا جاتا تاکہ تم سمجھ لیتے۔

مسافر:۔ یہ بہت اچھا ہوتا ہم اسلام سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر میں یہاں ٹھہرا تو ضرور اس پاک کتاب کا ترجمہ سنوں گا۔"

افسر:۔ اور انشاء اللہ میں بڑی خوشی سے سناؤں گا۔ اچھا اب تم یہ بتاؤ تمہیں روزلیا کہاں ملی تھی۔

مسافر:۔ میں چلا آ رہا تھا کہ میں نے قصبہ پلاٹانی کے قریب اس خوبصورت دوشیزہ کو دیکھا۔ میں اس کا حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کے ساتھ کئی راہب تھے۔ انہوں نے اسے ایک پہاڑی خچر پر سوار کر رکھا تھا وہ کچھ مغموم تھی مگر اس کی صورت کچھ ایسی پیاری اور دلکش تھی کہ مغموم ہونے پر بھی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

میں ایک درخت کے سایہ میں تھک کر بیٹھ گیا تھا۔ راہبوں کا وہ قافلہ بھی وہیں آ کر رک گیا۔ انہوں نے روزلیا کو اتارا اور خود بھی سبزہ پر لیٹ گئے۔ روزلیا مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی اور وہ سرک کر میرے پاس آ گئی اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں میں نے بتایا کہ کیسٹروگیانی (قصریانہ) جا رہا ہوں پھر اس نے نہایت ہی آہستگی سے کہا مجھے دیوی سیریس کی قربانی کے لئے منتخب کیا گیا تھا مندر کے پجاری نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے اچھے کپڑے پہن کر پہاڑی پر چلی جاؤں وہاں خوش قسمتی میرا انتظار کر رہی ہے۔ نیز مجھے مارے بس نے بتایا تھا کہ میں اس جزیرہ کی ملکہ بنوں گی میرے دل میں ملکہ بننے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی میں پہاڑ پر چلی آئی۔ وہاں مجھے کئی آدمیوں نے پکڑ کر بے بس کر دیا اور مجھے ایک گھوڑے پر لاد کر چل پڑے۔ تھوڑی دور لے جا کر وہ ایک کھو میں ٹھہر گئے اور ایک آدمی کو میرے پاس چھوڑ کر باقی کہیں چلے گئے ان لوگوں

کے جاتے ہی اس آدمی نے میرے بند کھولدیئے اور مجھ سے کہا۔ اگر زندگی
چاہتی ہو تو چپ چاپ میرے ساتھ چلو۔" میں اس کے ساتھ ہولی ان راہبوں کا
قافلہ ہمیں مل گیا۔ ان راہبوں نے میرے ساتھی کو ایک گہرے غار میں گرا دیا۔
اور مجھے سیفالو کی خانقاہ میں لے جا رہے ہیں۔ ان کی نیت اچھی نہیں تم اگر
قصریانہ میں جاؤ تو میرے باپ فےنس اور ماں سربی سے کہ دینا کہ وہ میری رہائی
کی تدبیر کریں۔ میں اسی وقت وہاں سے چل پڑا اور سفر کی سختیاں اٹھاتا ہوا یہاں
پہنچا تھا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ مسلمان روزلیا کو بچانے کے لئے آئے ہیں اور
فےنس کے مکان پر ٹھہرے ہوئے ہیں میں سیدھا آیا مگر اس قدر تھک گیا تھا کہ
بات کرنی دشوار تھی اور میں رات کو یہ واقعات نہ بیان کر سکا۔

اس عرصہ میں فےنس بھی وہاں آگیا تھا اور یہ واقعات سن رہا تھا۔ سربی
نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "ہائے میری بچی۔"

افسر نے تسلی دیتے ہوئے کہا غم نہ کرو۔ جس خدا نے اب تک اسے بچایا
ہے وہ آئندہ بھی بچائے گا۔"

سربی نے افسر کی طرف دیکھ کر لجاجت سے پوچھا۔ کیا آپ اسے بچا سکیں
گے؟"

افسر نے جواب دیا۔ انشاء اللہ سیفالو' پلرمو سے 47 میل کے فاصلہ پر ہے
ہم جانتے ہیں وہاں عیسائیوں کی ایک بڑی خانقاہ ہے ہم یہاں سے سیفالوں چلیں
گے اور روزلیا کو راہبوں سے واپس لے لیں گے۔"

سربی کو کچھ امید ہوگئی۔ اس نے کہا۔ "سیریس تمہاری مدد کرے۔ تم بہت
نیک اور رحمدل ہو۔"

افسر:۔ "سیریس نہیں خدا میری مدد کرے۔"

سربی:۔ "خدا ہی سہی۔"

مسافر:۔ اب مجھے ایک خاتون کا پیغام آپ تک اور پہنچانا ہے۔"

افسر:۔ کہو۔" مسافر۔ ابھی عرض کرتا ہوں۔"

اور کچھ وقفہ کے بعد مسافر نے کہا۔ میں سیاح ہوں اسی جزیرہ کا رہنے والا

ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس جزیرہ میں عجائبات ہیں۔ دلفریب مناظر ہیں عجیب
خلقت خوفناک جانور ہیں جادو گر اور جادوگرنیاں ہیں۔ چنانچہ میں سیر کرتا رہتا
ہوں اونچی چٹانوں اور عمیق عمیق غاروں میں جا چکا ہوں۔ میں نے ایسے ایسے
مقامات دیکھے جہاں پر چاندی افراط سے ہے اور تھوڑی سی محنت کرنے سے منوں
چاندی حاصل ہو سکتی ہے اور ایسے پھل کھائے ہیں جو نہایت ہی خوش ذائقہ
اور رسیلے ہوتے ہیں۔ نہایت مہیب اور خطرناک جانور دیکھے ہیں۔ غرض کہاں
تک بیان کروں۔ مگر میرے دل میں کبھی کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش نہیں
ہوئی میں سیاح ہوں اور سیاحت کرتا رہتا ہوں۔

ایک روز میں اس وادی کو عبور کر رہا تھا جو ایٹنا کوہ آتش فشاں کو پہاڑ کے
سلسلہ سے الگ کرتا ہے وہ جگہ بڑی خطرناک ہیں وہاں جنگلات ہیں اور ان کا
سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے۔

اور اس جنگل سے ملا ہوا جو پہاڑ ہے وہ بھی بڑا پر ہول ہے میں نے جنگل
کو طے کر کے پہاڑ پر چڑھنا چاہا۔ وہاں مجھے چند آدمی ملے۔ ان کی صورتیں بڑی
خوفناک تھیں۔ وہ شائد آدمخور تھے۔ مجھے گھورنے لگے۔ ان کی تیز نظریں اور
مہیب صورتیں دیکھ کر مجھے پسینہ آگیا۔ انہوں نے مجھ پر حملہ کرنے کا قصد کیا ان
کی حرکتوں سے میں ان کے ارادہ کو تاڑ گیا۔ میرے پاس دو خنجر تھے۔ میں نے
بستر اپنے کندھے پر رکھا اور دونوں ہاتھوں میں خنجر لے لئے .... اب وہ خوفناک
صورت والے انسان میری طرف بڑھے۔ میں سمجھ گیا کہ موت آگئی اور میں
اپنے آپ کو نفرین کرنے لگا کہ کیوں اس طرف آیا مجھے اکثر لوگوں نے یہ بتایا
بھی تھا۔ کہ میں اس طرف کا رخ نہ کروں۔ وہ مقام بڑا خطرناک ہے مگر میں تمام
خطروں کا مقابلہ کرنے کو تیار تھا۔ اس لئے کسی کے کچھ کہنے سننے کی پرواہ نہ کی
اور موت کے جنگل میں خود ہی چلا گیا۔

لیکن سیریس دیوی نے میری مدد کی یا تو وہ خوفناک صورت والے مردم خور
میری طرف بڑھے آ رہے تھے یا بھاگنے لگے مجھے بڑی حیرت ہوئی اور میں نے
دیکھا سائیکلوپ دیوتا ان کے پیچھے جا رہے ہیں میں نے ایک دفعہ پہلے بھی انہیں

دیکھا تھا میں جلدی سے سجدہ میں گر گیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو نہ وہاں آدم خور تھے اور نہ سائیکلوپ، میرے دل کو یہ تسلی ہو گئی کہ سیریس دیوی مجھ پر مہربان ہے اس نے ہی سائیکلوپ کو بھیجا ہے۔ سائیکلوپ بڑا قوی ہیکل تھا۔

اب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ شام کے وقت ایک چٹان پر قیام کیا۔ چٹان چھوٹی تھی۔ اس کے دو طرف عمودی چٹانیں اٹھتی چلی گئی تھیں۔ تیسری طرف کا کنارہ ڈھلوان تھا اور وہ نیچے کی طرف اترتا چلا گیا تھا اور چوتھی طرف غار تھے۔

میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ سورج کی سنہری کرنیں چٹانوں اور ہرے ہرے درختوں اور سبزے پر سنہرا غازہ پھیر رہی تھیں۔ نہایت اچھا سماں تھا۔ میں بڑی توجہ سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً" میں نے ایک آواز سنی۔ "تم یہاں کیسے آئے.....؟"

میں نے نگاہیں اٹھائیں دیکھا ایک خاتون سامنے کھڑی ہے۔ اس کا چہرہ کہہ رہا تھا کسی وقت جوانی کے عالم میں بڑی آفت کا پرکالہ ہو گی اب بھی اس کے چہرے پر بہت زیادہ دلکشی تھی۔

میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ یہ بات میرے وہم اور خواب و خیال میں بھی نہ آ سکتی تھی کہ کوئی عورت وہ بھی ایسی جس کی جوانی رخصت ہو گئی ہو۔ اس خوفناک مقام پر مل سکے گی۔ میں نے کہا "تم" ـــــ اتنا کہتے ہی مجھے فوراً خیال ہوا کہ کہیں دلربا سرسے تو روپ بدل کر نہیں آ گئی ہے۔ مگر فوراً ہی اس خیال کی اس بات سے تردید ہو گئی کہ دلربا سرسے اکثر لوگوں کو نظر آئی ہے انہوں نے اسے نوجوان اور حسین دیکھا ہے۔

اس نے کہا۔ "تم مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔"

میں نے کہا۔ حیران ہونے کی بات ہی ہے۔ کیا تم سیریس دیوی کی سہیلیوں میں سے کوئی ہو.....؟"

میں نے سنا تھا کہ سیریس دیوی کی سہیلیاں ہیں اور وہ مندر کے قریب ہی کہیں رہتی ہیں۔ کبھی کبھی خوش قسمت لوگوں کو ان کی زیارت بھی ہوتی ہے۔

وہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا نہیں۔ میں سیریس دیوی کی سہیلی نہیں ہوں۔ کیا ابھی تک لوگ اس بیہودہ عقیدہ میں گرفتار ہیں۔"

مجھے اس کی بات سن کر سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ میں خوب جانتا تھا کہ جو دیوی اور دیوتاؤں کو نہیں مانتے ان پر ہمارے دیوی اور دیوتاؤں کا غضب نازل ہو جاتا ہے اور وہ سسک سسک کر مرجاتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ ایک دفعہ عیسائیوں نے دیوی سیریس اور دلربا سرسے کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے تو انہیں اسی وقت اس کا تدارک مل گیا تھا اور حیرت ناک طور پر ان کی بھاری تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ دریا پایاب تھا۔ شاید دریائے کلسٹرا کا ذکر ہے۔ عیسائی فوجیں دریا کو پار کرنے کے لئے اتر گئیں فوراً ہی دریا میں طغیانی آ گئی۔ شاید سائیکلوپ دیوتا نے دریا میں گھس کر اس کے پانی کو بلند کر دیا۔ عیسائی سپاہی بہہ گئے اور ان کی لاشیں سمندر میں جا پڑیں ... مشتری نبتوں نے انہیں کھینچ لیا (یعنی لاشیں سمندر میں جا پڑیں
مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس خاتون پر بھی دیویوں اور دیوتاؤں کا قہر نہ نازل ہو جائے۔ کیونکہ اس نے ان سے عقیدت رکھنے کو بیہودہ عقیدہ کہا تھا یہ دیوی، دیوتاؤں کی بڑی توہین تھی میں ڈرا کہ کہیں اس کی وجہ سے میں بھی کسی بلا میں مبتلا نہ جاؤں۔ میں نے کہا۔ "ایسی باتیں نہ کرو تم۔"

اس نے کہا اچھا تم اپنے خیالی دیویوں اور دیوتاؤں سے ڈر گئے مت ڈرو۔ وہ میرا اور تمہارا کچھ نہیں کر سکتے۔"

پھر میں نے پوچھا "تم کون ہو.....؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں بتاؤں گی تمہیں پہلے یہ کہو کیا رات

اسی جگہ بسر کرو گے؟

میں۔ اور کہاں جاؤں؟

وہ۔ یہاں سردی زیادہ ہوتی ہے رات کو اکڑ جاؤ گے۔ میرے ساتھ آؤ۔

چنانچہ میں اس کے ساتھ چل دیا وہ ڈھلوان کنارہ سے نیچے اترنے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ اترا ہم دونوں ایک غار کے دھانہ پر پہنچے یہ غار [illegible]

اس قسم کا تھا جیسے کوئی خوفناک جانور اپنا بڑا سا منہ کھولے کھڑا ہو۔ مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اس نے مسکرا کر کہا۔ "خوف نہ کرو۔ مدت دراز سے یہ غار میرا مسکن ہے آؤ چلے آؤ۔" اگر وہ خاتون میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں ہرگز بھی اس غار میں داخل نہ ہوتا۔ میں اس کے پیچھے چلا اور غار میں گھس گیا وہ چند قدم سیدھی چل کر داہنی طرف مڑی وہاں اگرچہ اندھیرا تھا مگر روشنی کا کچھ کچھ عکس پڑ رہا تھا وہ ایک جگہ پہنچ کر رک گئی یہاں پر کافی روشنی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ جگہ ایک کمرہ سے مشابہ ہے اس کے ایک طرف گھاس کا بستر بچھا تھا اور دوسری طرف پکانے کھانے کے کچھ برتن رکھے تھے اس نے کہا۔ ٹھہرو! میں تمہارے لئے پانی لے آؤں پہلے منہ ہاتھ دھو لو۔

میں نے دیکھا۔ وہاں کہیں بھی پانی نہیں تھا۔ میں نے پوچھا۔ پانی کہاں سے لاؤ گی....؟"

اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "مجھے کہیں باہر نہیں جانا ہے پانی یہیں ہے۔" یہ کہہ کر اس نے لوٹا اٹھایا اور جس طرف برتن رکھے تھے اس طرف بڑھ کر چٹان کے پیچھے چلی گئی۔ مجھے بھی یہ معلوم کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا کہ آخر وہ کہاں سے پانی لاتی ہے۔ میں بھی چٹان کے پیچھے گیا میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا چشمہ رواں تھا۔ اس نے اس میں سے پانی بھرا اور میرے پاس لائی۔ میں نے منہ ہاتھ دھوئے اور اس نے کھانا تیار کیا۔ اب دن چھپ گیا اور ہم نے رات کو کھانا کھایا۔ پھر میں نے پوچھا تم کون ہو.....؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں ایک مسلمان عورت ہوں۔"

مجھے بڑا تعجب ہوا۔ وہاں کسی مسلمان عورت کا کیا کام۔ میں نے کہا۔ کیا تم یہاں پر تنہا رہتی ہو.....؟"

وہ۔ "اب تو تنہا ہی رہتی ہوں۔"

میں۔ "مگر تم یہاں تنہا کیوں رہتی ہو۔"

وہ۔ مجھے جس کی تلاش ہے وہ یہیں آ کر مجھ سے ملے گا۔"

میں ۔ کون ہے......؟"

وہ۔ "ایک مسلمان ہے۔"

میں۔ "وہ یہاں کیوں آنے لگا۔"

وہ۔ "ضرور آئے گا۔ کیا تم سیاح نہیں ہو۔"

میں۔ "بے شک میں سیاح ہوں۔"

وہ۔ "مجھے ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ جس سال یہاں ایک سیاح آئے گا اسی سال وہ آئے گا جس کی مجھے تلاش ہے مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اس نے کہا۔ "حیرت نہ کرو۔ تم جس کسی مسلمان سے ملو اس سے میرا پیغام پہنچا دو کہ میں یہاں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ وعدہ کرو کہ تم میرا پیغام پہنچا دو گے۔" میں نے وعدہ کیا۔ اس نے میرا بستر الگ کر دیا۔ ہم دونوں سو گئے۔ صبح اس نے ناشتہ تیار کیا۔ میں ناشتہ کر کے وہاں سے چلا آیا اور اس تلاش میں رہا کہ کوئی مسلمان ملے تو میں اس خاتون کا پیغام اس تک پہنچا دوں۔ مگر مجھے کوئی بھی مسلمان نہ ملا۔ اب آپ ملے ہیں میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا آپ تک اس کا پیغام پہونچا دیا۔"

نوجوان افسر نے کہا لبیک لبیک (حاضر ہوں حاضر ہوں) ہم انشاء اللہ ضرور اس خاتون کے پاس جاویں گے۔" سیاح بڑا متعجب ہوا اسے حیرت ہوئی کہ ایک نادار خاتون کے پاس جانے کے لئے افسر نے وعدہ کر لیا۔

(۱۳)

کچھ وقفہ کے بعد سیاح نے کہا کیا وہ ضعیفہ اس خطرناک مقام پر آپ کا ہی انتظار کر رہی ہے۔"

افسر۔ "ہم اسے نہیں جانتے۔ وہ ہمیں بھی نہیں جانتی۔ اس لئے یہ کہنا کہ وہ ہمارا انتظار کر رہی ہے ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"

سیاح۔ "مگر اس نے کہا تھا کہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ یہیں آ کر ملے گا۔"

افسر۔ "ممکن ہے وہ کوئی اور شخص ہوا اور وہاں آ جائے۔"

سیاح۔ "آپ اس کے پاس کب جائیں گے۔

افسر۔ "انشاء اللہ کل روانہ ہو جائیں گے۔"

سرپی نے مضطرب ہو کر کہا۔ مگر آپ تو کہتے تھے کہ ہم سیفالو چلیں گے۔ اور روزلیا کو راہبوں سے واپس لیں گے۔"

افسر۔ "اگر زندگی ہے تو ہم سیفالو بھی ضرور جائیں گے تم اطمینان رکھو۔ ہم روزلیا کو راہبوں سے واپس لیں گے۔"

سرپی۔ "لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس عرصہ میں روزلیا پر کیا کچھ نہ بیت جائے۔"

افسر۔ "خدا سے بہتری کی امید رکھنی چاہئے۔"

فے نس ۔ "مگر میرے آقا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ پہلے سیفالو چلیں اور وہاں سے روزلیا کو ساتھ لے کر اس ضعیفہ کے پاس چلیں۔"

افسر۔ نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ایک مسلمان خاتون ایک خطرناک مقام پر ایک عرصہ سے مقیم ہے اور کسی مسلمان کے آنے کا انتظار کر رہی ہے۔ سیاح نے اس کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہو گیا ہے کہ ہم جلد سے جلد اس کے پاس پہنچ جائیں۔"

فے نس۔ "مگر ایسا نہ ہو کہ راہب اس کے ساتھ کچھ زیادتی کریں اور روزلیا اپنی جان پر کھیل جائے۔

افسر۔ "اول تو راہب پہلے اسے اپنے مذہب کی تلقین کریں گے وہ نہ مانے گی تب وہ اسے سمجھا دیں گے اور جب تک وہ خوشی سے ان کے مذہب میں داخل نہ ہو جائے اس وقت تک سمجھاتے رہیں۔ دوسرے وہ اس بات سے ڈریں گے کہ ان کے قریب ہی اسلامی دارالسلطنت ہے۔ اگر انہوں نے اس پر سختی کی تو مسلمانوں کو معلوم ہو جائے گا اور وہ انہیں سزا دیں گے۔ تم اطمینان رکھو۔ روزلیا پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔

فے نس اور سرپی اب کیا کہتے خاموش ہو گئے۔ مگر ان کے چہروں سے ظاہر تھا کہ وہ افسر کی اس تجویز کو پسند نہیں کرتے وہ دونوں غمزدہ ہو گئے۔ افسر نے کہا

اگر "تم رنجیدہ ہوتے ہو تو ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ تمہارے ساتھ پچیس سوار کر دیں اور تم سیفالو کی خانقاہ میں جا کر ان سواروں کی مدد سے روزلیا کو واپس لے لو۔"

فے نس۔ "میں اس بات کو مناسب نہیں سمجھا۔"

افسر۔ "افسوس یہ ہے کہ اسلامی حمیت کی وجہ سے ہم اول خاتون کے پاس جانے پر مجبور ہیں۔ اگر ہم وہاں نہ جائیں اور خدانخواستہ اس خاتون کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو تمام عمر افسوس رہے گا۔ قیامت کے دن خدا جب ہم سے پوچھے گا کہ میری ایک بندی کا پیغام تیرے پاس پہنچا تو تو نے اس کی کیا مدد کی اس وقت ہم کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔

فے نس۔ بہتر ہے اس خاتون کی ہی پہلے خبر لیجئے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" سرپی نے جلدی سے کہا اور میں بھی۔"

افسر۔ "تم دونوں چلنا۔"

وہ روز تیاری میں گزرا۔ دوسرے دن افسر اپنے سو سپاہیوں کو ساتھ لے کر خاتون کی طرف چلے۔ فے نس اور سرپی بھی ساتھ ہو لئے۔ افسر نے اپنے کوچ کرنے سے پہلے قصریانہ کے معزز لوگوں کو بلا کر یہ ہدایت کر دی کہ وہ روزلیا کے واپس آنے تک پجاری کی حفاظت کا اقرار کر لیا۔ سیاح ان کا رہنما ہوا دراصل سیاح کو یہ یقین تھا کہ اس خاتون کے سینے میں کوئی راز ہے اسے اس کا راز معلوم کرنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا پھر سیاح کے لئے بھی ایک گھوڑا فراہم کر لیا گیا تھا فے نس اور سرپی بھی گھوڑوں پر سوار تھے چونکہ افسر جلد سے جلد خاتون کے پاس پہنچنا چاہتے تھے اس لئے تیزی سے سفر کر رہے تھے ان کا رخ اس وادی کی طرف تھا جو کہ آتش فشاں کو پہاڑ کے سلسلہ سے الگ کرتی ہے وہ اس لاوے پر چل رہے تھے جو برسا برس سے اٹینا آتش فشاں پہاڑ سے بحر روم کی طرف بہتا رہا تھا۔ اس طرف چھوٹے چھوٹے جنگل تھے وہ ان جنگلوں کو عبور کر رہے تھے۔

اگرچہ وہ اٹینا آتش فشاں پہاڑ سے بہت فاصلے پر تھے لیکن پہاڑ کی گڑ

گڑاہٹ کی آوازیں برابر آ رہی تھیں کبھی کبھی یہ گڑگڑاہٹ بادلوں کی تیز گرج سے بھی بڑھ جاتی تھی ..... ایک رات کو وہ ایک میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے چھوٹا سا میدان تھا اس کے چاروں طرف درختوں کے جھنڈ تھے آدھی رات کے بعد زلزلہ کا ہلکا جھٹکا محسوس ہوا۔ یہ سب لوگ جاگ پڑے۔ پھر دوسرا اور جھٹکا آیا۔ یہ جھٹکا پہلے سے زور کا تھا۔ اس سے وہ قطعہ لرز گیا تھا جس پر وہ ٹھہرے ہوئے تھے انہیں خوف ہوا کہیں وہ ٹکڑا ہی شق نہ ہو جائے مسلمانوں نے نماز خوف پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے امن و سلامتی کی دعا مانگی پھر صبح صادق کے وقت بہت زور کا جھٹکا آیا وہ جگہ جہاں پر یہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے شق ہو گئی اس کا کچھ حصہ نیچے لڑھک گیا فے نس اور سرپی خوف و دہشت سے کانپنے لگے۔ مسلمان بھی فکر مند ہوئے نوجوان افسر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ مت گھبراؤ شاید یہ بات ہمارے لئے بہتر ہو۔"

گڑگڑاہٹ اس قدر بڑھ گئی تھی کہ خوف معلوم ہونے لگا تھا۔ خدا جانے کہاں تک پہاڑ کا یہ حصہ دھنستا چلا گیا تھا جب تڑاخے کی آواز آتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ اور کوئی چٹان پھٹ گئی یا کوئی اور حصہ دھنس گیا ہے۔

ہر تڑاخے کی آواز پر یہ لوگ اچھل پڑتے تھے فے نس اور سرپی ایک جگہ بیٹھے تھے انہوں نے ایک دوسرے کو پکڑ رکھا تھا اور زلزلے کے جھٹکے برابر آ رہے تھے پہاڑ کا یہ حصہ پتے کی طرح لرز رہا تھا تڑاخوں پر تڑاخے کی آوازیں آ رہی تھیں کہ دل بیٹھے جاتے تھے ایک زور کا جھٹکا اور لگا اور بڑی سخت تڑاخے کی آواز آئی۔ جس جگہ یہ لوگ بیٹھے تھے وہ ہچکولے کھانے لگی اور ایسی ہیبت ناک آوازیں آ رہی تھیں کہ دل بیٹھے جاتے تھے۔ انہیں خوف ہوا کہ وہ جگہ بھی شق ہو کر دھنسنے والی ہے مسلمان خدا سے بہتری کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

نوجوان افسر نے ایک جگہ کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی ان کی آواز بھی تڑاخوں اور گرج کی آوازوں میں جذب ہو کر رہ گئی۔ چونکہ وہ جگہ ہچکولے کھا رہی تھی اس لئے کھڑا ہونا دشوار تھا مسلمانوں نے جلدی جلدی سنتیں پڑھیں اور پھر جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے دراصل انہوں

نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ قطعہ غرق ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ ہم بھی غرق ہونے والے ہیں اس لئے نماز کی حالت میں ہی غرق ہو جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا شہادت صغریٰ کا ثواب مل جائے گا اللہ اللہ! کیسے لوگ تھے وہ ان کے پیش نظر خدا کی عبادت اور اس کی خوشنودی تھی۔ وہ اللہ کے لئے جینا اور اللہ کے لئے مرنا جانتے تھے ..... ایک ہم مسلمان ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں انقلاب کی تباہ کاری قوم کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ ہم مر رہے ہیں کٹ رہے ہیں ہم پر خوف و ہراس طاری ہے۔ مگر ہم اس خدا کے سامنے نہیں جھکتے۔ جو چشم زدن میں ہم کو سہارا دے کر سنبھال سکتا ہے۔ ہمارے دلوں سے خوف و ہراس دور کر سکتا ہے ہمیں سکون عطا کر سکتا ہے اب بھی ہم اس سے بغاوت کئے ہوئے ہیں اب بھی ہم لہو و لعب میں مصروف ہیں اب بھی ہم نمازیں نہیں پڑھتے خدا کو یاد نہیں کرتے اور اس سے امن و سلامتی کی دعائیں نہیں مانگتے میرا یہ ایمان ہے کہ اگر ہم خدا کے سامنے جھک جائیں اس کی عبادت خلوص سے کرنے لگیں تو تباہی سے بچ جائیں۔

مسلمانوں نے نماز پڑھ لی۔ اب سپیدہ سحر نمودار ہو گیا تھا اور دور تک کی چیزیں نظر آنے لگی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے جو درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے وہ سب دھنس چکے تھے نیز کئی چٹانیں پھٹ گئی تھیں اور جس قطعے پر وہ تھے اس پر جگہ جگہ غار پیدا ہو گئے تھے۔ اب انہوں نے جلدی جلدی کوچ کی تیاری کی اور وہاں سے چلے لیکن وقت یہ پیش آئی کہ راستے میں دراڑیں پڑ گئیں تھیں۔ سیدھے نہیں چل سکتے تھے۔ پیچ و خم کھا کر چلنے لگے وہ گھوڑوں پر سوار نہیں ہوئے۔ بلکہ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور آہستہ آہستہ بچ بچ کر چلے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ نوجوان افسر ایک گڑھے میں گر پڑے۔

یہ قافلہ رک گیا۔ خیریت یہ ہوئی کہ افسر کے اوپر گھوڑا نہیں گرا۔ افسر کے گرتے ہی ان کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ چھوٹ گئی اور گھوڑا پیچھے ہٹ گیا چند مسلمانوں نے جھانک کر دیکھا۔ گڑھا بہت گہرا تھا۔ انہیں افسر نظر نہیں آئے۔

انہیں بڑا فکر ہوا اور انہوں نے آوازیں دیں آواز کا جواب بھی نہیں آیا۔ ایک مسلمان نے کہا "خدا ہم پر رحم کرے۔" اگر ہم نے اپنے آقا زادے کو کھو دیا تو اپنے آقا کو کیا جواب دیں گے۔ اور کیسے انہیں منہ دکھائیں گے دوسرا بولا گھوڑے باندھنے کے لئے رسے جلدی جلدی نکالو اور انہیں باندھ کر لٹکاؤ۔ جلدی کرو میں اس غار میں اتروں گا۔" تیسرا بولا خدا بہتر کرے۔" اور انہوں نے تمام گھوڑوں کے رسے جمع کئے اور انہیں باندھنے لگے۔

(۱۴)

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نوجوان افسر سے تمام سپاہیوں کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ان کے غار میں گر جانے سے سب پریشان اور مضطرب ہوگئے تھے۔ رسے لائے گئے اور ان میں مضبوط گرہیں لگا کر ایک لمبا رسا بنایا گیا۔ اس رسے کو غار میں لٹکایا۔ اس کا سرا کئی آدمیوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ایک آدمی نیچے اترا۔ اس نے کافی گہراؤ میں جا کر آواز دی۔

"صاحب عالم ....." فوراً" ہی جواب آیا۔ کیا غضب کر رہے ہو۔ یہ یاد رکھو ہم صرف ایک افسر ہیں۔

سپاہی :۔ "مجھ سے اضطراب میں یہ غلطی ہوئی۔ معاف کر دیجئے۔"

افسر:۔ "کوئی بات نہیں۔ مگر احتیاط کو اپنی چادر گردانو۔"

سپاہی :۔ "احتیاط رکھوں گا۔ چوٹ تو نہیں آئی آپ کے؟"

افسر:۔ اتنی بلندی سے گر کر چوٹ نہ آنا معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔"

سپاہی :۔ "رسی کا سرا آپ کے پاس پہونچ گیا ہے۔"

افسر:۔ "ہاں پہونچ گیا ہے۔" عبدالرحمٰن ہم چاندی کی کان پر آگئے ہیں۔ اس سپاہی کا نام عبدالرحمان تھا۔ انہوں نے کہا کیا مطلب ہے اس سے آپ کا۔" افسر نے کہا' مطلب یہ ہے کہ یہاں کسی سفید چیز کے ڈھیر ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں یہ چاندی ہے۔ عبدالرحمان باتیں بھی کر رہے تھے اور نیچے بھی اترتے جاتے تھے وہ

افسر کے پاس پہنچ گئے اس وقت وہاں یعنی غار میں خفیف سی روشنی ہو گئی تھی اس روشنی میں عبدالرحمان نے بھی دیکھا یہ مٹی کے ڈھیر تھے۔ جن پر سفیدی غالب تھی۔ انہوں نے ان ڈھیموں پر ہاتھ پھیرا چاندی کے چھوٹے چھوٹے سخت ٹکڑے مٹی میں ملے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ میرے آقا یہ ضرور چاندی ہی ہے۔"

افسر:۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے یہاں چاندی کی کان تھی۔ زلزلے سے یہ جگہ شق ہو گئی ہے چاندی اور مٹی مل کر بڑے بڑے جھانوے سے بن گئے ہیں۔"

عبدالرحمان :۔ "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

چاندی ملنے کی خوشی میں عبدالرحمان افسر سے یہ معلوم کرنا بھول گئے کہ ان کے کس جگہ چوٹ آئی ہے۔ اب انہیں خیال ہوا۔ انہوں نے کہا خوشی نے مجھے کس قدر متوالا کر دیا۔ میں یہ دریافت کرنا بھی بھول گیا کہ آپ کے چوٹ کہاں آئی ہے؟"

افسر:۔ "ہمارے گھٹنوں اور کہنیوں میں خراش آئے ہیں۔ خدا نے ہمیں بچا لیا ہے۔"

عبدالرحمان :۔ "آپ رسہ پکڑ سکتے ہیں۔"

افسر:۔ "یقیناً" گو خراش پڑے ہیں لیکن ہم مجاہد ہیں۔ ایسی معمولی خراشوں کی تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتے۔"

عبدالرحمان :۔ "اچھا تو آپ رسہ پکڑ کر اور اوپر چڑھیں۔"

افسر:۔ "کیا تم ایک ڈھیم لا سکو گے۔"

عبدالرحمان :۔ "ایک نہیں کئی ڈھیم لانے کی کوشش کروں گا۔"

افسر:۔ مگر کس طرح؟"

عبدالرحمان :۔ میں اپنے عمامے میں دو جھانوے باندھ لوں گا۔

افسر نے خوش ہو کر کہا۔ ٹھیک تدبیر تمہاری سمجھ میں آئی۔ اچھا دو جھانوے ہمارے عمامے میں بھی باندھو۔

اور عبدالرحمان نے دو ہلکے ہلکے ڈھیم باندھ دیئے۔ افسر نے انہیں اپنی کمر

سے باندھ لیا اور اوپر چڑھنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں زخم آگئے تھے رسہ پکڑ کر اوپر چڑھتے ہوئے انہیں بڑی تکلیف ہوئی مگر وہ چڑھتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ اوپر آگئے۔ سپاہیوں نے انہیں اوپر کو کھینچ لیا۔ جب وہ غار میں سے نکل کر کھڑے ہوئے تو ان کو سپاہیوں نے دیکھا۔ ان کی شلوار گھٹنوں پر سے پھٹ گئی تھی۔ اور پائنچوں پر خون کے دھبے تھے۔ سب کو افسوس ہوا کہ ان کے چوٹ آگئی۔ سپاہیوں نے فے نس اور سربی نے دیکھا کہ ان کی کمر سے کوئی چیز بندھی ہوئی ہے۔ انہیں بڑا تعجب ہوا کہ وہ کیا چیز باندھ لائے ہیں۔

افسر نے بیٹھ کر اپنا عمامہ کمر سے کھولنا چاہا لیکن زخمی ہاتھ کام نہ دے سکے دو سپاہیوں نے جلدی جلدی کھولا۔ اور جب وہ چیز سب کے سامنے آئی تو سب حیران رہ گئے۔ سیاہ مٹی میں سفید چاندی ملی ہوئی تھی۔ فے نس نے اول حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے افسر کو دیکھا اور پھر چاندی کو۔ اس نے کہا یہ چاندی آپ کو کہاں سے ملی؟

افسر:۔ "اس غار میں سے جس میں ہم جا پڑے تھے۔"

فے نس:۔ "یہ چاندی ہے آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہماری قوم میں یہ بات مشہور ہے کہ ایک زمانہ میں چند مسلمان اس علاقہ میں آئینگے۔ اس علاقے کی پہاڑی انہیں چاندی کا خراج دے گی اور جسے یہ خراج ملیگا وہ سائرکیوس (سرقوصہ) کو فتح کرینگے۔ وہ وقت آگیا ہے اس پہاڑی نے آپ کو چاندی کا خراج ادا کردیا ہے۔ آپ ہی وہ خوش قسمت ہیں جو اس جزیرہ کی مشہور بندرگاہ اور اس بندرگاہ کے مشہور قلعہ سائراکیوس (مرقوصہ) کو فتح کریں گے۔

سائراکیوس (مرقوصہ) جزیرہ سسلی میں نہایت مشہور شہر تھا۔ یہ اس جزیرہ کے جنوب و مشرق کی طرف واقع تھا۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی ساڑھے سات سو برس پہلے آباد ہوا تھا۔ اسے آباد کرنے والوں نے ایک میل کے حلقے میں اسے آباد کیا تھا۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ انہوں نے کئی خوبصورت مندر تعمیر کرلئے اور رفتہ رفتہ اس شہر نے بڑی ترقی کی۔ اس شہر کے قریب ایک زبردست بندرگاہ بن گیا۔ نیز شہر کا محیط ساڑھے گیارہ میل ہوگیا۔

اس شہر کو مضبوط اور ناقابل تسخیر بنانے کے لئے رومیوں نے تین فصیلیں یکے بعد دیگر اس کے گرد بنائی تھیں۔ ان فصیلوں سے وہ اس قدر مضبوط ہوگیا تھا کہ اس کی فتح غیر ممکن سمجھی جاتی تھی۔

مرقوسہ پر مسلمانوں نے وسط ربیع الاول ۲۱۴ھ ہجری' مطابق وسط ماہ جون ۸۳۷ء جو لشکر کشی کی لیکن اسلامی لشکر میں وبا پھوٹ پڑی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔ مسلمانوں نے کیوں لشکر کشی کی تھی یہ بات آئندہ ابواب میں معلوم ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

افسر نے حیرت سے فے نس کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ بات اس جزیرہ میں کس زمانے سے مشہور ہے؟"

فے نس:۔ اس وقت سے جب سے سرقوسہ پر مسلمانوں نے لشکر کشی کی تھی۔ اس زمانے میں ارشمیدس بڑا جادوگر تھا وہ مارسے بس کا استاد تھا۔ اس نے یہ پیشن گوئی کی تھی اس کی یہ پیشن گوئی تمام جزیرہ میں مشہور ہو گئی تھی۔

اس عرصہ میں عبدالرحمان بھی اوپر چڑھ آئے۔ انہوں نے بھی اپنا عمامہ کھول کر چاندی کے تھوئے سب کے سامنے رکھ دیئے۔ وہ تین تھے ان میں پتھریلی مٹی کم تھی اور چاندی زیادہ تھی۔ چاندی کے ذرات نہیں تھے بلکہ موٹے ٹکڑے تھے۔ عبدالرحمان کو بھی اس پیشن گوئی سے مطلع کیا گیا۔ جو فے نس نے سنائی تھی۔

افسر نے کہا۔ "پیشن گوئیوں پر یقین کرنا درست نہیں ہے۔ اب یہ سوچو کہ کیا اس غار میں سے اور چاندی نکالی جائے یا فی الحال اس کا نکالنا ملتوی کردیا جائے۔ عبدالرحمان نے کہا میرے خیال میں جس قدر چاندی نکالی جاسکتی ہے نکال لینی چاہئے۔

فے نس:۔ "مگر آپ زیادہ چاندی نہ نکال سکیں گے۔ مارسے بس نے ابھی تقریباً" دو برس ہوئے ایک موقعہ پر کہا تھا کہ سسلی کا علاقہ جو چاندی' سرقوسہ کے فاتح کے سامنے پیش کرے گا وہ اسے زیادہ تعداد میں نہ مل سکے گی۔"

افسر:۔ فے نس ہم لوگ مسلمان ہیں اور مسلمان ان پیشن گوئیوں پر تو یقین

کرتے ہیں جو ان کے محترم نبی صلعم نے کی ہیں۔ اس لئے وہ پیشن گوئیاں خدا
کے حکم سے کی گئیں ہیں۔ اور کسی کی پیشن گوئی پر بالکل یقین نہیں کرتے۔
البتہ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ علم نجوم ایک علم ہے۔ لیکن اس میں بھی غلطی
ممکن ہے۔ اکثر نجومی ہی پیشن گوئیاں کرتے ہیں۔ ان میں اکثر غلط بھی ہوتی
ہیں۔ اور بعض صحیح بھی۔ لیکن ان پر یقین کرلینا اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔
اب وہ سپاہیوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ تم میں سے چند نوجوان اتر جاؤ
اور تین تین چار بڑے ڈلے اٹھا لاؤ۔

کئی مسلمان رسہ کے ذریعہ سے غار میں اتر گئے۔ چونکہ اب کافی دن چڑھ
آیا تھا۔ غار کے اندر اچھی خاصی روشنی ہو گئی تھی۔ سپاہیوں نے غار میں اتر کر
ڈلے عماموں میں باندھ لئے اور اوپر آگئے۔ تقریباً پچیس سوار چاندی کے بڑے
بڑے ڈیڑھ سو ڈلے اٹھا لائے یہ وزن میں کئی من کے تھے ان کے پاس ایسا کوئی
سامان نہیں تھا۔ جس سے وہ مٹی علیحدہ کر کے چاندی صاف کرلیتے۔ انہوں نے
ایک ڈلے کو توڑ کر مٹی ہٹانی چاہی وہ بکھر گیا چاندی کے ٹکڑے مٹی میں ملے رہ
گئے۔ انہیں صاف کر کے ہٹانے میں بڑی دقت ہوئی اور بڑا وقت صرف ہوا۔
اس لئے ڈلے توڑنے کا سلسلہ ملتوی کردیا گیا۔

افسر نے وہاں سے ہٹ کر ایک اونچے قلعہ کوہ پر قیام کردیا اور کھانا تیار
کرنے کا حکم دیا سپاہی کھانا تیار کرنے لگے۔ چونکہ ان کا ارادہ سفر کرنے کا تھا
اس لئے جلد کھانا کھا کر فارغ ہوگئے۔ عین اس وقت پھر زور کی گرج ہوئی اور
زلزلہ کا زور دار جھٹکا آیا اور کچھ دور کی چٹانیں پھٹ کر گر گئیں دیر تک
گڑگڑاہٹ ہوتی رہی۔ یہ لوگ بیٹھ گئے۔ گھوڑے بھی خوفزدہ ہو کر بیٹھ گئے اور
کچھ دیر بعد جب گڑگڑاہٹ بند ہوگئی اور زلزلے کا اندیشہ جاتا رہا تو ان لوگوں
نے گھوڑوں پر زین کسے۔ جب وہ اس جگہ آئے جہاں سے انہوں نے چاندی
نکالی تھی تو دیکھا کہ اس غار میں ایک چٹان الٹ کر جا پڑی ہے اور وہ غار قریب
قریب بھر گیا ہے۔ فے نس نے کہا۔ آپ نے دیکھا اس علاقہ کو جو خراج ادا کرتا
تھا کردیا۔ اب اس چٹان کو توڑ کر چاندی نکالنا تو ناممکن ہے۔ فے نس نے سچ کہا

تھا۔ اب اس میں سے چاندی نکالنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اب یہ قافلہ وہاں سے
روانہ ہوگیا۔

۱۵

جوں جوں یہ قافلہ بڑھتا جاتا تھا زلزلے کی تباہ کاریاں دیکھتا جاتا تھا کہیں
چٹانیں پھٹ کر الٹ گئی تھیں۔ کہیں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ کہیں جنگل تہس
نہس ہو گیا تھا۔ کہیں سے پانی بہنے لگا تھا۔ یہ قافلہ چلتا رہا اور پہاڑ کو عبور کر
کے ایک مسطح میدان میں پہونچا اور رات کو انہوں نے وہیں قیام کردیا اور پھر
صبح کی نماز پڑھ کر وہاں سے آگے چلے۔

اس نواح میں خانقاہیں اور کلیسا کثرت سے تھے اور ان کلیساؤں اور
خانقاہوں کے نام کئی کئی گاؤں وقف تھے۔ ان دیہات میں جو آراضی تھی ان میں
اکثر کیا زیادہ تر چاول کی کاشت ہوتی تھی۔ کلیساؤں اور خانقاہوں کے بشپ اور
راہب چاول کی کاشت کراتے تھے۔ یہ کاشت ان کے غلام کیا کرتے تھے اور
غلام جزیرہ سسلی کی پرانی قوموں کے لوگ تھے یعنی وہ یونانی' اور رومی بت پرست
تھے اور عیسائوں کے آنے سے پہلے اس جزیرہ کے اصلی باشندے تھے .... لیکن
حضرت مسیح کی یہ بھیڑیں نہایت ظالم اور سنگدل تھیں عام عیسائی تو کیا راہب اور
بشپ تک بڑے ظالم تھے۔ کچھ لوگوں کو تو ان مقدس بزرگوں نے کوڑیوں کے
مول خریدا تھا اور کچھ کو اپنی رحملی اور انصاف پسندی کا یقین دلا کر بغیر خریدے
ہی غلام بنا لیا تھا۔ شروع شروع میں مقدس راہبوں اور بشپوں نے ان لوگوں
کے ساتھ نرم اور اچھے سلوک کئے ان کی ضروریات سے زیادہ انہیں دیا اور کام
کم لیا۔ اس سے ان کی شہرت ہوگئی اور لوگ جوق در جوق ان کے پاس غلام
بننے کے لئے آنے لگے چونکہ وہ انہیں ایسی ملک سمجھتے تھے جو آگے چل کر
نہایت نفع بخش ثابت ہو اس لئے انہوں نے جو لوگ بھی آئے انہیں اپنا غلام
بنالیا۔ مگر جب ان کے پاس غلاموں کی تعداد کافی ہو گئی تو انہوں نے مظلوم

غلاموں کے لئے ایک نہایت ہی ظالمانہ قانون یہ بنایا کہ غلاموں کی اولاد بھی عیساؤں کی ملک ہوگی۔ وہ ان کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔

جزیرہ سسلی کے پرانے باشندے نہایت سادہ لوح تھے اور مکاری و فریب کو نہ جانتے تھے۔ وہ عیسائیوں کی مکارانہ سیاست کو نہ سمجھ سکے انہوں نے اس قانون کو مان لیا۔ اس قانون کے بننے کے بعد ہی غلاموں پر سختیاں شروع ہو گئیں پہلے وہ بہت کم کام کرتے تھے اب انہیں دن بھر اور رات کے کچھ حصہ میں بھی کام کرنا پڑتا تھا۔ وہ دلدلوں میں کام کرتے کرتے بیمار ہو جاتے تھے۔ بیماری کی حالت میں ان کی مطلق خبر گیری نہ کی جاتی تھی انہیں مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اگر وہ اپنی سخت جانی سے بچ جاتے تھے تو پھر انہیں کام کرنے کے لئے پکڑ لیا جاتا تھا۔ نیز ہر کلیسا و خانقاہ کے متعلق ہزاروں غلام تھے۔ ان پر انسانیت سوز سختیاں کی جاتی تھیں انہیں بیٹتے تھے انکی رکھوالی کرتے تھے انہیں کاٹتے کاٹتے تھے اور مونجی میں سے چاول نکالتے تھے کوئی غلام دن میں ایک گھنٹہ بھی آرام نہیں کرسکتا تھا۔ اور اگر کوئی تھک کر بیٹھ جاتا تو رحم [illegible] بھی کوڑوں سے اس کی کھال اڑا ڈالتے۔ شروع شروع میں ان غلاموں کو تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ مگر جب نئے قانون کی رو سے غلام اور ان کی اولاد عیساؤں کی ملک قرار دیدیئے گئے تو ان بیچاروں نے اپنے پیٹ کاٹ کر جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی ان سے چھین لیا گیا اور انہیں صرف روٹی اور کپڑا دیا جانے لگا۔

اگر اس حد تک غلاموں پر سختی کی جاتی تو غنیمت تھا۔ اگر مقدس بشپ اور بزرگ پادری اسی پر کیوں بس کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ان مظلوم غلاموں کی اولاد کو فروخت کرنا شروع کردیا۔ غلام روتے تھے ان کی عورتیں پچھاڑیں کھاتی تھیں کہ ان کی اولاد کو ان سے نہ چھینا جائے ان کے جگر گوشوں کو بیچا نہ جائے لیکن ان کے پتھر دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ وہ کوڑے مار مار کر ماں اور باپ کو چپ کرا دیتے تھے اور ان کے معصوم بچوں کو منڈیوں میں لیجا کر بیچ آتے تھے۔ اگر غلاموں نے زیادہ جزع فزع کی تو ان سے کہہ دیا کہ وہ عیسائی ہو جائیں جو لوگ عیسائی ہو جائیں گے ان کے ساتھ انصاف کیا جائے گا مگر وہ لوگ اپنا

مذہب نہ چھوڑتے تھے۔ ان غلاموں کی حالت حد درجہ خراب تھی۔...

مسلمانوں کا قافلہ ایک روز کچھ دن چڑھے ایک عالیشان کلیسا کے سامنے جا کر رکا۔ کلیسا کے باہر تقریباً ایک ہزار غلام مرد عورتیں اور بچے بیٹھے تھے یہ سب لوگ نہایت غمگین اور آزردہ تھے عورتوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

افسر نے اپنے سپاہیوں کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ سپاہی اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ افسر نے نس کو ساتھ لے کر مظلوم غلاموں کے پاس پہونچے۔ انہوں نے ایک بوڑھے غلام سے پوچھا۔ تم لوگ غمزدہ کیوں ہو؟"

اس نے جگر دوز ٹھنڈی آہ بھری۔ اور کہا " قسمت نے انہیں غلام بنایا ہے اور غلامی نے ہمیں انسانی صف سے خارج کردیا ہے۔ ہم کلیسا کے رحمدل پادریوں کے غلام ہیں۔ تمام دن اور آدھی آدھی رات تک اپنی جانیں کھپاتے ہیں تب کھانا اور کپڑا پاتے ہیں۔ اگر بیمار ہو جاتے ہیں تو مرنے کے لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں دوا اور خبر گیری کا تو ذکر کیا۔ کھانے تک کو نہیں ملتا اگر گڑگڑا کر کھانے کو مانگتے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ آج تم نے کام کیا کیا ہے جو کھانے کو ملے اگر عرض کرتے ہیں کہ بیمار ہو گئے ہیں اچھے ہو کر کام زیادہ کر کے بیماری کے دنوں کی کسر نکال دینگے تو کوڑے مارے جاتے ہیں ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جب ہمارے بچے بولنے اور چلنے پھرنے لگتے ہیں تو ہم سے چھین کر بیچ ڈالے جاتے ہیں۔ ہماری حالت جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

افسر نے کبھی ان باتوں کو نہیں سنا تھا۔ انہیں بڑا افسوس ہوا غلام مسلمان بھی رکھتے تھے لیکن انہیں مساویانہ حقوق حاصل تھے جیسا آقا کھاتے اور پہنتے ویسا ہی انہیں کھانے اور پہننے کو دیا جاتا تھا۔ جتنا کام آقا کرتے تھے اتنا ہی

سی پی اسکاٹ اپنی تاریخ اخبار اندلس کی جلد دوم کے صفحہ [illegible] پر تحریر کرتے ہیں کہ جزیرہ فتح [illegible] کے باشندے غلام بنا لیے گئے۔ ہر کلیسا اور خانقاہ میں غلاموں کی تعداد بے انتہا تھی۔ یہ بد قسمت غلام [illegible] اور راہبوں کی جاگیروں کا انتظام اور کاروبار کرتے تھے۔ وہ زیادہ تر چاولوں کی کاشت کرتے تھے۔ ان مقدس مذہب عیسوی کے رہنماؤں کی آمدنی کا ذریعہ یا تو ان کے غلاموں کی محنت کا ثمرہ تھا یا ان کی اولاد کی قیمت تھی کیونکہ کلیسائی طرف سے غلاموں کے بچے فروخت کر ڈالے جاتے تھے۔

غلاموں سے لیا جاتا تھا۔ غلاموں کی اولاد آقا کی اولاد کے ساتھ پرورش پاتی تھی۔ بیماری میں ان کی خبرگیری اتنی ہی کی جاتی تھی جتنی آقا کے بیمار ہونے پر ان کی کی جاتی تھی۔ افسر نے پوچھا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو......؟"

بوڑھے نے جواب دیا اس کلیسا کے بشپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم یا تو عیسائی ہو جائیں ورنہ ہمارے بچے ہم سے چھین کر فروخت کر ڈالے جاوینگے۔

افسر:۔ "تم نے کیا طے کیا ہے.....؟"

بوڑھا:۔ "ہم کیا طے کرسکتے ہیں سوائے اس کے اپنا مذہب نہ چھوڑیں اور اپنے جگر گوشوں کو کلیجہ پر پتھر کی سل رکھ کر ان کے حوالے کردیں۔"

افسر:۔ "تم بغاوت کیوں نہیں کردیتے۔"

بوڑھا:۔ ہم میں اتنی قوت کہاں ہے؟

افسر:۔ قوت ہے۔ لیکن غلامی کے احساس نے تمہاری خود ارادی کو ختم کردیا ہے۔ اس وقت پادریوں کی جماعت آئی۔ ان کے ساتھ تقریباً" سو عیسائی کوڑے لئے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھے پادری نے غلاموں سے پوچھا۔ بولو تم عیسائی ہونے کے لئے تیار ہو.....؟"

کئی غلاموں نے جواب دیا نہیں' ہم عیسائی نہیں ہوسکتے۔

پادری:۔ اچھا اپنے بچے ہمارے حوالے کرو۔

بوڑھے غلام نے کہا ہم پر رحم کرو۔ ہمارے جگر گوشوں کو ہم سے نہ چھینو۔

پادری کو غصہ آگیا۔ "لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔"

اس نے اپنے ساتھی عیسائیوں کو حکم دیا کہ عورتوں کی گودوں سے ان کے بچے چھین لو اور جو عورت یا مرد ذرا بھی مزاحمت کرے کوڑوں سے اس کی کھال ادھیڑ ڈالو۔

ظالم عیسائی خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بڑھے اور انہوں نے بچے چھیننے شروع کردیئے۔ معصوم بچے نہ جانتے تھے ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ خونخوار اور درندوں کی صورتیں دیکھ کر سہم گئے اور پاؤں سے لپٹ گئے ماؤں نے انہیں اپنے کلیجوں سے لگا لیا۔ بیدرد ظالموں کی منتیں اور خوشامدیں کیں

روئیں مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بچے خاصے خوبصورت تھے۔ ایک بچے کو اس کی ماں نے اپنے سینہ سے ایسا لگالیا کہ بیرحموں کے چھیننے پر نہ چھوڑا۔ ایک درندہ نے اس عورت کی پیٹھ پر کوڑوں کی بارش شروع کردی۔ عورت شکیل تھی۔ وہ پٹ رہی تھی اور کہہ رہی تھی مجھے مار ڈالو۔ میں اپنے بچہ کو اپنی زندگی میں نہ دونگی۔ اسے اس بیدردی سے مارا کہ اس کی پیٹھ سے خون جاری ہو گیا۔ وہ ذرا ذرا رو رہی تھی۔ بچہ کو سینہ سے لگائے تھی۔ پادری دیکھ رہے تھے غصہ سے بلبلا رہے تھے کہہ رہے تھے اور مارو...... اور مارو۔"

نوجوان افسر کو غصہ آگیا۔ انہوں نے تلوار میان سے کھینچ لی اور ڈپٹ کر کہا۔ خبردار جو اب کسی عورت کے ایک کوڑا بھی مارا۔

پادریوں اور ظالم عیسائیوں نے حیرت سے نوجوان افسر کی طرف دیکھا آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ کسی نے ان کے کام میں مداخلت کی ہو۔ فے نس نے آہستہ سے کہا۔ آپ کیا غضب کرتے ہیں اس سرزمین میں کلیساؤں کی طاقت سب سے بڑی طاقت سمجھی جاتی ہے پادری نظارہ نہیں دیکھ سکتے۔

اب پادریوں کی پلٹن افسر کے پاس آئی۔ ایک پادری نے کہا۔

یہ ہمارے غلام ہیں۔ ہماری ملک ہیں ہم ان کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ کوئی ہمارے کام میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ تم نے کس حق سے ہم کو یہ دھمکی دی ہے۔

پادری:۔ کیا ہم انسان نہیں ہیں.....؟"

افسر:۔ جو انسانوں کو انسان نہیں سمجھتا وہ انسان نہیں حیوان ہے۔

پادری:۔ تم نے بہت ہی سخت بات کہی ہے تمہیں اس کا جواب، تلوار کی نوک سے دیا جائے گا۔

اس نے عیسائیوں سے کچھ کہا۔ چند عیسائی وہاں سے چلے گئے اور افسر انتظار کرنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟

۱۲

فے نس نے آہستہ ... کہا۔ اچھا ہو کہ ... ان وحشی لوگوں سے معافی

مانگ لیں۔

افسر:۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم انشاء اللہ دیکھو گے کہ ہم انہیں انسانیت کا سبق دیں گے۔

فے نس:۔ ہر کلیسا اور خانقاہ میں فوجیں رہتی ہیں مجھے خوف ہے کہیں سپاہی نہ آجائیں۔

افسر:۔ بالکل نہ ڈرو وہ ہمارا کچھ نہ کر سکیں گے۔ یہ بات یاد رکھو کہ ظالم بہادر نہیں ہوتے یہ لوگ بھی بہادر نہیں ہیں۔

ابھی اسی قدر باتیں ہوئی تھیں کہ کلیسا کا پھاٹک کھلا اور اس کے اندر سے عیسائی سپاہی نکلے۔ کلیسا کا احاطہ کافی لمبا چوڑا تھا۔ اس کے اندر ایک طرف عیسائی سپاہیوں کی بارکیں تھیں۔ پانچ سو سپاہی رہتے تھے۔ دوسری طرف چاولوں اور دوسری چیزوں کے گودام تھے۔ پھاٹک کے عین سامنے احاطہ کے وسط میں شاندار گرجا تھا۔ گرجے کے پیچھے باغیچہ تھا اور گرجا کے داہنے بازو کی طرف پادریوں کے لئے خوشنما کمرے تھے ان کمروں میں عیش و عشرت کے تمام سامان تھے۔ بائیں طرف وہ کنواری اچھوتیاں تھیں۔ جو کہ نئس کہلاتی تھیں اور جنھوں نے ساری عمر کنواری رہنے کا عہد کیا ہوا تھا۔

عیسائی سواروں کو دیکھتے ہی افسر نے بلند آواز سے کہا شیران اسلام جہاد کے لئے مسلح ہو کر آجاؤ۔

چنانچہ مسلمان جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ انہوں نے جلدی جلدی ہتھیار لگائے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے افسر کے پاس چلے آئے فے نس کو یہ اطمینان نہیں تھا کہ اتنے تھوڑے مسلمان عیسائیوں کی بھاری تعداد کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اس نے پھر افسر سے کہا۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

افسر:۔ ہمیں معلوم ہے تم نہیں جانتے کہ ہم ان شیروں کی اولاد ہیں جو کہ ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار دشمنوں سے لڑتے تھے۔ میدان جنگ ہمارے لئے بازیچہ اطفال ہے۔

فے نس نے ایسی حیرت ناک نگاہوں سے افسر کو دیکھا جس سے ظاہر تھا کہ اسے بات کا یقین نہ ہوا کہ ایک آدمی اکیلا ایک ہزار دشمنوں سے لڑ سکتا

ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کیا ایک آدمی ایک ہزار دشمنوں سے لڑا تھا۔

افسر:۔ ہاں تم خود دیکھ لو گے کہ یہ لوگ ہمارے مقابلے سے کس طرح بھاگتے ہیں۔ اب کئی پادری ان کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ آپ نے دھمکی دے کر کلیسا کی توہین کی ہے۔ چونکہ ہم عیسائی ہیں اور عیسائی رحمدل ہوتے ہیں۔ خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے تمہیں موقعہ دیتے ہیں کہ تم معافی مانگ لو۔ ہم اب بھی تمہیں معاف کردینگے۔

افسر:۔ جو لوگ انسانیت سے عاری ہیں جو غلاموں کو انسان نہیں سمجھتے جو عورتوں کے کوڑے مار کر ان کے معصوم بچوں کو ان سے زبردستی چھین لیتے ہیں وہ عیسائی ہرگز نہیں ہوسکتے۔ حضرت عیسٰیؑ نے ہرگز ظلم و ستم کرنے کا حکم نہیں دیا ہے تم عیش کے بندے اور بے رحم سرمایہ دار ہو۔ تم سے معافی مانگنا انسانیت کی توہین کرنا ہے۔ تم غالباً ہمارے لباس سے سمجھ گئے ہو گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم مظلوموں کے حامی اور ظالموں کے دشمن ہیں۔ ہم امن و سلامتی کے علمبردار ہیں۔ ہم دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ جنگ کے خواہش مند نہیں۔ ہم اب بھی درگزر سے کام لے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تم ان تمام غلاموں کو آزاد کردو۔ انہیں ایک ایک مہینہ کے کھانے کا سامان دو انہیں یہاں سے چلے جانے دو۔ اگر تم اپنے سپاہیوں کے زعم پر ہمارے مقابلے میں آگئے ہو تو یاد رکھو ہم تمہارے سپاہیوں کو قتل کرڈالیں گے اور تمہیں سب کو اپنا غلام بنا دیں گے جس طریقہ سے تم ان سے کام لیتے تھے اسی طریقہ سے یہ تم سے کام لیں گے۔

پادریوں کو سخت طیش آیا ایک جوشیلے پادری نے کہا معلوم ہوتا ہے تمہاری قضا تمہیں یہاں کھینچ کر لائی ہے جب سے تم مسلمان اس جزیرے میں آئے ہو اسی وقت سے ہم تمہارے دشمن ہیں اور آج تمہیں قتل کر کے ہم اپنے دلوں کو تسکین دینگے۔

اب پادری پیچھے چلے گئے اور عیسائی سپاہی آگے بڑھ آئے۔ اور اپنی صفیں درست کرنے لگے۔ وہ بوڑھا غلام جس نے افسر سے پہلے گفتگو کی تھی۔ افسر کے پاس آیا اس نے کہا آپ نے کہا آپ ہمارے لئے جنگ لڑ رہے ہیں۔ افسوس ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ ورنہ ہم تمہاری مدد کرتے۔ مگر ہمارے پاس

لاٹھیاں ہیں۔ پہلے ہمیں ہمارے دلوں کے حوصلے بحال کر لینے دیجئے۔

افسر نے اس کا شکریہ ادا کرکے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم تمہاری حمایت میں ان سے لڑ رہے ہیں۔ مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اس جنگ میں حصہ لو۔ تم جہاں ہو وہیں رہو اور جنگ کا تماشہ دیکھو۔

بوڑھا غلام چلا گیا۔ اس عرصہ میں عیسائیوں نے اپنی صفیں درست کرلیں۔ مسلمانوں نے ایک صف قائم کی اور پادریوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ انہوں نے سپاہیوں کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔

اور عیسائی جوش میں آکر بڑھے انہوں نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بڑے استقلال سے ان کا حملہ روکا۔ افسر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ مسلمانوں نے تلواریں میان سے کھینچ لیں دوسرے نعرہ پر انہوں نے تلواریں بلند کیں۔ پھر افسر نے تیسرا نعرہ لگایا۔ تو تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر بڑی دلیری سے حملہ کیا۔

عیسائیوں نے چاہا کہ وہ بھی مسلمانوں کا حملہ اسی آسانی سے روک لیں۔ جس آسانی سے مسلمانوں نے ان کا حملہ روکا تھا۔ مگر وہ پورا زور لگانے پر بھی ان کا حملہ نہ روک سکے انہیں اپنی جگہ پر قائم رہنا دشوار ہو گیا اور مسلمانوں کے پہلے ہی ریلے میں بہہ گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔

مسلمانوں نے انہیں پیچھے ہٹنے ہی نہیں دیا۔ بلکہ ان کے کئی بہادروں کو مار ڈالا۔ دو عیسائیوں کو نوجوان افسر نے ٹھکانے لگا دیا۔ عیسائیوں نے حسب عادت شور مچانا شروع کردیا۔ مسلمان خاموشی سے مار کاٹ میں مشغول ہو گئے اور ہر مسلمان بڑی پھرتی سے حملے کرنے لگا۔

عیسائیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ بھی جوش میں آکر پوری طاقت سے حملہ کرتے تھے۔ مگر مسلمان ان کی تلواریں اپنی ڈھالوں پر روک کر جواب میں ان پر تلواروں کے وار کرتے تھے۔ عیسائی بھی ڈھالیں سامنے کردیتے تھے لیکن مسلمان اس زور سے تلواریں مارتے تھے کہ ڈھالوں کو پھاڑ کر ان کے سروں کی پھانکیں کھول دیتے تھے۔ مسلمانوں نے سو عیسائیوں کو مار ڈالا۔ پادری دیکھ رہے تھے

انہیں بڑا غصہ آرہا تھا اگر ان کی دعا میں اثر ہوتا تو وہ ان کے لئے بددعا کرتے اور مسلمان ان کے قابو میں آجاتے تو وہ ان کے ٹکڑے اڑا ڈالتے وہ اپنے سپاہیوں کی ہمت افزائی کر رہے تھے انہیں جوش اور اشتعال دلا رہے تھے اور عیسائی جوش میں آکر بڑھے اور انہوں نے بڑے زور سے حملہ کیا۔ تلواروں پر مسلمانوں کو رکھ لیا۔ کئی مسلمان شہید ہو گئے۔

جب کوئی مسلمان شہید ہو کر گرتا تو پادری سپاہیوں کو شاباشی دیتے اور سپاہی اور بھی جوش میں آکر حملہ کرتے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کے کئی بھائی شہید ہو گئے تو انہیں جوش آگیا۔ اور انہوں نے جم کر عیسائیوں کے سیلاب کو روکا۔ اور اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ انہوں نے اس حملہ میں پچاس سے زیادہ عیسائیوں کو مار ڈالا۔ عیسائیوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا اور انہوں نے جمنا چاہا۔ مسلمانوں نے ٹھہرنے نہیں دیا۔ پے در پے حملے کرتے انہیں مارتے کاٹتے ہٹاتے چلے گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر پادریوں کو خوف ہوا کہ کہیں ان کے جانباز شکست نہ کھا جائیں وہ غلاموں کے پاس پہونچے اور ان سے کہا آج تمہاری نمک حلالی دکھانے کا وقت آگیا ہے۔

بوڑھے غلام نے کہا "کیا حکم ہے' ہمارے لئے......؟"

پادری:۔ یہ عرب مسلمان ہمارے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔ انہیں مار ڈالو۔ یا گرفتار کرلو۔ اس صلہ میں ہم تمہیں بہت زیادہ انعام دیں گے اور تم اپنے حق نمک سے ادا ہو جاؤ گے۔

بوڑھا غلام:۔ ہم نے تمہارا نمک کبھی نہیں کھایا۔ تم ہمارے نمک خوار ہو نہ کہ ہم تمہارے۔ رہا عرب مسلمانوں کا معاملہ وہ ہمارے محسن ہیں ہمارے لئے لڑ رہے ہیں ہم ان کی مدد کریں گے تمہاری نہیں۔

پادری غصہ سے بھنا اٹھے۔ انہوں نے کہا نمک حرامو! تمہارا یہ خیال۔ ابھی تمہارے دماغ صحیح ہو جاتے ہیں۔

انہوں نے عیسائی کوڑے برداروں سے کہا کہ ان غلاموں کی کھالیں ادھیڑ ڈالو۔ جب تک عربوں سے لڑنے کو تیار نہ ہوں انہیں مارتے رہو۔

کوڑے والے بڑھے غلام ایک دم کھڑے ہوگئے۔ ان میں یہ حرارت مسلمانوں کی شجاعت دیکھ کر پیدا ہوئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سو مسلمان پانچ سو عیسائیوں سے لڑ رہے ہیں تو انہیں غیرت آئی اور انسانیت جو غلامی پر قانع ہو کر سو گئی تھی بیدار ہو گئی۔ انہوں نے کوڑے برداروں پر ہلہ بول دیا چونکہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ غلاموں نے ان کا مقابلہ کیا ہو۔ اس لئے وہ حیران رہ گئے۔ غلاموں نے ان کی حیرت سے فائدہ اٹھایا انہوں نے ان میں سے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں سے کوڑے چھین لئے اور جو ان پر کوڑے برسایا کرتے تھے اب انہوں نے ان کے کوڑے مارنے شروع کئے۔ وہ گھبرا کر بھاگ نکلے۔ پادری بھی ان سے ڈر کر اپنی لمبی داڑھیاں ہلاتے ہوئے بھاگے اور کلیسا کے احاطہ میں گھس گئے۔

پادریوں کے بھاگنے کا اثر یہ ہوا کہ عیسائی سپاہیوں کے دل چھوٹ گئے اب تک وہ بڑی جیداری سے لڑ رہے تھے۔ لیکن اب ان کا استقلال جاتا رہا۔ وہ اس فکر میں لگ گئے کہ موقع ملتے ہی وہ بھی بھاگ کر کلیسا کے احاطہ میں گھس جائیں۔

مسلمانوں نے قرائن سے اس بات کو سمجھ لیا۔ انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا اور پھرتی سے عیسائیوں کو قتل کرنے لگے۔ نوجوان افسر نے بڑھ کر عیسائی افسر کے تلوار ماری اس کا سر اڑ گیا۔ اب عیسائیوں کے دل ڈوب گئے وہ پسپا ہوئے اور بھاگ پڑے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

۱۷

نے نس۔ سرپی۔ اور سیاح ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے وہ خوفناک نظروں سے لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہیں یہ یقین تھا کہ شکست مسلمانوں کو ہوگی اس لئے کہ ان کی تعدد بہت کم تھی مگر جب مسلمانوں نے عیسائیوں کے ٹکڑے اڑا دیئے اور ان کی بڑی تعداد مار ڈالی تو انہیں تعجب ہوا۔

مسلمان عیسائیوں کا تعاقب کرتے ہوئے احاطہ کے اندر گھس گئے اور وہاں جاتے ہی انہوں نے بھگوڑے عیسائی سپاہیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا عیسائیوں میں اب مقابلہ کی جرات ہی نہیں رہی تھی۔ مسلمان انہیں قتل کر رہے تھے اور وہ بھیڑوں کی طرح ذبح ہو رہے تھے پادری کمروں کے دروازوں میں پردوں کے پیچھے کھڑے خوف زدہ نظروں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اچھوتیاں بھی اپنے احاطہ سے جھانکنے لگی تھیں۔ ان کی حسین آنکھوں سے خوف اور فکر ٹپکنے لگے تھے۔

مسلمانوں نے سپاہیوں کو چن چن کر مار ڈالا۔ اب وہ کوڑے بازوں کی طرف بڑھے انہوں نے فریاد کے لہجہ میں کہا۔ ہم پر رحم کیجئے۔ ہم بے گناہ ہیں۔ سارا گناہ ان بے رحم پادریوں کا ہے۔"

مسلمانوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ گرفتار کر لیا۔ افسر نے حکم دیا پادریوں اور ننوں کو بھی گرفتار کر لو۔

سپاہی دلیرانہ پادریوں کے کمروں اور ننوں کے احاطے میں جا گھسے اور سب کو گرفتار کر لیا انہیں خیال ہوا کہ شاید کچھ پادری گرجا میں بھی جا چھپے ہوں چند مسلمان گرجا میں ادب کے ساتھ داخل ہوئے دیکھا تو ایک بشپ اور دو پادری بیٹھے جلدی جلدی کچھ پڑھ رہے تھے مسلمانوں نے ان سے کہا "پڑھنا ختم کیجئے اور ہمارے ساتھ چلئے بیچارے چپ چاپ ساتھ ہو لئے۔ یہ سب قیدی افسر کے سامنے پیش کئے گئے۔ افسر نے غلاموں کو بھی وہیں بلا لیا۔ غلاموں نے کہا اس مقدس سرزمین میں آج ہم آ سکے ہیں۔ ورنہ ہمیں یہاں آنا تو درکنار اس طرف جھانکنا بھی منع تھا۔ اگر کبھی ایسی

غلطی ہو جاتی تھی تو کوڑوں سے ہماری کھال ادھیڑ دی جاتی تھی۔"

افسر۔ تم پر بڑے مظالم ہوئے ہیں۔ تمہارے آقا انسان نہیں درندے تھے۔ اب تک تم ان کے غلام تھے۔ آج سے یہ تمہارے غلام اور تم ان کے آقا ہو گے۔ اب تک انہوں نے تمہاری اولاد کو فروخت کیا ہے اب تم ان کی اولاد کو فروخت کرنا تاکہ ان بے رحم اور ظالم درندوں کو یہ معلوم ہو کہ اولاد کی محبت کیسی ہوتی ہے اور ان کی جدائی کا کس قدر صدمہ ہوتا ہے۔ افسر نے حکم دیا کہ قیدیوں کو بٹھا دیا جائے۔ تمام قیدی بٹھا دیئے گئے ۔ افسر نے غلاموں سے کہا۔ اب کوڑے ہاتھوں میں لو اور ان کے دماغ درست کر دو۔ مگر دیکھو کسی عورت اور بچہ کے کوڑا نہ لگنے پائے۔

غلام ہمیشہ پٹتے تھے ذرا ذرا سی بات پر ان کے پیٹھوں پر کوڑے پڑتے تھے ان کی عورتوں کو مارا جاتا تھا۔ یہ ظلم اس لئے کیا جاتا تھا تاکہ ان میں احساس کمتری رہے وہ سمجھیں کہ ہم غلام ہیں اور غلام پٹتے ہی پٹتے مرجانے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔

غلاموں کی انسانیت بیدار ہو چکی تھی وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ بھی انسان ہیں ان کے دلوں سے آقاؤں کا خوف نکل چکا تھا۔ انہوں نے کوڑے ہاتھوں میں لے کر اس زور سے پادریوں اور دوسرے عیسائیوں کے مارے کہ وہ تڑپ گئے وہ کوڑے مارنے کے عادی تھے۔ کھانے کے نہیں۔ اب کوڑے لگنے سے سخت اذیت پہونچی۔ آج انہیں معلوم ہوا کہ بیچارے غلاموں کو کوڑوں سے کتنی تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ان میں سے کئی پادری تو رونے لگے افسر نے ان سے کہا آج تم روتے ہو جب تم غلاموں' عورتوں اور بچوں کے کوڑے لگواتے تھے اس وقت تمہارے آنسو نہیں نکلتے تھے۔ ابھی تم کوڑے ہی کھا رہے ہو۔ مگر جب تم کھیتوں میں کام کرو گے اور تمہارے بچے تم سے چھین کر فروخت کئے جائیں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا۔ رونا بند کرو اور اپنے اعمالوں کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور کچھ دیر بعد افسر نے غلاموں کو کوڑے مارنے سے روک دیا دراصل نوجوان افسر نے پادریوں اور ان عیسائیوں کے جو بڑے سخت گیر تھے اور پادریوں کے کہنے سے غلاموں کو کوڑے مارتے تھے اس لئے کوڑے لگوائے کہ ایک تو ان ظالموں کو معلوم ہو جائے کہ کوڑوں سے جسموں کو کتنی اذیت پہنچتی ہے دوسرے اس لئے کہ غلاموں کے دلوں سے بیچارگی اور کمتری کا

احساس نکل جائے اور وہ سمجھ لیں کہ ہم بھی ان کے آقا بن سکتے ہیں۔

اب افسر نے پادریوں کے کمروں کا جائزہ لیا وہاں عیش[1] و عشرت کے تمام سامان موجود تھے ایسے سامان جو عیسائی امیروں اور نوابوں ہی کے گھروں میں پائے جاتے تھے گویا یہ خانقاہ نشین راہب جو تارک الدنیا زاہد کہلاتے تھے دنیا داروں سے زائد عشرت پسند تھے۔ بات یہ تھی کہ ان خانقاہ نشین پادریوں راہبوں اور بشپوں کو جاگیرداری کی کافی آمدنی تھی کھیتوں کی پیداوار سے بڑا نفع تھا مزید بر آں زائرین کافی نذرانے دے جاتے تھے اس سے ان کی دولت میں اضافہ ہوتا رہتا تھا اور جہاں دولت ہو وہاں عیش و عشرت کے سامان ہونا یقینی ہے چنانچہ راہبوں کے کمرے بھی عشرت خانے تھے مسلمانوں نے جب ان کمروں اور پادریوں کے گھروں کو دیکھا تو ان میں دولت کے انبار ملے سونے چاندی کے سکے زیورات جواہرات نیز ریشمی کپڑے سونے چاندی کے برتن رومی قالین اور دوسرا بہت سا بیش قیمت سامان منشوں کے کمروں میں سے بھی قیمتی زیورات اور ریشمی کپڑے ملے مسلمانوں نے ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا اب انہوں نے گوداموں کو دیکھا وہاں چاولوں کی بوریوں کی ڈھانگیں لگی ہوئی تھیں۔ گیہوں اور دیگر اجناس کی بوریاں بھی کافی تھیں ایک کمرہ میں قیمتی تھان کپڑے کے تھے گودام کے قریب اصطبل تھا اس میں پانچسو سے زیادہ گھوڑے تھے وہیں گھوڑوں کی کاٹھیاں تھیں۔ اصطبل سے ملا ہوا ایک احاطہ تھا اس احاطہ میں بکرے بکریاں سور اور دیگر جانور تھے جنہیں مقدس پادری کھاتے تھے اسی احاطہ کے قریب ایک پرند خانہ تھا کہ جس میں پرندے تھے جن کا گوشت لذیذ ہوتا تھا اور پادریوں کے کام آتا تھا۔

مسلمان افسر نے یہ تمام ذخیرہ غلاموں کو بخش دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے وہ حسین عورت جس کا بچہ چھیننے کی سپاہی کوشش کر رہے تھے اور جس کی پیٹھ پر انہوں نے کوڑے لگائے تھے اتفاق سے افسر کے سامنے آ گئی اس کے جسم پر موٹے کپڑے کا کرتہ تھا پشت کی طرف سے اس کا کرتہ خون میں بھر گیا تھا اس نے افسر کو ایسی نظروں سے دیکھا جس سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ افسر نے کہا۔ "تم کیا کہنا چاہتی ہو ہم سے" عورت کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

---

[1] سی پی اسکاٹ صاحب نے اخبار اندلس جلد دوم صفحہ ۲ میں لکھا ہے کہ خانقاہوں میں راہبوں کے پاس عیش و

عورت کے آنسو وہ کام کر جاتے ہیں جو اور کسی طرح نہیں ہو سکتے افسر اس کے آنسو دیکھ کر بے چین ہو گئے انہوں نے کہا۔ "کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔" تب عورت نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

"اس بچے کا باپ ..... افسر نے قطع کلام کر کے کہا۔ "یعنی تمہارا شوہر وہ کہاں ہے؟"

عورت۔ "بشپ کو خبر ہے .... وہ کہاں ہے۔"

افسر۔ "بشپ کو خبر ہے....؟ کیوں .....؟"

عورت۔ "بات یہ ہے۔ اس نے شرماتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بشپ مجھ پر خاص عنایت کرنے لگے ہیں۔ انہیں میری خوبصورتی پسند آگئی ہے انہوں نے میرے حسن و شباب سے کھیلنا اور دوسری عورتوں کی طرح میری عصمت کو داغدار بنانا چاہا۔ میں روئی میں نے بشپ سے التجا کی کہ میرے شوہر کو واپس کر دیں۔ انہوں نے کہا اگر میں ان کا کہنا مان لوں تو وہ میرے شوہر کو واپس کر دیں گے میں اس کے لئے تیار نہیں ہوئی عورت خاموش ہو گئی۔ افسر نے کہا کیا اب تک تمہارا شوہر تمہارے پاس نہیں آیا۔"

عورت۔ "جی نہیں۔"

افسر۔ "وہ بزرگ بشپ کون سے ہیں۔"

عورت نے ایک ادھیڑ عمر کے پادری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ ہے۔" افسر کے حکم سے سپاہی انہیں افسر کے پاس لائے۔ افسر نے ان سے کہا۔ "اس عصمت مآب خاتون کے شوہر کہاں ہیں بشپ کی نظروں سے معلوم ہونے لگا۔ کہ وہ کوئی غلط بات کہنے والا ہے، افسر نے انہیں روک کر کہا۔ سنو' اگر تم نے غلط بات کہی تو تمہاری ناک میں دھنواں دیا جائے گا اور تم صحیح بات کہدو گے۔ اگر تم صحیح بات نہ کہو گے تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے یہ اچھا ہے کہ تم اسی وقت سچ بول دو۔ اس سے نہ تمہیں تکلیف پہونچے گی اور نہ تم قتل کئے جاؤ گے۔"

بشپ نے کہا چلئے میں اسے بتاؤں۔"

افسر عورت کو ساتھ لے کر بشپ کے ہمراہ چلے۔ وہ انہیں گرجہ کی پشت پر باغیچہ

میں لے گیا۔ وہاں ایک کنواں تھا اس کنوے پر پتھر ڈھکا ہوا تھا.... پھر پتھر ہٹایا گیا ایک رسہ ڈالا ایک نوجوان اس کنوئیں سے باہر نکلا اسے دیکھتے ہی عورت اس سے لپٹ گئی اس نوجوان نے بھی اسے اپنے سینہ سے لگا لیا افسر کے دل پر ان دونوں میاں بیوی کی ملاقات کا گہرا اثر ہوا افسر انہیں لے کر چلے آئے افسر نے پادریوں اور عیسائیوں کو غلاموں میں تقسیم کر دیا۔ بشپ کو حسین عورت کے سپرد کیا گیا افسر نے اسی وقت وہاں سے کوچ کرنا چاہا مگر غلاموں نے ان سے التجا کی کہ وہ ایک رات وہیں قیام کریں اور ان کی میزبانی قبول کریں افسر ٹھہر گئے۔ شام کے وقت غلاموں نے اچھے اچھے کھانے پکا کر مسلمانوں کو کھلائے اور کہا آج اپنی عمر میں ہمیں ایسے اچھے اور پیٹ بھر کر کھانے نصیب ہوئے ہیں۔ وہ تمہاری بدولت۔"

افسر نے کہا۔ "انشاء اللہ اب تم ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانا کھایا کرو گے۔ یوں تو تمام غلام ہی مسلمانوں کے مشکور تھے۔ مگر خاص طور پر حسین عورت بہت مشکور تھی۔ اس کی آنکھوں سے اور ہر ادا سے مشکوریت ظاہر تھی۔ اس کا خاوند بھی بہت مشکور تھا۔ دوسرے روز مسلمانوں نے صبح کی نماز پڑھ کر ناشتہ کیا اور ناشتہ کر کے وہاں سے اس خاتون کی طرف روانہ ہوئے جس کا ذکر سیاح نے کیا تھا۔ اور جس کے پاس نوجوان افسر کو پہونچنے کی جلدی تھی۔

۱۸

مسلمانوں کے پاس کافی مال غنیمت ہو گیا تھا۔ ان کے پاس چاندی کے بڑے بڑے ڈلے بھی تھے۔ انہوں نے خانقاہ سے چلتے وقت غلاموں سے چند گھوڑے مانگے انہوں نے خوشی سے دیدیئے ان گھوڑوں پر چاندی کے ڈلے اور مال غنیمت لادا گیا اور وہاں سے چلے۔

چونکہ انہیں منزل مقصود پر پہونچنے کی جلدی تھی اس لئے تیزی سے سفر کر رہے تھے انہوں نے خانقاہ میں سے کچھ رسد بھی لے لی تھی۔ یہ رسد کھانے کے کام آئی اگر وہ رسد نہ لیتے تو شاید انہیں کھانے کی چیزیں نہ ملتیں۔ کیونکہ اس طرف آبادی

بہت کم تھی۔

آخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جس جگہ سیاح نے بتایا تھا کہ مسلمان خاتون اسے ملی
تھی انہوں نے دیکھا وہاں دو قوی ہیکل مرد ایک چٹان پر بیٹھے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی
سیاح نے کہا۔ "سائیکلوپ دیوتا۔" اور وہ فوراً سجدہ میں گر گیا فے نس اور سربی نے
بھی اس کی تقلید کی اور وہ بھی سجدہ میں گر گئے۔ مسلمانوں نے انہیں یعنی ان قوی
ہیکل مردوں کو دیکھا جنہیں سیاح نے سائیکلوپ دیوتا کہا تھا۔ وہ چٹان سے اٹھ کر بڑی
لاپرواہی سے چل پڑے۔ افسر نے ان کا تعاقب کرنا چاہا۔ سیاح سجدہ کر کے اٹھ چکا تھا
اس نے کہا دیوتاؤں کو جانے دیجئے۔ ان کا پیچھا کرنا اچھا نہیں ہوتا۔" افسر نے کہا ہم
معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ کون ہیں۔؟"

سیاح۔ "میں بتا چکا ہوں وہ سائیکلوپ دیوتا ہیں۔ انہوں نے ہی مجھے آدم خوروں سے
بچایا تھا۔"

افسر۔ "ہم سمجھتے ہیں وہ دیوتا نہیں انسان ہیں۔"

سیاح۔ "یقین کیجئے وہ دیوتا سائیکلوپ ہیں۔ میں آپ کو ان کے پیچھے نہ جانے دوں
گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پلٹ پڑیں اور کوئی نقصان پہنچا دیں۔"

افسر۔ "ہم دیویوں دیوتاؤں کو نہیں مانتے۔"

سیاح۔ "آپ نہ مانیں ہم مانتے ہیں ہم ان کی قوت و طاقت سے بھی واقف ہیں۔"

افسر۔ "یہ سرزمین عجیب اوہام پرستوں سے بھری ہوئی ہے یہ دیوتا نہیں ہیں ..... یہ
جنگلی انسان ہیں۔"

سیاح۔ "ہم اوہام پرست نہیں ہیں۔ ہماری قوم کے ایسے سینکڑوں لوگ موجود ہیں
جنہوں نے دلربا سر سے سائیکلوپ دیوتاؤں اور دوسری دیویوں اور دیوتاؤں کو دیکھا ہے
ہمیں تعجب ہے کہ آپ لوگ دیکھ کر بھی کیوں یقین نہیں کرتے ..... یہ انسان نہیں
ہیں۔"

افسر۔ "ہم کیسے یقین کر لیں ہمیں معلوم ہے کہ اس خطہ میں جنگلی انسان رہتے
ہیں۔"

سیاح۔ "توبہ کیجئے۔ توبہ وہ انسان نہیں ہیں دیوتا ہیں اپنے پجاریوں کو کبھی کبھی درشن

دے دیتے ہیں۔"

افسر۔ "مگر ہم تو ان کے پجاری نہیں۔"

سیاح۔ ہم ہیں اور آپ ہمارے ساتھ ہیں۔ انہوں نے ہم پر مہربانی کی ہے۔ اور
ہمارے ساتھ آپ پر بھی وہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی ان کے پجاری بن جائیں ..... افسر
نے مسکرا کر کہا۔

"مسلمان صرف ایک خدا کی پرستش کرتا ہے اس کا سر سوائے خدا کے اور کسی
کے سامنے نہیں جھک سکتا۔

اب وہ دونوں قوی ہیکل مرد غائب ہو گئے تھے جنہیں سیاح فے نس۔ اور سربی
سائیکلوپ دیوتا کہتے تھے افسر نے کہا تم نے بڑی غلطی کی ہمیں ان سے ملنے اور باتیں
کرنے دیتے۔"

فے نس۔ "حضور دیوتا کسی سے باتیں نہیں کرتے۔"

افسر۔ "خیر اب تو وہ چلے گئے۔ اگر آئندہ ان سے ملاقات ہوئی تو ہم باتیں کریں
گے۔ تم اس غار کی طرف چلو جس میں خاتون رہتی ہے۔"

سیاح۔ "افسوس یہ ہے کہ میں اس غار کا راستہ بھول گیا ہوں۔ مگر یہ بات یقین
کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسی علاقہ میں آگیا ہوں کہ جس علاقہ میں وہ غار ہے اس
میں خاتون رہتی ہے۔"

افسر۔ "راستہ تلاش کرو۔"

سیاح۔ "ضرور تلاش کروں گا۔ آپ اسی جگہ قیام کریں۔"

افسر نے اپنے ہمراہیوں کے قیام کرنے کا حکم دیا۔ سامان اتارا گیا خیمے نصب کئے
گئے۔ خیموں کے اندر فرش لگا دیئے گئے اور پھر سپاہی کھانا تیار کرنے لگے۔

سیاح فے نس کو ساتھ لے کر غار کی تلاش میں روانہ ہوا افسر کچھ دیر تک بیٹھے
رہنے کی وجہ سے کچھ سست سے ہو گئے۔ وہ خیمہ سے باہر نکل آئے انہوں نے دیکھا
کہ سپاہی کھانا تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ کچھ دیر شکار ہی کا
شغل کر لیں چنانچہ وہ تیر کمان و خنجر لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور چل پڑے۔
انہوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ زیادہ دور نہیں جائیں گے قریب ہی شکار کھیل کر چلے

آئیں گے لیکن وہ راستہ سے واقف نہیں تھے۔

انہوں نے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر کے اسے اس کی ہی مرضی پر چھوڑ دیا۔ گھوڑا چلنے لگا وہ کچھ دور چل کر ایک ایسے راستہ پر ہو لیا جس کے ایک طرف نہایت اونچی چٹانیں تھیں اور دوسری طرف گہرے کھڈ تھے افسر نہ معلوم کس دھن میں تھے انہوں نے اس خطرناک راستہ کا خیال نہیں کیا۔ نا معلوم وہ کب تک اس راستہ پر چلتے رہے اور خدا جانے ان کا اور ان کے گھوڑے کا کیا حشر ہوتا کہ ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔ انہوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا۔

"ہوشیاری سے چلو نوجوان' راستہ خطرناک ہے۔"

وہ چونکے اور انہوں نے دیکھا واقعی راستہ خطرناک تھا۔ ایک طرف چٹانیں تھیں جو آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور دوسری طرف ایسے کھڈ تھے جس میں گرنے والے کے اعضاء صحیح و سلامت نہیں رہ سکتے تھے انہوں نے گھوڑے کی باگ سنبھال لی انہیں سخت حیرت ہوئی کہ وہ اس خطرناک راستے پر کیسے چل پڑے۔ راستہ اتنا تنگ تھا کہ گھوڑے کا لوٹانا بھی مشکل تھا۔ انہوں نے سامنے نگاہ ڈالی۔ تھوڑی دور پر سامنے ہی ایک چٹان نظر آئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راستہ اس چٹان پر جا کر ختم ہو گیا ہے انہیں فکر ہوئی کہ وہ کس طرح واپس لوٹیں گے گھوڑا قدم قدم چل رہا تھا وہ واپسی کی تدبیر سوچ رہے تھے۔ کہ پھر آواز آئی ——— "اچھا یہ ہے کہ تم گھوڑے سے اتر لو۔ کیونکہ گھوڑے کا کسی چیز سے بھڑک کر کھڈ میں گر جانا یقینی ہے۔"

انہوں نے جو غور کیا تو بات بالکل درست تھی۔ انہیں تعجب ہوا کہ ان کے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آئی دراصل اس وقت انہیں اس نازنین کا خیال آگیا تھا جو انہیں ملی تھی اور جس نے کہا تھا "تم نے اس غریب بکرے کو تیر کا نشانہ بنایا۔ بے رحم کہیں گے۔" اس نازنین نے یہ الفاظ برہمی کے انداز میں کہے تھے۔ لیکن اس کا طرز تکلم نہایت ہی دلکش اور آواز نہایت ہی شیریں تھی۔ انہیں یہ بھی یاد آگیا کہ نس نے اسے دلربا سرے بتایا تھا وہ دلربا سرے جس کی بابت سسلی کے قدیم باشندوں کا یہ خیال ہے کہ وہ ہر سو سال کے بعد آگ میں نہا کر جوان اور پہلے سے زیادہ حسین ہو جاتی ہے۔ افسر کو وہ نازنین اکثر یاد آ جاتی تھی اس وقت بھی یاد آ گئی

تھی اور اس کی یاد میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ گھوڑا انہیں کس خطرناک راستے پر لے آیا ہے ایک آواز سن کر وہ چونکے تھے وہ جلدی سے گھوڑے سے اتر گئے اور اس کی باگ پکڑ کر انہوں نے اس طرف دیکھا جس طرف سے آواز آئی تھی انہیں اوپر ایک چٹان پر ایک خاتون بیٹھی نظر آئی وہ کچھ عجیب قسم کا لباس پہنے تھی جو سسلی کی قدیم عورتوں جیسا تھا نہ عیسائی عورتوں جیسا ——— اور نہ مسلمان خاتون جیسا انہوں نے خاتون کو سلام کیا۔ اس نے مسکرا کر وعلیکم اسلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' یعنی تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔" افسر نے کہا۔ میں غلطی سے اس راستہ پر آگیا۔"

خاتون۔ "میں سمجھ گئی تم کسی خیال میں محو تھے۔"

افسر شرمندہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا جی ہاں بات یہی ہوئی۔"

خاتون۔ "حالانکہ پہاڑ پر چلنے والوں کو سوائے راستہ کے کسی اور ذہن میں محو نہیں ہو جانا چاہیے۔

افسر۔ "غلطی ہو گئی۔ شائد راستہ سامنے والی چٹان پر ختم ہو جاتا ہے۔"

خاتون۔ "نہیں داہنی طرف مڑ جاتا ہے اور چٹانوں کے درمیان کچھ دور چل کر ایک چشمہ پر جا نکلتا ہے تم چشمہ کے کنارے پر رک جانا میں بھی وہاں [آ] رہی ہوں۔"

خاتون چلی گئی افسر گھوڑے کی باگ پکڑ کر چلے انہیں قدم قدم پر یہ اندیشہ تھا کہ کہیں گھوڑا بھڑک کر کھڈ میں نہ جا پڑے وہ اسے نہایت ہوشیاری سے لے چلے سامنے والی چٹان کے پاس پہونچے راستہ داہنی طرف مڑ گیا تھا وہ بھی اس طرف ہو لئے تھوڑی دور چلے تھے کہ چشمہ آگیا وہ رک گئے اور خاتون کا انتظار کرنے لگے چند منٹ ہی میں خاتون بھی آ گئی۔ انہوں نے افسر سے کہا لو دیکھو نال کی طرف کچھ دور چلو۔" وہ چلے خاتون نے کہا یہاں دریا پایاب ہے سوار ہو جاؤ۔ وہ پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور انہوں نے گھوڑا چشمہ میں ڈال دیا۔ گھوڑے کے گھٹنوں تک پانی آیا۔ وہ چشمہ کے پار ہو گئے۔ خاتون نے کہا تم کہاں سے آئے ہو....؟"

افسر۔ "پلرمو (ا) سے۔"

خاتون نے خوش ہو کر کہا اوہ خدا کا شکر ہے میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

افسر۔ "کیا تم وہی مسلم خاتون ہو۔ جس نے ایک سیاح کے ہاتھ پیغام بھیجا تھا۔"
خاتون۔ "ہاں میں وہی ہوں۔"
افسر۔ "میں تم سے ہی ملنے آیا ہوں۔"
خاتون۔ " اب میری تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ میں ایک عرصہ سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ خدا نے تمہیں میرے پاس پہنچا دیا آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

افسر خاتون کے ہمراہ ہو لیے۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ کچھ سپاہی بھی ہیں۔"
خاتون۔ "اچھا وہ لوگ تمہارے ہمراہی ہیں چٹان پر خیموں میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"
افسر۔ "جی ہاں۔"
خاتون۔ "ان کے قیام کے لئے وہ جگہ مناسب ہے تم میرے ساتھ آؤ افسران کے ساتھ روانہ ہوئے۔

(۱۹)

خاتون نے چلتے چلتے کہا۔ آج موسم بڑا خوشگوار ہے لیکن خیال ہے کہیں بارش نہ آ جائے۔"
افسر۔ اگر بارش آ گئی تو میرے ہمراہیوں کو بڑی تکلیف ہو گی۔ کیونکہ بارش کے ساتھ ہوا کا طوفان بھی آنا ضروری ہے۔ اور ہوا و بارش میں خیموں کا اپنی جگہ قائم رہنا مشکل ہو جائے گا۔"
خاتون۔ "تم سچ کہہ رہے ہو دیکھو میں تمہارے ساتھیوں کے لئے کوئی مقام تجویز کروں گی۔"

افسر نے خاتون کو دیکھ کر یہ اندازہ کر لیا کہ ان کی عمر بیتس سال سے زیادہ نہیں ہے لیکن ان کے چہرے سے کوئی ایسا غم ظاہر ہوتا ہے جس نے ان کی زندگی کو گھن لگا دیا ہے نہ معلوم کیوں انہیں ان خاتون سے اس ذرا سی دیر میں بڑی محبت اور عقیدت ہو گئی ان کا دل یہ چاہنے لگا کہ وہ ان کا غم دور کرنے میں اپنی جان تک کی بازی لگا دیں۔

---

* موجزیرہ سسلی کا دارالسلطنت تھا

دونوں آگے پیچھے چپ چاپ چلے جا رہے تھے راستہ بڑا ناہموار اور دشوار گزار تھا۔ گھوڑا ٹھوکریں کھاتا چل رہا تھا خاتون نے کہا تمہیں اور گھوڑے کو چلنے میں بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن جس راستہ پر تم آ گئے تھے وہاں سے اسی طرف آ سکتے ہیں۔"
افسر۔ "مجھے اور گھوڑے کو چلنے میں تکلیف ضرور ہو رہی ہے لیکن یہ خوشی بھی ہے کہ جن سے ملنے کے لئے آیا تھا وہ مل گئیں۔"
خاتون۔ "مجھے بھی خوشی ہے کہ عرصہ دراز سے جن کا انتظار کر رہی تھی وہ آ گئے۔
افسر۔ وہ سیاح جو تم سے مل کر اور تمہارا پیغام لے کر گئے تھے میرے ساتھ آئے ہیں وہ اس علاقہ تک تو چلے آئے مگر یہاں آ کر تمہارے مسکن کا پتہ بھول گئے جب انہوں نے بتایا کہ وہ تمہاری جائے قیام بھول گئے تو مجھے بڑا ملال ہوا تھا لیکن خدا کی کارسازی دیکھو اس نے کس آسانی سے ملا دیا۔
خاتون۔ حقیقت میں خدا ہی کارساز ہے۔ ہم سب اس کے محکوم ہیں'
افسر۔ یہی بات ہے سیاح اور ایک یونانی تمہاری قیام گاہ کی تلاش میں گئے ہیں۔"
خاتون۔ "انہیں میری قیام گاہ نہ مل سکے گی۔ وہ ایسے مقام واقع ہے کہ ایک دو دفعہ وہاں جانے پر بھی نہیں مل سکتی مجھے خود یہ خیال تھا اسی لئے میں روزانہ تمہاری آمد کے انتظار میں اس پہاڑی علاقہ میں گھوما کرتی تھی آج جب میں نے خیمے دیکھے تو سمجھ گئی کہ تم آ گئے ہو مجھے بڑی خوشی ہوئی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔
افسر۔ " یہ راز میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ تمہیں میرے آنے کی کیسے توقع تھی تم مجھے نہیں جانتیں میں تمہیں نہیں جانتا پھر میرے آنے کا انتظار کیوں تھا۔
خاتون۔ اطمینان رکھو۔ تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔ اب میرا مسکن قریب آ گیا ہے۔"
افسر۔ "مگر تم اس ہولناک مقام پر تنہا کیسے رہتی ہو....؟"
خاتون۔ "یہ سمجھو کہ عادت ہو گئی ہے۔"
افسر۔ "مگر جب تم یہاں آ کر رہی ہو گی اس وقت تو بڑا خوف معلوم ہوا ہو گا۔
خاتون۔ "بالکل نہیں اس وقت مجھے زندگی بہت بری معلوم ہو رہی تھی مجھے معلوم تھا

کہ یہ مقام بڑا ہی خوفناک ہے میں اس مقام پر مرنے ہی کے لئے آئی تھی مگر مجھے
موت نہیں آئی میں نے یہاں بڑے مہیب اور خطرناک جانور دیکھے لیکن خدا کی شان
کہ وہ جانور مجھ سے ڈر کر بھاگ جاتے میں ان کے پیچھے اس لئے جاتی کہ وہ مجھے کھا
جائیں مار ڈالیں مگر وہ مجھ سے ایسے بھاگتے جیسے میں ان سے بھی زیادہ مہیب صورت
اور خطرناک ہوں رفتہ رفتہ میں اس جگہ رہنے کی عادی ہو گئی۔ میں تمہیں اپنی سب
داستان ہی سناؤں گی۔" اب وہ ایک مقام پر جا کر رک گئی اور افسر سے مخاطب ہو کر
بولی۔ "تمہارا گھوڑا یہاں سے آگے نہیں جا سکتا۔"
افسر۔ "تو کیا مجھے گھوڑا یہیں چھوڑنا پڑے گا۔"
خاتون۔ "ہاں یہاں گھوڑے کے لئے خطرہ نہیں ہے۔ اگر بارش آ گئی تو تمہارے
ہمراہی بھی یہیں پناہ حاصل کر سکیں گے میں نے آج تک کسی کو یہ مقام نہیں دکھایا
ہے مگر اب تمہیں اور تمہارے ہمراہیوں کو دکھانے میں اس لئے مضائقہ نہیں ہے کہ
اب میں اس مقام کو چھوڑ دوں گی۔
افسر۔ "کہاں چلی جاؤ گی۔"
خاتون۔ "جہاں خدا لے جائے گا۔"
افسر۔ "تمہاری ساری باتیں بڑی حیرت ناک ہیں۔"
خاتون۔ "اور جو داستان میں سناؤں گی وہ سب سے زیادہ حیرت ناک ہے۔ آؤ۔ پہلے
میں تمہارے گھوڑے کا انتظام کر دوں۔"
اب وہ داہنی طرف چلیں تھوڑی دور چل کر ایک درہ میں داخل ہوئیں افسر نے
دیکھا اس درہ پر چٹانوں کی چھت قائم ہے وہ ایک لمبی اور کشادہ سرنگ سی ہے لیکن
اس کے اندر روشنی کافی ہے۔ خاتون نے کہا یہ ایسا مقام ہے جہاں بارش ہوا اور
دشمن سے اچھی طرح حفاظت ہو سکتی ہے۔ ذرا اسے غور سے دیکھو درہ کے دونوں
بازوؤں پر مسطح پٹائیں ہیں۔ چٹانوں پر سپاہی بڑے آرام سے سو سکتے ہیں۔ گھوڑے
ایک طرف باندھے جا سکتے ہیں اگر بارش تیز ہو جائے جیسی کہ اس جزیرہ میں عام طور
پر ہوتی ہے تو بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے پانی چٹانوں کے درمیان سے گزر جائے گا۔ اور
بارش و ہوا کا یہاں گزر نہیں ہو گا تم یہاں اپنا گھوڑا باندھ دو۔"

افسر نے ایک پتھر سے گھوڑا باندھ کر زین اور لگام اتار کر وہیں رکھ دی۔ اور
خاتون کے ساتھ درہ سے باہر نکل آئے۔ خاتون تھوڑی ہی دور چلی تھی کہ ایسا ڈھال
شروع ہوا جس پر چلنے پر لڑھک سکتے تھے چل نہیں سکتے تھے ------ خاتون نے کہا
سنبھل کر چلنا اگر ذرا بھی بدن کا توازن بگڑا تو قلا بازی کھا کر نیچے پہونچ گے۔" افسر
سنبھل کر چلنے لگے خاتون اسی طرح چل رہی تھی جیسے پرواز کر رہی ہو دراصل انہیں
اس ڈھال سے اترنے اور چڑھنے کی مشق ہو گئی تھی افسر بڑی مشکل سے اتر رہے
تھے۔ انہیں ہر قدم پر قلا بازی کھانے کا اندیشہ تھا خدا خدا کر کے دونوں اترے یہاں
چھوٹے چھوٹے پتھر کثرت سے تھے یہ پتھر سفید رنگ کے تھے ان پتھروں پر چل کر وہ
سامنے ایک چٹان پر چڑھے اس کے بائیں طرف چلے وہاں ایک ایسا غار نظر آیا جس کا
دہن بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی خوفناک جانور منہ کھولے کھڑا ہو۔ افسر سمجھ
گئے کہ اس خاتون کا مسکن ہے وہ اس غار میں داخل ہوئے چند قدم سیدھے چل کر
داہنی طرف مڑ گئے یہاں کسی قدر اندھیرا پھیلا ہوا تھا لیکن اتنا نہیں کہ کوئی چیز صاف
نظر نہ آئے انہوں نے دیکھا کہ چٹان کو تراش کر کمرہ بنایا گیا ہے خاتون پھر داہنی طرف
گھومی اور ایک فراخ کمرہ میں جا داخل ہوئی افسر نے دیکھا کہ اس کمرہ میں بہت زیادہ
روشنی ہے یہ کمرہ بھی چٹان کاٹ کر بنایا گیا تھا اس کے ایک طرف لمبی لمبی پٹیوں پر
سفید بستر لگا ہوا تھا اور دوسری طرف کئی برتن تھے تیسری طرف کئی ؟بڑے بڑے
مرتبان تھے جو پتھر کے تھے۔ ان میں غالباً جنس ہو گی۔ خاتون نے کہا بیٹھ جاؤ۔"
افسر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا میں نے سنا تھا اسی کمرہ میں چشمہ بھی ہے۔"
خاتون۔ "جی ہاں ... دیکھو گے؟ آؤ دکھاؤں"
خاتون کھڑی ہو گئیں۔" افسر بھی اٹھے دونوں اس طرف چلے جس طرف برتن
رکھے تھے۔ وہاں ایک پتلا مگر لمبا سا دروازہ تھا دونوں اس دروازے میں داخل ہوئے
اس کے دوسری طرف چٹان سے ملا ہوا ایک شفاف پانی کا چشمہ جاری تھا اس چشمہ
کے کنارے پر دونوں بیٹھ گئے اور منہ ہاتھ دھونے لگے وہاں بہت زیادہ روشنی تھی افسر
نے اوپر نظر اٹھائی تو انہیں آسمان نظر آنے لگا وہ سمجھ گئے کہ کسی نہ کسی زمانے میں
اس چٹان کو کمروں کی صورت میں کاٹ کر منتقل کر دیا ہے اور اس کمرہ میں سے ایک

دروازہ چشمہ کی طرف تراش کر نکال دیا ہے۔"

منہ ہاتھ دھو کر دونوں واپس آ گئے خاتون نے کہا اب میں تمہیں اپنی داستان سناتی ہوں۔ اس داستان سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں کیوں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" وہ خاموش ہو کر چھت کی طرف دیکھنے لگیں۔ انہوں نے کہا بارش ہونے والی ہے گھٹا چھا گئی ہے ہوا تیز ہو گئی ہے بہتر یہ ہے کہ اب تم پہلے اپنے ہمراہیوں کو لے آؤ۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر میں اپنی داستان سناؤں گی۔"

افسر۔ "مگر ہم یہ جانتے ہی نہیں کہ ہمارے ساتھی کس طرف ہیں۔"

خاتون۔ "میں ساتھ چلوں گی وہ یہاں سے بہت قریب ہیں۔" دونوں اٹھ کر چلے غار سے باہر آئے۔ افسر نے باہر نکل کر دیکھا واقعی بھوری گھٹا چھا گئی تھی اور ہوا تیز ہو گئی تھی خاتون نے کہا جلدی چلو۔" بارش ہونے والی ہے دونوں تیز قدم چل کر ڈھال دار راستہ پر آئے اوپر چڑھے خاتون انہیں ایک چٹان کے نیچے سے نکال کر لے گئی اس کے سامنے اونچی اونچی چٹانیں تھیں وہ چٹانوں کے نیچے نیچے چلے اور گھوم کر جب نکلے تو سامنے مسلمانوں کا کیمپ تھا۔ خاتون نے کہا جایئے اپنے سب ساتھیوں کو بلا لایئے۔" افسر وہاں سے چل کر اپنے ہمراہیوں میں آئے انہوں نے وہاں پہونچتے ہی فے نس اور سیاح کو دریافت کیا معلوم ہوا دونوں آ گئے ہیں جن مسلمانوں نے افسر کو گھوڑے پر سوار جاتے اور پیدل واپس آتے دیکھا وہ حیران ہوئے کہ ان کا گھوڑا کیا ہوا چنانچہ کئی مسلمانوں نے ان سے گھوڑے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا بارش ہونے والی ہے گھوڑا حفاظت کی جگہ باندھ آئے ہیں انہوں نے حکم دیا کہ خیمے اکھاڑ لئے جائیں او رسامان اکٹھا کر لیا جائے فوراً اس حکم کی تعمیل شروع ہو گئی افسر کے پاس سیاح آئے اور بتایا کہ نہ انہیں خاتون ملی ہے اور نہ ہی ان کی قیام گاہ افسر نے مسکرا کر کہا۔ خاتون ہمیں مل گئیں ہیں اور ہم ان کی قیام گاہ دیکھ آئے ہیں۔"

سیاح کو بڑا تعجب ہوا سپاہیوں نے جلدی جلدی خیمے اکھاڑ کر تہہ کئے اور سب سامان اکٹھا کر کے گھوڑوں پر لادا افسر انہیں سب کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

(۴۰)

ابھی یہ سب چٹان کے قریب پہونچے ہی تھے کہ ترشح شروع ہو گیا ننھی بوندیں پڑنے لگیں ہوا بھی تیز ہو گئی خاتون کے پاس افسر آ گئے خاتون نے ان سے کہا جلدی چلو ورنہ بھیگ جاؤ گے اور پھر امن کی جگہ پہنچنا مشکل ہو جائے گا انہوں نے اب اور تیزی سے چلنا شروع کیا اب بڑی بڑی بوندیں آنے لگیں گھوڑے ہنہنانے لگے گویا وہ بھی آگاہ کر رہے تھے کہ جلد ہی کسی امن کی جگہ پہنچ جاؤ افسر اور خاتون آگے تھے سب ان کے پیچھے قطار میں تھے بھاگ دوڑ کر وہ درے میں پہنچ گئے اور انہوں نے تمام سامان اور خیمے داہنی طرف کی چٹانوں پر رکھ دیئے اور بائیں طرف گھوڑے باندھ دیئے اور خود بھی سب لوگ اسی طرف اطمینان سے بیٹھ گئے جس طرف کہ سامان رکھا تھا خاتون نے کہا تم میرے ساتھ آؤ۔" افسران کے ساتھ چلے جب وہ درہ سے باہر نکلے تو خاصی بارش ہو گئی تھی۔ افسر نے کہا محترمہ بھیگ جاؤ گی۔ جب تک پانی نہ تھمے یہیں ٹھہر جاؤ۔ خاتون نے کہا کہ گھٹا ایسی چھا گئی ہے کہ بارش کے جلد تھمنے کی امید نہیں ہے۔ اگر تمہیں زکام وکام کا اندیشہ ہو تو اپنے اوپر کمبل ڈال لو۔"

افسر ہنس پڑے۔ انہوں نے کہا مجھے زکام ہو جائے گا اور تمہیں نہیں حالانکہ میں نوجوان ہوں اور تم ....

خاتون نے مسکرا کر کہا۔ میں بوڑھی ہوں۔

افسر۔ "نہیں بوڑھی تو نہیں ہو مگر مجھ سے تو عمر میں زیادہ ہی ہو پھر عورت ہو۔"

خاتون۔ "مردوں کو یہی زعم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دلیر اور مضبوط سمجھتے ہیں اور عورتوں کو بزدل اور نازک جانتے ہیں۔

افسر۔ "بزدل تو نہیں البتہ عورتیں نازک ضرور ہوتی ہیں اور نازک مزاج بھی۔"

خاتون۔ عورتیں بھی خود کو نازک ہی سمجھتیں ہیں دراصل ان کی پرورش ہی اس طریقہ سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو نازک اور مرد کو قوی سمجھنے لگتی ہیں۔ حالانکہ وہ بھی مرد کے برابر قوی ہو سکتی ہیں۔"

افسر۔ "معاف کرنا یہ بات ناممکن ہے عورت تو عورت ہوتی ہے نازک مزاج نازک دماغ، عشوہ و ناز کی پتلی۔"

خاتون مسکرائیں۔ انہوں نے کہا یہ بات تم بھی کہتے ہو کیا تم عرب نہیں ہو۔"

افسر۔ "ہاں میں عرب ہوں۔"

خاتون۔ "کیا تم اپنی قوم کی لڑکیوں اور عورتوں کی بہادری کی داستانیں بھول گئے ہو۔"

افسر۔ "یاد ہیں وہ دختران عرب ہوتی ہیں بالکل شیرنیاں۔

خاتون۔ "آخر وہ بھی عورت ہیں مگر عرب اپنی لڑکیوں کو وہ تمام علم و ہنر سکھاتے ہیں جو لڑکوں کو سکھاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عرب لڑکیاں لڑکوں سے پیچھے نہیں رہتیں بڑی جفاکش اور دلیر ہوتی ہیں ہمارے ملک کے نوجوان کے گٹے پکڑلیں تو نہ چھوڑیں اگر ہر ملک میں لڑکیوں کو بھی لڑکوں کی طرح تمام علم و فن سکھائے جائیں تو نازک پتلیاں نہ رہیں۔"

افسر۔ یہ ٹھیک ہے مگر ان کے جسم سخت ہو کر اپنے صنف کی ملائمت کو چھوڑ دیں"

خاتون۔ عرب کی لڑکیوں کے جسم کیا نرم نہیں ہوتے بلکہ ریشم کی طرح ملائم ہوتے ہیں اکثر لڑکیاں تو بہت زیادہ حسین و نازنین ہوتی ہیں۔

اب اس وقت بارش زور شور سے شروع ہو گئی خاتون نے تیزی سے قدم بڑھائے افسر بھی جھپٹ کر ساتھ چلے پھر بھی دونوں خوفناک غار تک پہونچتے پہونچتے بھیگ گئے آخر غار کے اندر پہنچ گئے اور اس کمرہ میں داخل ہوئے جس میں بستر تھا خاتون نے ایک کپڑے سے اپنے سر کے بال خشک کئے افسر نے بھی عمامہ اتار کر جھٹک دیا۔ خاتون نے کہا۔ آؤ چشمہ کے کنارہ پر بیٹھیں گے۔"

دونوں چشمہ کے کنارے پہونچ گئے یہاں بھی بارش ہو رہی تھی لیکن بوندیں چشمے میں پڑ رہی تھیں کنارے خشک تھے دونوں کنارے پر بیٹھ گئے اور موسلا دھار بارش ہو رہی تھی ہوا تیز چل رہی تھی خنکی بڑھ گئی تھی خاتون نے کہا سردی تو نہیں معلوم ہو رہی۔"

افسر۔ "نہیں کچھ ایسی سردی نہیں ہے۔"

خاتون۔ "کھانا تیار ہے۔ پہلے کچھ کھا لو۔"

افسر۔ "ابھی بھوک نہیں ہے اگر مناسب سمجھو تو اپنی داستان شروع کر دو۔"

خاتون۔ "بہت اچھا میری داستان کے ساتھ کئی داستانیں وابستہ ہیں میں شروع سے داستان سناؤں گی۔ اس ضمن میں میری داستان بھی آ جائے گی۔"

افسر۔ "جیسے تم مناسب سمجھو۔"

خاتون۔ "ابتدا ہی سے داستان سنانا اس لئے ضروری ہے کہ یہ وہ داستان ہے جس کی وجہ سے مسلمان اس جزیرہ فتح سسلی میں آئے۔"

افسر۔ "اچھا تو شروع کیجئے۔"

خاتون۔ "اچھا تو سنو" خاتون نے بیان کرنا شروع کیا انہوں نے کہا سسلی میں ایک شہر نادر بینا (۱) (طیرمین) تھا اس شہر میں ایک متمول خاندان رہتا تھا۔ یہ امیر خاندان صرف تین آدمیوں پر مشتمل تھا ایک شمعون ایک شمعون کا بیٹا جولیس اور ایک شمعون کی بیٹی سلوی' چونکہ یہ لوگ بڑے ہی مالدار تھے اس لئے سینکڑوں نوکر چاکر اور تقریباً ایک ہزار غلام اور کنیزیں تھیں۔

شہر طیرمین کے قریب دو گاؤں ان کی جاگیر تھی چاول گیہوں سن اور باجرہ کی کاشت ہوتی تھی انگور انار چکوتروں کے کئی باغات تھے کاشت اور باغات کی دیکھ بھال غلام کیا کرتے تھے پیداوار اچھی ہوتی زمینیں سونا اگل رہی تھیں دولت برس رہی تھی غلاموں کی اولاد جو فروخت کی جاتی تھی اس سے بھی بڑی آمدنی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت سے زبردستی اس کا بچہ چھین کر شمعون نے فروخت کر ڈالا۔ عورت نے بد دعا دی کہ خدا تجھے بھی میری طرح بے چین کر دے۔ شمعون نے اس عورت کے کئی کوڑے لگوائے اور چپ ہو گئی۔ شمعون کئی پشتوں سے عیسائی تھا وہ اور اس کا بیٹا جولیس اکثر قسطنطنیہ جاتا قیصر روم جو قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھا وزراء سے ملا کرتا تھا ان کا اثر و اقتدار قسطنطنیہ کی بیز نطینی حکومت میں کافی تھا وہ درباری بھی تھے جب کوئی دربار ہوتا تو وہ اس میں شرکت کے لئے بلائے جاتے۔ پاپائے روم یعنی پوپ بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے وہ بھی پوپ کو تحفے دیتے رہتے تھے۔

سلوی نہایت حسین لڑکی تھی ایسی حسین کو ایک نظر اسے دیکھنے والا اس پر فریفتہ ہو جاتا تھا اسے جزیرہ سسلی کا خوشنما پھول کہا کرتے تھے جب وہ جوان ہوئی تو شباب نے اسے جان بہار بنا دیا وہ تو آفت کا پرکالہ بن گئی اس کے فدائیوں کی پلٹن اس کے

(۱) نادر بینا (طرمین) سسلی میں ایک شہر تھا۔ یہ شہر مینا کے جنوب و مغرب میں تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس کا صرف ایک بازار تھا جو ایک میل لمبا تھا اس شہر کی عمارتیں خوشنما تھیں۔

مکان کے سامنے سے محض اسے ایک نظر دیکھنے کے لئے گزرتی رہتی چونکہ وہ ایک امیر کبیر کی بیٹی تھی ــــــ اس لئے کسی کو اس سے ہم کلام ہونے کی جرات نہ ہوتی تھی لیکن بدقسمتی سے سلوی کو ہرکلیس نامی ایک نوجوان سے محبت ہو گئی ہرکلیس نہایت خوبرو اور بڑا نیک لڑکا تھا اس نے تعلیم بھی اچھی پائی تھی مگر وہ امیر نہیں تھا معمولی کھاتے پیتے خاندان سے تعلق رکھتا تھا سلوی کو اس بات کا خیال نہیں تھا اس کا مغرور باپ اس کا ہاتھ ہرکلیس کے ہاتھ میں کبھی نہ دے گا۔ وہ محبت میں بہت آگے نکل گئی ہرکلیس اس بات کو خوب جانتا تھا کہ وہ غریب ہے اور اس کی محبوبہ امیر خاندان کی لڑکی ہے ان دونوں کی شادی نہیں ہو سکتی لیکن وہ اپنی طبیعت کی افتاد اور دل کی لگی سے مجبور ہو گیا محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے اس نے بھی سلوی سے محبت کی نہیں تھی بلکہ ہو گئی تھی اور اب وہ سلوی کا پجاری بن گیا تھا اس نے اپنے دل میں ٹھان لی تھی کہ اگر اس کے ساتھ اس کی شادی نہ ہو گی تو وہ بھی خود کشی تو کر سکے گا۔ اسی لئے وہ اس کے دریائے محبت میں غرق ہوتا چلا جا رہا تھا۔

اور کچھ دن تو ان کی محبت کا راز راز ہی رہا۔ مگر عشق و مشک چھپائے نہیں چھپتے آخر ان کی محبت طشت ازبام ہو گئی پہلے تو وہ چوری چھپے مل لیا کرتے تھے۔" اب پابندی لگ گئی اس پابندی نے دونوں کے دلوں میں محبت کی آگ اور بھڑکا دی انہیں ایام میں اتفاق سے ایک معزز افسر(۱) یوفے می لیس (فیمی) طرمین میں آیا اور شمعون کا مہمان ہوا۔ یہ شخص جزیرہ سسلی کی فوج کا سپہ سالار تھا اور امیر البحر بھی تھا نہایت معزز اور بڑا باوقار اور مالدار شخص تھا اس زمانہ میں سسلی کا گورنر پیٹرسن قسطین تھا۔ اگرچہ فیمی پیٹرسن کا ماتحت تھا مگر اعزاز دونوں کا برابر تھا فیمی جوان آدمی تھا وہ سلوی پر فریفتہ ہو گیا اور پہلی ملاقات میں اس نے دل کے ساتھ ہوش و خرد بھی سلوی کے قدموں پر ڈال دیا اب فیمی نے شمعون سے کہا شمعون نے کہا اگر سلوی اس رشتہ کو پسند کر لے تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا فیمی کے دل کو لگی تھی انہوں نے سلوی کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا سلوی انہیں کیوں قبول کرنے لگی تھی وہ تو ہرکلیس کو چاہتی تھی اس نے انکار کر دیا فیمی کو بڑا صدمہ ہوا مگر شمعون انہیں پسند کرتے تھے انہوں نے کہا کہ دو چار مرتبہ آ جاؤ سلوی کے دل میں اپنی جگہ پیدا کرو

یقین ہے وہ مان جائے گی۔"

بات معقول تھی فیمی کے سمجھ میں آ گئی انہوں نے طے کر لیا کہ وہ آتے رہیں گے اور اس وقت تک آتے رہیں گے جب تک سلوی رضا مند نہ ہو جائے مگر وہ نوشتہ تقدیر کو نہیں جانتے تھے نہ سلوی کو سمجھ سکے تھے۔

ابھی فیمی ٹھہرے ہوئے ہی تھے کہ ایک گل کھلا (ہوا) یہ کہ ہرکلیس کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ فیمی سلوی پر مرمٹے ہیں اور انہوں نے اس کی خواستگاری اس کے باپ شمعون سے کی ہے شمعون رضا مند ہو گئے ہیں سلوی ابھی راضی نہیں ہوئی مگر ان کے ذہن نشین یہ بات ہو گئی کہ یا تو سلوی ایک دن راضی ہو جائے گی یا اسے باپ اور بھائی کے کہنے پر مجبوراً رضا مند ہونا پڑے گا انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ وہ غریب ہیں سلوی کی ناز برادری نہ کر سکیں گے فیمی امیر ہیں۔ دولتمند ہیں باوقار اور مشہور ہیں وہ سلوی کی ناز برادری کر سکیں گے اور اسے خوش رکھ سکیں گے انہوں نے ان دونوں کے درمیان سے ہٹ جانا ہی اچھا سمجھا۔

چنانچہ انہوں نے خود کشی کر لی اور ایک خط سلوی کے نام چھوڑ گئے جس میں کہ انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ وہ اس لئے خود کشی کر رہے ہیں کہ سلوی کے قابل نہیں ہیں جب سلوی کے پاس یہ خط پہونچا تو وہ بیہوش ہو گئی ..... خاتون اتنا بیان کر کے خاموش ہو گئیں۔"

(۲۱)

کچھ وقفہ کے بعد خاتون نے پھر بیان کرنا شروع کیا انہوں نے کہا سلوی کچھ اس طرح بیہوش ہوئی کہ اس کی زندگی کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اس کے باپ کو بڑا فکر ہوا اور اس کی بیہوشی کی وجہ نہ سمجھ سکے کیونکہ سلوی کو ہرکلیس کا خط اس کی راز دار سہیلی نے لا کر دیا تھا سلوی کے بیہوش ہوتے ہی اس نے وہ خط چھپا دیا اور اس کے باپ شمعون کو اس کے بیہوش ہو جانے کی اطلاع کر دی تھی جب شام ہو گئی اور اسے ہوش نہ آیا تب طبیب بلائے گئے انہوں نے بہت زیادہ دوڑ دھوپ کی آخر اسے

پچھلی رات کے وقت ہوش آیا اس عرصہ میں ہرکلیس کی لاش دفنائی جا چکی تھی وہ اس کا جنازہ بھی نہ دیکھ سکی ہوش آنے پر سلومی کو یہ خیال ہوا کہ وہ سو گئی تھی اور اب اٹھی ہے مگر جب اس نے اپنے گرد طبیبوں اور باپ کو اور کئی خادماؤں کو دیکھا تو اسے تعجب ہوا کہ وہ لوگ وہاں کیوں ہیں؟ رفتہ رفتہ اسے یاد آیا کہ وہ ہرکلیس کا خط دیکھ کر بیہوش ہوئی تھی۔ اس کے نازک دل میں پھر ٹیس سی اٹھی اور وہ ایک لمبا ٹھنڈا سانس لے کر پھر بے ہوش ہو گئی۔ طبیبوں نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کہا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کے دل کو کوئی صدمہ پہونچا ہے۔ اب اس کی جان بڑی مشکل میں ہے۔"

شمعون کو اس سے بڑی محبت تھی انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے طبیبوں سے التجا کی کہ وہ اسے اچھا کرنے کے لئے اپنا علم و فن اور اپنا تجربہ صرف کر دیں۔ وہ انعام دے کر انہیں مالا مال کر دے گا طبیبوں نے بڑی سرگرمی سے کوشش شروع کی لیکن دن نکل آیا مگر اسے ہوش نہ آیا شمعون رات بھر جاگتے رہے اتفاق سے تبھی کو پیٹرس نے طلب کیا تھا اور وہ اسی روز جس روز سلومی بیہوشی ہوئی وہاں سے چلے گئے تھے شمعون نے یہ پتہ لگانے کی کوشش کی کہ ان کی بیٹی کو کیا صدمہ پہنچا ہے جو وہ زندگی سے دور اور موت کے قریب پہونچ گئی ہے انہیں یاد آیا سلومی کی سہیلی نے اس کے بیہوش ہونے کی انہیں اطلاع دی تھی انہیں خیال ہوا کہ وہ ضرور اس کی بیہوشی کے راز سے واقف ہو گی انہوں نے اسے بلایا اور جب وہ آئی تو اسے اس کمرہ میں لے گئے جس میں سلومی بیہوش پڑی تھی انہوں نے کہا بیٹی یہ کل سے بیہوش ہے طبیبوں کو اس کی زندگی کی امید نہیں رہی ہے تم نے اسے دیکھ لیا ہے ....؟"

سلومی کا رنگ سفید ہو گیا تھا اس کی سہیلی کو اس کی یہ حالت دیکھ کر رنج ہوا اس کے آنسو جاری ہو گئے شمعون اسے اپنے کمرہ لے گئے انہوں نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا وہ بیٹھ گئی سہیلی برابر رو رہی تھی شمعون نے کہا میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے دل کو کیا صدمہ پہنچا ہے .... جو اس کی یہ کیفیت ہو گئی ہے ....؟"

سہیلی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا کہ "تم بڑے مغرور ہوتے ہو تمہیں خاندانی

عزت کا بڑا لحاظ پاس ہوتا ہے تم اپنے سے چھوٹے آدمیوں کو ذلیل اور جانور سمجھتے ہو تم۔"

شمعون نے قطع کلام کر کے کہا۔ "بس کرو بیٹی! بس کرو تم بعد میں مجھے چاہے جس قدر ملامت کر لینا۔ مگر اب وہ بات بتا دو جو اس کی جان کی لیوا ہو گئی ہے۔"

سہیلی۔ "کیا تم انجان ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے۔"

شمعون۔ "پاک ماں (حضرت مریمؑ) کی قسم مجھے کچھ معلوم نہیں ہے میری رہنمائی کرو اور مجھے بتا دو۔"

سہیلی۔ انہیں ہرکلیس سے اور ہرکلیس کو ان سے محبت تھی ان کے ملنے جلنے پر تم نے پابندی لگا دی وہ برداشت کر گئے مگر جب تم نے تبھی کا پیغام منظور کر لیا اور ہرکلیس کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سوچا کہ وہ ایک امیر کی بیٹی کے لائق نہیں ہے اور جب تک وہ زندہ رہے گا ممکن ہے سلومی اس وقت تک تبھی کی دلہن نہ بن سکے اس لئے اس نے خودکشی کر لی اور مر گئے .... اور اب سلومی موت کی گود میں جا رہی ہے نیز ہرکلیس کی بہن لوسیانا کی حالت نازک ہے اسے اپنے بھائی سے محبت تھی وہ بھی کل سے بیہوش پڑی ہے۔ اس کی زندگی کی بھی امید نہیں رہی ہے تمہارے غرور نے ایک کی جان لی اور دو کی جائیں اور جانے والی ہیں۔"

شمعون سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔ انہوں نے کہا۔

"میں نے برا کیا اور اب جو ہو چکا۔ ہرکلیس واپس نہیں آ سکتا لیکن اس کی بہن لوسیانا کو ضرور بچانا چاہئے۔" چنانچہ انہوں نے دو طبیبوں کو لوسیانا کے علاج کے لئے بھیج دیا ان سے کہدیا کہ لوسیانا بھی ان کی بیٹی ہے اسے بھی وہ بچانے کی کوشش کریں۔" اور دو طبیب سلومی کا علاج کرنے لگے شمعون نے سہیلی سے کہا۔ "کیا تم میری خاطر سے اپنی سہیلی کی زندگی بچانے کے لئے ایک تکلیف گوارا کرو گی۔"

سہیلی۔ "میں سلومی کے لئے اپنی جان دے سکتی ہوں۔"

شمعون۔ شاباش! تم ایسا کرو کہ جب اسے ہوش آ جائے تو یہ کہدینا کہ ہرکلیس نے خودکشی نہیں کی۔"

سہیلی۔ "میں کیا جھوٹ بولوں۔ اسے جھوٹی تسلی دوں۔"

شمعون۔ "اگر تمہیں کسلومی سے محبت ہے اور تم اس کی زندگی چاہتی ہو تو ایسا کرو۔"

سیلی۔ "میں جھوٹ بولوں گی میں اپنی پیاری سہیلی کی جان ضرور بچاؤں گی۔"
شمعون اسے لے کر پھر سلومی کے کمرہ میں چلے آئے دوپہر کے وقت سلومی کو پھر ہوش آیا شمعون نے اس کی طرف اشارہ کیا اور خود وہاں سے چلے گئے سلومی نے آنکھیں کھول کر بے مدعا دیکھا سیلی کا نام فے سیس تھا اس نے اس سے کچھ کہنا چاہا فیسوں نے روک دیا اور کہا ابھی ان کے حواس درست نہیں ہوئے ہیں۔" کچھ وقفہ کے بعد سلومی نے کہا۔ "میں کہاں ہوں۔" فے سیس نے کہا تم اپنے کمرے میں ہو سلومی! ہرکلیس نے خودکشی نہیں کی۔" اس نے بے اعتباری کی نظروں سے فے سیس کو دیکھا۔ فے سیس نے کہا بچ جانو .... وہ زندہ ہے۔ وہ بچ گیا۔"

سلومی کو یقین آ گیا۔ اس بات کا اثر اس کے دل پر بڑا اچھا ہوا اس کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ فے سیس اس کے پاس دن میں کئی مرتبہ آنے لگی۔ ایک ہفتہ میں وہ اس قابل ہو گئی کہ باغیچہ تک چہل قدمی کر سکے اور پھر پندرہ روز میں اس میں اچھی خاصی توانائی آ گئی وہ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگی اسی فریب میں مبتلا رہی کہ ہرکلیس بچ گیا مگر ایک روز فریب ظاہر ہو گیا ہوا یہ کہ لوسیانا وہاں آ گئی وہ بھی اچھی ہو گئی تھی اور پندرہ روز میں وہ بھی چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی تھی رہ رہ کر اسے بھائی کی یاد بے چین کرتی تھی کلیجہ میں گھونسا سا لگتا تھا سلومی کو دیکھتے ہی وہ برس پڑی۔ اس نے کہا مغرور باپ کی بیٹی میرے بھائی کی جان لے لی نا جب تم اس کی نہیں ہو سکتی تھیں تو تم نے کیوں اسے سہارا دیا تھا کیوں اسکے سینہ میں محبت کی آگ بھڑکائی تھی کیوں اس کی زندگی کے ساتھ کھیلیں .... میں تم سے اپنا بھائی واپس لوں گی۔"

سلومی سکتہ کے عالم میں بیٹھی رہ گئی لوسیانا رو رہی تھی وہ بھی رونے لگی طبیعت نے خود اپنا علاج کر لیا اگر وہ رونے نہ لگتی تو یقیناً بے ہوش ہو جاتی اور بیہوشی کے عالم میں مر جاتی سلومی نے کہا مجھے دھوکا دیا گیا مجھے بتایا گیا کہ ہرکلیس زندہ ہے مجھے زندہ رکھنے کے لئے جھوٹ بولا گیا۔ میں تمہاری مشکور ہوں تم نے حقیقت ظاہر کر دی میں تمہارا بھائی تو واپس نہیں دے سکتی مگر خود میں ان کے پاس جا سکتی ہوں۔ میں ان

کے پاس ضرور جاؤں گی۔ کوئی مجھے نہیں روک سکتا ہم زندگی میں ایک نہ ہو سکے مر کر ایک ہو جائیں گے۔"

سلومی کی باتوں سے لوسیانا کی آنکھیں کھل گئیں اسے احساس ہوا کہ اس نے غلطی کی ہے سلومی مغرور نہیں ہے اسے اب بھی ہرکلیس سے محبت ہے وہ ضرور اپنی جان دے دے گی وہ پچھتائی اس نے سلومی کو روک کر کہا کہاں جا رہی ہو....؟"

سلومی نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "ہرکلیس کے پاس۔"

لوسیانا سہم گئی اس نے کہا۔ "میں نہ جانے دوں گی۔"

سلومی "اب مجھے نہ روکو لوسیانا تم نہیں جانتی ہو میری زندگی تباہ ہو چکی ہے اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گی۔"

لوسیانا۔ "تم میرے لئے جیو میں ہرکلیس کی نشانی ہوں میں تمہیں دیکھ کر جیوں گی کیونکہ ہرکلیس تم سے محبت کرتے تھے۔"

سلومی۔ میں زندہ رہوں گی تو میری زندگی میرے لئے وبال جان ہو جائے گی۔

لوسیانا۔ "تم جانتی ہو کہ ہمارے گھر میں ہم دو بہن بھائی تھے ہمارے والدین ہمیں دیکھ کر جیتے تھے اب بھیا مر گئے میں زندہ ہوں میرے ماں باپ نے مجھ پر ہی صبر کر لیا ہے تم مرو گی تو میں تم سے پہلے مر جاؤں گی اور پھر میرے ماں باپ بھی مر جائیں گے میں تم سے اپنی زندگی کی نہیں اپنے ماں باپ کی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں بولو زندہ رہو گی۔" سلومی لوسیانا کے گلے لگ کر رونے لگی اور اس قدر روئی کہ لوسیانا کا دوپٹہ اس کے آنسوؤں سے تر ہو گیا لوسیانا نے بھی اسے رونے سے منع نہیں کیا جب رونے سے اس کے دل کا غبار نکل گیا تب اس نے آنسو پونچھے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آج سے تم میری بہن ہو اور میں اپنی بہن کے لئے زندہ رہوں گی۔

سلومی میں پاک ماں کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ صرف تیرے لئے زندہ رہوں گی۔" خودکشی نہ کروں گی مگر ایک وعدہ تو بھی کر۔

لوسیانا۔ "کیا.....؟"

سلومی۔ "غمزدہ نہ رہے گی۔ خود بھی خوش رہے گی اور مجھے بھی خوش رکھنے کی

کوشش کرے گی۔"

لوسیانا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں۔"

سلومی۔ "یہ بھی وعدہ کرو کہ مجھے غیر نہ سمجھو گی۔"

لوسیانا۔ "پاک ماں کی قسم سگی بہن سمجھوں گی۔"

سلومی۔ "میں جو دوں گی تو اس کے لینے میں ضد نہ کرو گی۔"

لوسیانا۔ "یہ کیا....؟"

سلومی۔ "سنو لوسیانا مجھے خوب معلوم ہے تمہارے والد ضعیف ہیں ہرکلیس کی کمائی پر تمہارے خاندان کی گزر تھی جب تم میری بہن ہو گئیں تو تمہارے ماں باپ میرے ماں باپ ہو گئے بیٹی کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کرے ..... اس وقت شمعون آگئے انہوں نے کہا بیشک بیٹی کا یہ فرض ہے۔"

سلومی۔ "ابا جان آپ نے کیوں مجھے یقین دلایا کہ ہرکلیس زندہ ہے۔"

شمعون۔ "اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لئے ..... میں نے تم دونوں کی تمام باتیں سن لی ہیں لوسیانا میری بیٹی ہو گئی اور اس کے باپ میرے بھائی ہو گئے شمعون اپنی بیٹی کو تحفہ دیتا ہے۔" انہوں نے پانچ سو اشرفیاں دے دیں اور لوسیانا کو لینی پڑیں وہ چلی گئی سلومی نے پھر عہد کیا کہ وہ لوسیانا کے لئے زندہ رہے گی۔" خاتون خاموش ہو گئی۔

(۲۲)

خاتون نے پھر کہنا شروع کیا۔

سلومی نے لوسیانا کی وجہ سے اپنے آپ کو بہت کچھ بدل لیا۔ وہ خود بھی خوش رہتی اور لوسیانا کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرتی وہ اکثر لوسیانا کے گھر بھی چلی جاتی اس کے والدین اس کی بڑی عزت کرتے اس کے والدین بھی اسے بہت ہی چاہنے لگے تھے۔ شمعون بھی کبھی کبھی لوسیانا کے گھر چلے جاتے اور جب جاتے کچھ نہ کچھ دے کر آتے۔ ان کا خیال تھا کہ رفتہ رفتہ سلومی کے دل سے ہرکلیس کا رنج جاتا رہے گا۔ وہ سلومی کو خوش کرنے کے لئے لوسیانا اور اس کے والدین کے ساتھ سلوک کر رہے تھے۔

سلومی نے کئی مرتبہ یہ کوشش کی کہ قبرستان جا کر ہرکلیس کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر پھول چڑھا آئے مگر ہمت نہیں ہوئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس سے ضبط نہ ہو سکے گا اور ممکن ہے کہ کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ لوسیانا بھی اس بات کو سمجھتی تھی۔ اس لئے اس نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ وہ ہرکلیس کی قبر پر جائے۔ بلکہ اگر کبھی سلومی نے خود جانے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تو اس نے ٹال دیا۔

زمانہ سب سے اچھا طبیب اور ڈاکٹر ہے وہ گہرے سے گہرے زخم کو بھر دیتا ہے اور عزیز سے عزیز کی یاد کو بھلا دیتا ہے۔ سلومی ہرکلیس کو بھول تو نہ سکی لیکن اس کے اوپر اس کی موت نے جو گہرا زخم لگایا تھا وہ بھرنے لگا۔ شمعون کو امید ہو چلی کہ سلومی ہرکلیس کو بھول جائے گی اور عنقریب ہی اپنی زندگی کا نیا باب شروع کرے گی وہ اس کی شادی کر دینا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ شادی ہونے سے اس کی طبیعت سنبھل جائے گی۔ انہوں نے فیمی کو انتخاب کر رکھا تھا۔ ان کی دولت ان کی عزت ان کی شہرت نے ان کے دل میں ان کی جگہ کر لی۔ انہوں نے اپنے بیٹے جولیس سے بھی مشورہ کر لیا تھا۔ جولیس کو اپنی بہن سلومی سے بڑی محبت تھی ..... انہوں نے باپ سے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر سلومی خوشی سے شادی کرنے پر تیار ہو جائے تو ضرور کر دی جائے اگر تیار نہ ہو تو اس پر دباؤ نہ ڈالا جائے بلکہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

فیمی کے خطوط شمعون کے پاس آتے رہتے تھے وہ ایک دو مرتبہ آ بھی چکے تھے۔ لیکن سلومی نے ان سے اچھی طرح بات تک نہیں کی تھی۔ وہ اس زمانہ میں بھی آئے تھے جب سلومی ہرکلیس کی موت کی وجہ سے سوگوار تھی۔ انہیں بھی ہرکلیس سے اس کی محبت کا حال معلوم ہو گیا اس پر بھی ان کی محبت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور چونکہ سلومی رنج و غم سے گھل گئی تھی دبلی ہو گئی اس لئے اس کا پہلا جیسا رنگ نہیں رہا تھا مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین معلوم ہوتی تھی جوں جوں رنگ اڑتا جاتا تھا اور گھلتا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ فیمی چند روز وہاں رہنے کے لئے آ گئے وہ اس قصد سے آئے تھے کہ سلومی کو ساتھ رکھ کر اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور اسے خوش کرنے کی

بڑے بڑے جتن کئے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور سلومی ان سے باتیں بھی کرتی تھی
ان کے ساتھ ہوا خوری کو بھی چلی جاتی اور ان کے پاس بھی بیٹھی رہتی تھی لیکن
جب کبھی فیمی مطلب کی بات کہتے وہ فوراً ٹوک دیتی کہ ایسی باتیں نہ کیجئے اگر
فیمی نہ مانتے اور کہے ہی چلے جاتے تو وہ اٹھ کر چلی جاتی۔ دراصل سلومی کا دل
ٹوٹ گیا تھا وہ زندہ تھی لوسیانا اور اس کے خاندان کے لئے انہیں خوش رکھنے
کے لئے خود بھی خوش رہتی تھی ورنہ اس کی امنگیں ختم ہو گئی تھیں دل بجھ گیا
تھا۔ دنیا کی کسی بات میں اس کے لئے کوئی دلکشی باقی نہیں رہی تھی وہ چلتی پھرتی
زندہ لاش تھی۔

شمعون اور فیمی سمجھتے تھے کہ غم کے بادل چھٹ گئے۔ امنگوں کی کونپلیں
ہری ہو گئیں' اس کا غنچہ دل جو مرجھا گیا تھا وہ شگفتہ ہو گیا۔ یہ ان کی غلط فہمی
تھی۔ آخر فیمی نے شمعون کو اس بات پر رضا مند کر لیا کہ وہ شادی کی تاریخ
مقرر کر دیں سلومی بھی راضی ہو جائے گی اور شادی سے انکار نہ کر سکے گی لیکن
جولیس نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا سلومی بظاہر خوش نظر آتی ہے لیکن
اس کی خوشی کی تہ میں خوفناک غم چھپا ہوا ہے ابھی اسے اس کے حال پر رہنے
دو لیکن شمعون نے نہیں مانا اور انہوں نے ایک روز منگنی کی رسم ادا کرنے کے
لئے کچھ آدمیوں کو مدعو کر لیا۔ سلومی کو بڑا رنج ہوا۔ جب لوگ آ گئے اور
کھانے سے پہلے انگوٹھیوں کے تبادلہ کا وقت آیا تو سلومی نے مجمع میں کھڑے ہو
کر کہا۔ آپ صاحبان کو اس لئے مدعو کیا گیا ہے کہ میں نے تارک دنیا ہو کر
راہبہ بنجانے کا ارادہ کر لیا ہے میں پاک ماں کے نام پر گرجا میں داخل ہو رہی
ہوں۔ اپنی بقیہ زندگی عبادت اور ریاضت میں گزار دوں گی۔"

مہمانوں کو یہ معلوم تھا کہ سلومی کی منگنی کی رسم ادا ہونے والی ہے وہ
سلومی کی باتیں سن کر بہت حیران ہوئے شمعون اور فیمی کو بڑا رنج ہوا۔ شمعون
نے کہا بیٹی یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" یہ لوگ راہبہ بننے کی رسم میں شریک ہونے
کے لئے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ ——

سلومی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا آپ نے انہیں کسی رسم میں بھی

شرکت کے لئے مدعو کیا ہو مگر میں نے جو کہا ہے رسم وہی ادا ہو گی گرجا کے
بشپ کو میں نے اطلاع دے دی ہے اور اب وہ آتے ہی ہوں گے۔"

جولیس نے باپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "دیکھ لیجئے جلد بازی کا انجام کیا ہوا میں
نے ہرچند کہا کہ سلومی کو اس کے حال پر چھوڑ دیجئے لیکن آپ نے نہ مانا اب
میری بہن گرجا کی ملک ہو جائے گی اس کی زندگی تباہ کرنے کے ہم ذمہ دار
ہیں۔" اس وقت ایک آواز آئی۔ "گرجا میں داخل ہونے سے زندگی تباہ نہیں
ہوتی بلکہ سنور جاتی ہے۔"

لوگوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ بشپ کئی پادریوں کے ساتھ آ رہے تھے
سب ان کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں دیکھ کر سلومی کی آنکھیں
چمکنے لگیں بشپ اور پادری آ کر بیٹھ گئے۔ سب مہمان بھی بیٹھ گئے۔ سلومی بڑھ
کر بشپ کے پاس آئی اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر کہنے لگی۔ مقدس باپ میں
بہت بے چین ہوں میرے دل کو سکون نہیں ہے۔ مجھ پر مہربانی کیجئے دعا کیجئے کہ
میرے دل کو سکون حاصل ہو بشپ نے شفقت و مہربانی سے اس کے خوبصورت
سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے صحیح راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا۔
پاک ماں اور بزرگ خداوند حضرت عیسیٰؑ کے سایہ میں آ جانے سے ہی تمہارے
دل کو سکون حاصل ہو گا۔

شمعون :۔ "مگر مقدس باپ! میں اپنی بیٹی کو گرجا میں داخل ہونے کی کیسے
اجازت دے سکتا ہوں۔"

بشپ :۔ "سلومی بالغ ہے اپنے نیک و بد کو سمجھتی ہے۔ تمہیں اس کے کام میں
مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس نے گرجا میں داخل ہونے کے لئے
درخواست دے دی ہے۔ وہ درخواست پوپ کے پاس بھیج دی گئی ہے۔ سلومی کا
تعلق گرجا سے ہو گیا ہے۔ ہم اسے لینے آئے ہیں۔"

اب شمعون اور فیمی دونوں دیکھتے رہ گئے۔ گرجا کا یہ قانون تھا کہ جو لڑکا یا
لڑکی راہب یا راہبہ بننے کی درخواست بشپ کو دے دیتا تھا بشپ اسے گرجا میں
لے جا کر راہب یا راہبہ بننے کی رسم ادا کر کے راہب یا راہبہ بنا دیتے شمعون

نے ہرچند سلوی کو سمجھایا اسے بتایا کہ وہ عبادت و ریاضت کی مشقت برداشت نہ کر سکے گی اور پھر جیتے جی کبھی گرجا سے باہر نہ نکل سکے گی وہ راہبہ بننے سے انکار کر دے مگر اس نے انکار نہ کیا بلکہ راہبہ بننے پر اصرار کرتی رہی آخر اس نے بشپ کے ہاتھوں کو عقیدت سے بوسہ دیا۔ یہ راہبہ بننے کی پہلی رسم تھی جو ادا ہو گئی۔ اب شمعون کو کچھ کہنے کا حق باقی نہ رہا۔ سلوی گرجا کی ملک ہو گئی۔ بشپ اور پادری اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ شمعون اور جولیس آنسو بہاتے اور اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہ گئے۔

خاتون اس قدر بیان کر کے خاموش ہو گئی۔

(۲۳)

کچھ وقفہ کے بعد خاتون نے کہا۔ تم کہیں اس داستان سے اکتا تو نہیں گئے ہو۔" افسر نے کہا۔ اکتایا تو نہیں البتہ حیران ضرور ہوں کہ تم یہ داستان **مجھے** کیوں سنا رہی ہو۔

خاتون :۔ "ابھی تمہیں یہ داستان غیر متعلق اور فضول سی معلوم ہوتی ہو گی۔ لیکن آگے چل کر یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں نے تمہیں یہ داستان کیوں سنائی ہے اور اس وقت تم یہ ضرور سمجھ لو گے کہ اس داستان کا سنانا ضروری تھا۔

افسر:۔ "مجھے خود اشتیاق پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے کہ میں اس تمام داستان کو سن کر کسی نتیجہ پر پہونچوں۔"

خاتون :۔ "یہی میرا مقصد بھی ہے۔"

افسر:۔ "اچھا تو شروع کیجئے اس داستان کو۔"

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔ سلوی کے گرجہ میں داخل ہونے کا سب ہی کو افسوس ہوا۔ خصوصاً فیمی کو سب سے زیادہ صدمہ ہوا۔ مگر کوئی بھی کچھ نہ کر سکا اور سلوی گرجا میں داخل ہو کر راہبہ بنا دی گئی۔ تمہیں شائد یہ بات معلوم ہو یا نہ ہو کہ جو لڑکی راہبہ بنتی ہے وہ یہ عہد کرتی ہے کہ وہ تمام عمر کنواری رہے گی اور شادی نہ کرے گی . . . . . کے نام پر عبادت و ریاضت کرے

اپنی عمر گزار دے گی یہ عہد قربان گاہ کے سامنے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے مجسموں کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اس عہد کو توڑا نہیں جا سکتا۔ افسر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا کیا ایسا عہد لینا مناسب ہوتا ہے اور کیا بعض لڑکیاں اس عہد پر بعد میں پچھتاتی ہوں گی۔

خاتون :۔ "میں اس مسئلہ میں کیا کہہ سکتی ہوں مگر رومن کیتھولک فرقہ میں ایسا ہوتا ہے۔"

افسر:۔ "میرے خیال میں یہ بڑی نامناسب بات ہے۔ اسی لئے اسلام میں ہے کہ **لا رھبان فی الاسلام** " یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔"

خاتون :۔ میں جانتی ہوں۔"

افسر:۔ "اچھا سناؤ۔"

خاتون نے کہا۔ جب سلوی کے راہبہ بننے کی رسمیں ادا ہو چکیں تو وہ گرجا ہی میں رہنے لگی۔ دنیا سے اس کا تعلق منقطع ہو گیا۔ شمعون کو بھاری رقم گرجا کو ہر مہینہ دینی پڑتی تھی کہ ان کی بیٹی سلوی کو آرام ملے اور جولیس اور لوسیا ان سے ملنے کے لئے کبھی کبھی گرجے میں چلے جاتے تھے۔"

سلوی کے دل کو سکون گرجہ میں داخل ہو کر بھی نہ مل سکا۔ اگرچہ اس کا زیادہ وقت عبادت اور ریاضت میں گزرتا تھا یا مقدس انجیل کا مطالعہ کرتی رہتی تھی لیکن جو سکون وہ چاہتی تھی وہ حاصل نہ ہوا۔ گرجا سے باہر جب تک وہ تھی تو آزاد تھی جب اور جہاں چاہتی چلی جاتی مگر اب وہ گرجا کے قانون کے خلاف کچھ نہ کر سکتی تھی۔

فیمی اسے بھولے نہیں تھے دراصل وہ بھولنے کے قابل بھی نہ تھی۔ فیمی بھی گرجا میں کافی رقم اس کے آرام و آسائش کے لئے بشپ کو دیتے رہتے تھے۔

سچ پوچھو تو سلوی کی شکل میں ایک ایسا پارس ہاتھ آگیا تھا کہ جس سے سونا ہی سونا برسنے لگا تھا۔ جو رقمیں اس کے باپ بھائی اور فیمی دیتے تھے انہیں ایک روپیہ میں سے ایک آنہ بھی اس پر خرچ نہیں کیا جاتا تھا سب بشپ رکھ لیتے تھے اسے معمولی غذا معمولی لباس اور معمولی بستر ملتا تھا۔ اس کی امیرانہ زندگی ختم ہو

چکی تھی مگر اس حالت میں بھی وہ حسین معلوم ہوتی تھی جب وہ گرجا میں جاتی تھی تو اس کے مشتاقوں کا ہجوم آ لگتا تھا اکثر فیمی بھی چلے جاتے تھے اور آنکھیں سینک لیتے تھے کبھی کبھی باتیں بھی ہو جاتی تھیں ان کے دل میں محبت روز بروز بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ ان کے صبر کا دامن چھوٹ گیا اور انہوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ کسی طرح سلومی کو گرجے سے نکال لے جائیں۔

فیمی اس بات کو خوب جانتے تھے کہ کسی راہبہ کو گرجا سے نکالنا بڑے گناہ کی بات ہے۔ مگر محبت نے انہیں اندھا کر دیا تھا انہوں نے کئی نتوں اور راہبوں کو دولت دے کر اپنا ہمدرد بنا لیا۔ دولت سے ناممکن کام اور ناممکن باتیں ممکن ہو جاتی ہیں چنانچہ فیمی کے ہمدرد راہبوں اور نتوں نے اس بات کی کوشش شروع کر دی کہ وہ سلومی کو کسی بہانہ سے گرجے سے باہر لیجا کر فیمی تک پہونچا دیں۔

فیمی نے ثاور مینا (طیرمین) سے پلرمو تک گھوڑوں کی گاڑی کی ڈاک بٹھا دی تھی۔ ایک روز دن چھپے کے قریب کئی نتیں سیر کے بہانے سے سلومی کو گرجا کے باغ میں لے گئیں فیمی نے پہلے ہی وہاں اپنے آدمی بٹھا دیئے تھے جب دن چھپ گیا اور یہ لڑکیاں واپس جانے لگیں تو دفعتاً چار آدمی سیاہ لبادہ اوڑھے اور ڈھاٹے باندھے ہوئے نمودار ہوئے اگرچہ نتیں جانتی تھیں کہ وہ کون ہیں مگر ظاہرداری میں خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگیں۔ سلومی بھی بھاگی۔ مگر وہ نازک اور نازنین تھی تیز نہ بھاگ سکی پکڑ لی گئی۔ ایک سیاہ پوش نے اس کے منہ میں کپڑے کی گیند دے دی اور ایک کپڑے سے اس کا منھ باندھ کر اور سب اسے اٹھا کر بھاگے باغیچہ سے باہر نکل کر ایک طرف کو دوڑے چلے گئے سلومی نے چلانا اور شور کرنا چاہا مگر منھ میں گیند ٹھسی ہوئی تھی اس کی آواز نہ نکل سکی دن چھپ چکا تھا اجالے پر اندھیرا غالب آتا جا رہا تھا یہ لوگ جنگل کی طرف بھاگتے چلے گئے کچھ دور انہیں ایک گاڑی ملی انہوں نے سلومی کو گاڑی میں ڈال دیا دو آدمی اسے پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ گئے ایک آدمی کوچوان کے برابر جا بیٹھا اور ایک واپس لوٹ گیا شاید یہ معلوم کرنے کہ سلومی کی گمشدگی پر چرچ کی طرف سے کیا کارروائی ہوتی ہے۔

یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن میں راستہ سے ہٹ کر دور کسی چٹان کے پیچھے یا گہرے جنگل میں چھپ جاتے۔ انہوں نے سلومی کو ڈرا کر اس قدر خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ آواز بھی نہ نکال سکتی۔ اب انہوں نے اس کے منھ میں گیند ٹھونسنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

ایک روز یہ لوگ کورلیون کے جنگل میں ٹھہرے کورلیون ایک چھوٹا سا شہر تھا جو پلرمو سے اکیس میل کے فاصلے پر تھا وہاں فیمی آ گئے اور اس طرح سے آئے جیسے وہ شکار کھیلتے پھر رہے ہیں وہ سلومی اور سیاہ پوشوں کے پاس آئے اور بظاہر سلومی کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ انہوں نے سیاہ پوشوں سے کہا۔ سلومی ان کی بیوی ہے وہ اسے کہاں سے لائے ہیں۔"

ان لوگوں نے جواب دیا اسے پایئرہس نے طلب کیا ہے۔"

پایئرہس ایک خوفناک ڈاکو تھا۔ سلومی سہم گئی اس کی بابت یہ شہرت تھی کہ وہ نوخیز حسین لڑکیوں کو پکڑوا کر منگواتا ہے اور انہیں خراب کر کے ان کے ناک کان کاٹ کر چھوڑ دیتا تھا فیمی نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ سلومی! اس کی بیوی ہے اسے چھوڑ دیں سلومی نے بھی وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس بات کا اقرار کر لیا کہ وہ فیمی کی بیوی ہے۔

چنانچہ ان لوگوں نے سلومی کو فیمی کے حوالے کر دیا۔ فیمی اسے لے کر قریب کے گرجا میں گئے اور اس سے کہا کہ ابھی نکاح پڑھوا لو ورنہ ممکن ہے پایئرہس کو معلوم ہو جائے کہ اسے دھوکا دیا گیا اور وہ پھر تمہیں اٹھوا لے۔

سلومی اس قدر خوف زدہ ہو گئی تھی کہ وہ انکار نہ کر سکی اور دونوں پادری کے روبرو گئے اور قربان گاہ کے سامنے ان کا نکاح ہو گیا۔ فیمی اسے لے کر پلرمو چلے آئے اور میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔

مگر جلد ہی سلومی کو معلوم ہو گیا کہ یہ سب کارروائی فیمی نے اسے حاصل کرنے کے لئے کی تھی اسے بڑا رنج ہوا۔ اس نے اپنے بھائی کو تمام حالات سے اطلاع دی اور لکھا کہ فیمی نے اس کی (۱) مرضی کے خلاف اس سے شادی کر لی ہے اسے اس سے بچایا جائے ورنہ وہ خودکشی کر لے گی۔

سی پی اسکاٹ صاحب نے اخبار اندلس جلد دوم صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ فیمی نے اس راہبہ کو خوشامد سے یا ڈرا کر

جولیس اور شمعون دونوں کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اس سے ان کی بڑی توہین ہوئی۔ چنانچہ وہ دونوں قسطنطنیہ پہونچے اور انہوں نے قیصر روم سے فریاد کی بادشاہ نے پیٹرسن قسطنطین کو جو جزیرہ سسلی کا گورنر تھا ایک فرمان اس مضمون کا بھیجا کہ ہمارے روبرو یہ استغاثہ ہوا ہے کہ فیمی نے شمعون کی اس بیٹی کو جو راہبہ ہو گئی تھی دھوکہ مکر اور فریب سے گرجا سے نکال کر زبردستی اپنی بیوی بنا لیا ہے اس نے زبردست جرم کیا ہے... لہٰذا تم اس جرم میں اس کی ناک کاٹ ڈالو اور سلوی کا نکاح فسخ کرا دو۔" اس زمانہ میں کسی راہبہ کو زبردستی گرجے سے نکال کر اس سے شادی کرنے کی سزا ناک یا زبان کاٹ کر دی جاتی تھی۔"

فیمی کو بھی بادشاہ کے اس فرمان کی خبر ہو گئی اس نے یہ کوشش کی کہ سسلی میں بغاوت کرا دے۔ جب ملک میں انقلاب آ جائے گا تو وہ بچ جائے گا۔ مگر اس کی یہ سازش ظاہر ہو گئی اور اس کے ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ مگر فیمی سلوی کو لے کر وہاں سے افریقہ بھاگ گیے۔

خاتون اس قدر بیان کر کے خاموش ہو گئیں۔

(۲۴)

افسر نے حیرت سے کہا "فیمی افریقہ بھاگ گیے۔"

خاتون :۔ جی ہاں اصل داستان تو اب شروع ہوتی ہے بلکہ سچ پوچھو تو اب بھی شروع نہیں ہوتی جس ہستی کے لئے میں بے چین ہوں اور جس کا اس داستان سے تعلق ہے اس کا قصہ تو ابھی بہت دور ہے۔"

راہبہ کے عزیزوں نے قسطنطنیہ جاکر بادشاہ سے یہ استغاثہ کیا کہ ان کی عزیزہ کو جو راہبہ ہو گئی تھی فیمی نے اڑا کر اس کی مرضی کے خلاف زبردستی اس سے شادی کر لی ہے بادشاہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اس نے سسلی کے گورنر کو حکم دیا کہ قانون نافذ الوقت کے مطابق فیمی کی ناک کاٹ دی جائے۔ مجرم کو جب اس حکم کی خبر پہنچی تو اپنی ہردلعزیزی کے بھروسہ پر اس نے عام غدر پیدا کرنا چاہا کہ وہ اس سزا سے بچ جائے لیکن یہ راز ظاہر ہو گیا اور وہ افریقہ بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ اخبار اندلس جلد دوم صفحہ نمبر ۱۱

افسر:۔ "تم اس قصہ ہی کو پہلے کیوں نہیں بیان کر دیتیں۔

خاتون :۔ "جب تک تمام داستان نہ سن لو گے تم سمجھ نہ سکو گے۔"

افسر:۔ "اچھا تو سناؤ۔"

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

فیمی سلوی کو لے کر افریقہ (۱) میں پہونچا وہاں سے وہ سیدھا سلطنت اغالبہ (۲) کے دارالسلطنت قیروان میں حاضر ہوا وہاں کے حاکم امیر زیادۃ اللہ تھے۔ جو مدبر، بہادر اور دور اندیش تھے فیمی ایک روز ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے فریاد کی کہ جزیرہ سسلی کا وائسرائے پیٹرسن قسطنطین ان کی بیوی کو زبردستی ان سے چھننا چاہتا ہے اس کی مدد کی جائے اور انہیں پناہ دی جائے۔

امیر زیادۃ اللہ خود مختار بادشاہ ہو گئے تھے وہ مشرقی تھے پھر پکے مسلمان اول تو مشرقی لوگ اس بات کو بہت ہی برا سمجھتے ہیں کہ کوئی کسی کی بیوی کو چھین لے دوسرے مسلمان تو اس کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں جو کسی کی بیوی پر بری نظر بھی ڈالے۔

زیادۃ اللہ کو بڑا غصہ آیا لیکن انہوں نے تمام واقعات معلوم کرنے چاہے چنانچہ فیمی سے کہا تم اپنی داستان مفصل سناؤ۔ اطمینان رکھو۔ تم ہماری پناہ میں ہو۔

افریقہ بربر کے علاقہ میں تھا اور بربر طرابلس الغرب میں شامل تھا۔ اس علاقہ میں عباسی خلیفہ کی طرف سے ایک وائسرائے رہتا تھا

بربر کے علاقے کا دارالسلطنت قیروان تھا۔ قیروان میں عباسی خلیفہ کی جانب سے ایک وائسرائے رہتا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں بربر کے علاقہ کا انتظام کے لیے ایک لاکھ دینار سالانہ خلیفہ قیروان کے وائسرائے کو دیتے تھے ابراہیم ابن اغلب نے خلیفہ ہارون رشید سے درخواست کی کہ اگر قیروان کی حکومت اسے دے دی جائے تو وہ ایک لاکھ دینار خلیفہ سے نہیں لے گا بلکہ ۴۰ ہزار خلیفہ کو دیا کرے گا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اس کی درخواست منظور کر کے اسے سند حکومت عطا کر دی۔ ابراہیم بن اغلب نے قیروان پہنچ کر حکومت کا چارج لے لیا اور ۱۸۴ھ میں سلطنت اغالبہ کی بنیاد ڈالی۔ اس نے ۱۹۰ھ میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا عبداللہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ عبداللہ نے ۲۰۱ھ میں وفات پائی اور عبداللہ کے بھائی زیادۃ اللہ جو ابراہیم بن اغلب کے دوسرے بیٹے تھے۔ تخت نشین ہوئے فیمی زیادۃ اللہ کے پاس ۲۱۲ھ میں آیا تھا۔

اب مجبوراً فیمی کو تمام داستان سنانی پڑی اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ لڑکی نہایت حسین ہے زیادۃ اللہ نے کہا" عیسائیوں نے عیسائی مذہب میں بہت کچھ رد و بدل کر لیا ہے یہ بھی ان کا خود ساختہ قانون ہے کہ جو لڑکا یا لڑکی گرجا میں داخل ہو کر راہب یا راہبہ بن جاتے وہ تمام عمر شادی نہیں کر سکتے اس سے قانون کی مٹی پلید ہوتی ہے اور رومن کیتھولک عیسائیوں کے گرجاؤں میں جہاں راہب ور راہبات رہتے ہیں نہایت ہی خلاف انسانیت خلاف اخلاق اور خلاف مذہب باتیں ہوتی ہیں اکثر مرد اور عورتیں گناہ کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور دونوں کے میل سے ناجائز اولاد پیدا ہوتی ہے گناہ اور جرم کو چھپانے کے لئے ان ننھی جانوں کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا جاتا ہے خدا ان ظالموں سے سمجھے وہ ایسی قبیح حرکت کرتے ہی کیوں ہیں کیوں اس بیہودہ رسم جسے انہوں نے مذہب کا جزو بنا لیا ہے مٹا نہیں دیتے۔ وہ خدائی قانون کے خلاف چلتے ہیں خدا رہبانیت کو پسند نہیں کرتا وہ تو یہ چاہتا ہے کہ انسان اس کی عبادت بھی کرے نکاح بھی کرے اولاد بھی پیدا کرے اولاد کی پرورش بھی کرے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رزق حاصل کرنے کے لئے محنت بھی کرے تجارت کرے زراعت کرے ملازمت کرے صنعت و حرفت میں حصہ لے غرض جائز طریقہ پر روزی کمائے خود بھی کھائے اور اپنی بیوی بچوں کو بھی کھلائے یہ نہیں کہ ہاتھ پیر توڑ کر عبادت خانے میں بیٹھ جائے اگر یہ اچھی چیز ہو اور اسی سے نجات ملنے کی امید ہو اور ساری قوم گرجا میں داخل ہو جائے تو کھانے پہننے کو کہاں سے آئے گرجاؤں کے مصارف اور گرجاؤں میں رہنے والوں کے اخراجات کہاں سے آئیں اور جب ان کی شادیاں نہ ہوں تو بچے کیسے پیدا ہوں اور جب بچے پیدا نہ ہوں تو قوم کیسے بڑھے بلکہ چند ہی روز میں ساری قوم ختم ہو جائے نہایت ہی بری اور ظالمانہ رسم ہے یہ انسانوں کو عضو معطل بنانے والی اپاہج بنانے والی اور بجائے ثواب کے گناہوں میں غرق کر دینے والی رسم حضرت عیسیٰؑ کی یہ تعلیم نہیں تھی اگر ان کی یہ تعلیم ہوتی تو عیسائی پھیلنے کے بجائے سمٹ جاتے اور چند ہی روز میں بالکل ختم ہو جاتے زیادۃ اللہ نے اچھی خاصی تقریر کر ڈالی فیمی بھی ہاں میں ہاں ملاتے گئے دفعتاً" زیادۃ اللہ کو کوئی بات یاد آئی انہوں نے کہا۔ "تمہارا کیا نام ہے تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں——" فیمی کا چہرہ یہ سن کر فق پڑ گیا زیادۃ اللہ نہایت با رعب اور باجلال آدمی تھے۔ ان کے چہرے کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھا جاتا۔ فیمی کا سر جھک گیا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زیادۃ اللہ نے پھر کہا۔ بولو تمہارا کیا نام ہے؟ مجبور ہو کر فیمی نے کہا میرا نام یوسفے می لیس ہے۔"

زیادۃ اللہ نے کئی مرتبہ ان کا نام دہرایا۔ یوسفے می لیس یوسفے می لیس——"

"ہم نے تمہارا نام پہلے نہیں سنا۔ فیمی کو اس سے مسرت ہوئی۔ مگر یہ خوشی جلد ہی جاتی رہی۔ کیونکہ شاہ زیادۃ اللہ کو کوئی بات یاد آ گئی۔ انہوں نے کہا کیا تم وہی ہو جسے مسلمان فیمی کہتے ہیں۔"

فیمی کو اب سوائے سچ بولنے کے اور چارہ ہی نہیں تھا۔ انہوں نے عرض کیا اعلیٰ حضرت میں وہی بدبخت ہوں۔"

زیادۃ اللہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا تم ہی وہ شخص ہو جس نے جزیرہ سسلی سے فوج کشی کر کے افریقہ کے ساحل پر دست درازی کی تھی۔ اور اس علاقہ کے مسلمانوں کو اذیت پہونچائی تھی۔

بات یہ ہوئی تھی کہ جب فیمی امیر البحر مقرر ہوئے تھے تو انہوں نے رومی سلطنت میں اپنا اقتدار بڑھانے اور قسطنطنیہ کے بادشاہ امیراطور کو (اس زمانہ میں قسطنطنیہ کا بادشاہ امیراطور تھا) خوش کرنے کے لئے طرابلس اور افریقیہ کے دوسرے علاقوں پر لشکر کشی کر کے ساحلی علاقہ کے مسلمانوں کو بڑی اذیت پہنچائی تھی ان کا خیال افریقیہ کو فتح کر کے جزیرہ سسلی میں شامل کر لینے کا تھا وہ سلطنت عالیہ کو کمزور سلطنت سمجھتے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ خدا کو یہ منظور نہیں ہے کہ افریقیہ فتح ہو کر جزیرہ سسلی کا ایک حصہ بن جائے بلکہ قدرت کو یہ منظور ہے کہ جزیرہ سسلی افریقہ میں شامل ہو جائے جب فیمی کی لشکر کشی کی خبر زیادۃ اللہ کو ہوئی تو انہوں نے ان کے مقابلے کے لئے بربری مجاہدوں کا لشکر بھیج دیا اور ان بربری لوگوں نے فیمی اور ان کی سپاہ کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔

جب شاہ زیادۃ اللہ نے یہ واقعہ یاد دلایا۔ تو فیمی کانپ گئے۔ انہوں نے دست بستہ ہو کر عرض کیا۔ جہاں پناہ! میں وہی خطا کار لائق گردن زدنی شخص

ہوں۔ مگر جلال مآب سے یہ عرض کروں گا کہ اس میں میرا قصور کچھ نہیں تھا مجھے سسلی کے گورنر پیٹرن قسطنطین نے افریقیہ کے ساحل پر لشکر کشی کا حکم دیا تھا۔ چونکہ مجھے اس نے امیر البحر مقرر کیا تھا۔ اس لئے میں اس کے حکم سے انحراف نہیں کر سکا۔ مگر اعلیٰ حضرت! میں ان سب باتوں کی تلافی کر دوں گا۔"

زیادۃ اللہ۔ "کس طرح تلافی کر دو گے۔"

فیمی :۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ جزیرہ سسلی کو فتح کرا دوں گا۔ کچھ فوج میرے ساتھ ہے۔ کچھ میرے ہمدرد سسلی میں موجود ہیں وہ میری مدد کریں گے۔ اعلیٰ حضرت تھوڑا سا لشکر میرے ساتھ کر دیں۔ میں جزیرہ سسلی پر ان کا قبضہ کرا دوں گا۔"

زیادۃ اللہ :۔ "ہم تم پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اگر تمہارا لشکر جانباز ہوتا۔ اگر تمہارے ہمدرد جزیرہ سسلی میں ہوتے تو تم پناہ لینے ہمارے پاس نہ آتے..... اس کے علاوہ مسلمان کسی کی مدد کسی کی طاقت اور کسی کی ہمدردی پر بھروسہ نہیں کرتا۔ وہ صرف خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ خدا ہی مسلمان کی مدد کرتا ہے اور مسلمان فتح یاب ہوتا ہے۔"

زیادۃ اللہ کچھ سوچنے لگے۔ فیمی عجب پریشانی اور تذبذب میں پڑ گئے۔ انہیں خوف ہوا کہ کہیں امیر زیادۃ اللہ ان کے لئے کوئی سزا تجویز نہ کر دیں۔ مگر انہیں یہ اطمینان تھا کہ مسلمان جب کسی کو پناہ دے دیتا ہے تو پھر اس کے ساتھ کوئی برائی نہیں کرنا چاہے اس نے کیسی ہی دشمنی کی ہو۔ امیر زیادۃ اللہ نے کچھ وقفہ کے بعد فیمی سے پوچھا کیا واقعی تم قیصر روم اور سسلی کے گورنر کے مخالف ہو اور ان سے دشمنی رکھتے ہو.....؟"

فیمی نے کہا۔ میں پاک ماں اور بزرگ خداوند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں قسطنطینہ کے بادشاہ اور سسلی کے گورنر کا دشمن ہوں۔"

زیادۃ اللہ :۔ "اچھا تو سنو! ہم نے اسی وقت جب تم نے ہمارے علاقہ پر حملہ کیا تھا یہ طے کر لیا تھا۔ کہ ہم جزیرہ سسلی پر ضرور لشکر کشی کریں گے۔ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارا ارادہ پورا کرے۔ ہم نے حملہ کی تیاری بھی کر لی ہے۔ اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا ہی کو یہ منظور ہے کہ اب جزیرہ سسلی پر حملہ کر

دیا جائے۔ تم ہماری امان میں ہو۔ اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ اب تمہیں کوئی طاقت نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

فیمی بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے شکریہ ادا کیا۔ امیر زیادۃ اللہ نے انہیں خلعت فاخرہ اور دو گھوڑے معہ ساز و سامان کے عطا کئے وہ ان کے حضور سے چلے آئے انہوں نے دوسرے ہی دن یہ سنا کہ امیر زیادۃ اللہ نے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا ہے۔ جہازوں کی مرمت شروع ہو گئی۔ شہر سوسہ میں جو کہ افریقیہ کے ساحل پر واقع تھا جہازوں اور فوجوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ اسی شہر سے لشکر روانہ ہونے والا تھا۔ اس شہر میں بڑی چہل پہل ہو گئی تھی فیمی بھی سلوی کو لے کر وہیں پہونچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بڑے زور شور سے جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں اور شہر کے گوشہ گوشہ میں جہاد اور جنگ کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ امیر زیادۃ اللہ بھی وہاں آ گئے تھے وہ روزانہ خود جہازوں اور فوج کا معائنہ کر رہے تھے۔ اب اس لشکر کی سپہ سالاری کا مسئلہ پیش ہوا۔ امیر زیادۃ اللہ کی نظر انتخاب شہر قیران کے قاضی اسد بن فرات پر گئی۔ وہ اگرچہ قاضی اور مولوی تھے۔ ان کی عمر بھی ستر سال کی تھی۔ بوڑھے ہو چکے تھے لیکن ابھی تک ان کے قویٰ اچھے تھے۔ مدبر جہاندیدہ۔ دور اندیش۔ مستقل مزاج اور بڑے دلیر تھے۔ امیر زیادۃ اللہ نے انہیں امیر عسکر مقرر کیا۔ ان کے دل میں جوش جہاد اور شہادت کا شوق تھا۔ وہ تیار ہو گئے۔ امیر زیادۃ اللہ نے لشکر کی روانگی کی تاریخ مقرر کر دی۔ ۱۵ ربیع الاول ۲۱۲ھ مطابق ۱۴ جون ۸۲۷ء بندر سوسہ پر جہاز آ گئے۔ فوجیں و سامان حرب و رسد کے انبار لاد دیئے گئے۔ ایک سو جہاز تھے۔ امیر زیادۃ اللہ بھی آ گئے۔ ان کے ساتھ امیر عسکر (سپہ سالار) قاضی اسد بن فرات بھی تھے۔ امیر زیادۃ اللہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس لئے بھیجے جا رہے ہو کہ اس رومی سلطنت سے انتقام لو جس نے بلاوجہ ہمارے علاقے پر لشکر کشی کی تھی۔ جزیرہ سسلی سے رومی حکومت کو مٹا کر اسلامی حکومت قائم کر دو۔"

قاضی اسد نے عرض کیا۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ ہزاروں مسلمان اس لشکر

کو رخصت کرنے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے فتح کی دعائیں مانگیں اور قاضی اسد جہاز میں سوار ہو گئے اور یہ لشکر روانہ ہوا۔ میں بھی سلوی کو لے کر اپنے جہازوں اور فوج کے ساتھ اس لشکر کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ خاتون اس قدر بیان کر کے خاموش ہو گئیں۔

(۲۵)

خاتون نے پھر کہنا شروع کیا۔

اسلامی لشکر جس میں زیادہ تر بربری لوگ تھے اور کچھ تعداد عربوں کی بھی تھی۔ سو جہازوں میں سوار ہو کر جزیرہ سسلی کی طرف جا رہے تھے۔ ان تمام جہازوں پر اسلامی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ مجاہدین اسلام میں مولوی بھی تھے۔ امیر بھی تے غریب بھی تھے جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی تھے دراصل مسلمان جہاد سے بہتر کوئی کام نہ سمجھتے تھے۔ شوق شہادت انہیں جہاد کرنے پر ہرا نگیختہ کرتا رہتا تھا۔ امیر عسکر اگرچہ ستر برس کے بوڑھے تھے اور ان کی عمر مجبریٔ کرتے اور فتوے دیتے گزری تھی۔ مگر جب وہ سپہ سالار بنائے گئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہمیشہ سپہ سالاری کرتے رہے ہیں۔ جہازوں کی ترتیب رکھتے تھے سپاہیوں کو مناسب ہدایتیں دیتے رہتے تھے۔ ہر جہاز میں مسلمان پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

تین دن تک یہ جہاز بحر روم میں چلتے رہے۔ چوتھے روز بندر مزار پر پہنچے فورا جہاز ساحل سے لگائے گئے اور فوجیں خشکی پر اتریں۔ قاضی اسد بن فرات نے مجاہدوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ شیران اسلام ۹۲ھ میں طارق بن زیاد نے جب اندلس پر لشکر کشی کی اور جبل طارق پر اترے تو انہوں نے ان جہازوں کو جلا دیا تھا جن میں فوجیں سوار ہو کر گئیں تھیں اور کہدیا تھا کہ تمہارے سامنے ملک اندلس ہے بڑھتے چلے جاؤ۔ پیچھے سمندر ہے اپنے وطن میں واپس نہیں جا سکتے۔

مجاہدین اسلام! میں تم سے بھی یہی کہتا ہوں کہ تمہارے سامنے جزیرہ سسلی ہے اسے فتح کرتے بڑھتے چلے جاؤ بغیر اس جزیرہ کو فتح کئے واپسی کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔۔۔ میں جہازوں میں آگ تو نہ لگاؤں گا۔ لیکن تمہیں واپس لوٹنے کی بھی اجازت نہ دوں گا۔ جزیرہ سسلی کے رومی عیسائیوں نے بلاوجہ ہمارے مقبوضہ علاقہ پر تاخت کی تھی اور مسلمانوں کو اذیت پہنچائی تھی وقت آگیا ہے کہ انہیں ان کی جسارت کی سزا دی جائے اور اس جزیرہ سے ان کی حکومت کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔

اے شہادت کے مشتاقو! اس جزیرہ میں بت پرست رہتے تھے نیز عیسائیوں نے انہیں تلوار کے زور سے عیسائی بنایا اور بت پرستی کی تثلیث پرستی نے لے لی بتوں کے بجائے تین خداؤں کی پوجا ہونے لگی۔ خدائے واحد کا نام یہاں کبھی نہیں لیا گیا۔ تم خدا کے باغی بندوں کو اس کے سامنے لا کھڑا کرو جبر و تشدد اور تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق کے زور سے مروت کے زور سے اور تبلیغ کے زور سے تم بہت کم تعداد میں ہو دشمن تمہارے مقابلے میں بڑی بڑی فوجیں لائے گا مگر تم ہراساں نہ ہونا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے تمہارا خدا مددگار ہے اور وہی تمہیں فتح دے گا وہ اپنے مخلص بندوں کو کبھی نا امید نہ کرے گا.....!" اس مختصر تقریر نے مسلمانوں میں جوش پیدا کر دیا۔ سامنے ہی شہر مزارا تھا فصیل تھی فصیل پر عیسائی فوجیں موجود تھیں۔ مسلمان شہر کی طرف بڑھے جب فصیل کے قریب پہونچے تو عیسائیوں نے ان پر تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا مسلمانوں نے ڈھالیں سروں پر اٹھالیں اور ان کے سایہ میں بڑھنے لگے ان کے ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں نیزہ تھا نیزوں کی انیاں جگمگا رہی تھیں۔ عیسائیوں نے ہرچند انہیں روکنا چاہا لیکن مسلمانوں کا سیلاب نہ رکا اور وہ فصیل سے جا ٹکرایا اور مسلمانوں نے قلعہ کا پھاٹک توڑ ڈالا مجاہدین اسلام نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا اور قلعہ کے اندر دھنس پڑے انہوں نے نیزوں کی نوکوں پر عیسائیوں کو رکھ لیا انہیں سوہندھ ڈالا۔ جب عیسائیوں کی زیادہ تعداد ماری گئی تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور شہر مزارا پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس شہر سے کافی مال غنیمت ملا اور ہتھیار بند عیسائی قیدی بنا لئے گئے۔

مسلمانوں نے شہر کا بندوبست کر کے کچھ فوج انتظام کے لئے وہاں چھوڑی اور باقی لشکر سایرا کیوس (سرقوسہ) کی طرف بڑھا۔ اس زمانہ میں جزیرہ سسلی کا گورنر ملاطہ تھا پہلا گورنر پیٹرسن قسطنطین مرچکا تھا اسے مسلمانوں کی لشکر کشی کی اطلاع ہو گئی تھی اس نے ان کے مقابلے کے لئے عظیم الشان لشکر روانہ کیا تھا اور شہنشاہ قسطنطنیہ کو بھی مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دے کر مدد طلب کی تھی اور بڑے بڑے شہروں میں بھی فرمان بھیج دیئے تھے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔

اب جو لشکر اس نے مزارا کو بچانے کے لئے بھیجا تھا وہ بڑی تیزی سے کوچ کر رہا تھا ادھر سے مسلمان بڑھے چلے آ رہے تھے۔ آخر ایک میدان میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا عیسائی لشکر مسلمانوں سے چہار گنا تھا۔ لیکن مسلمان اس لشکر کو دیکھ کر ذرا بھی متردد نہیں ہوئے۔ انہیں اس بات کا بڑا ہی غصہ تھا کہ عیسائیوں نے بلاوجہ افریقیہ کے ساحل پر چھاپے مار کر وہاں کے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی تھی وہ عیسائی لشکر کو دیکھتے ہی جوش میں بھر گئے۔ انہوں نے جلدی جلدی صفیں مرتب کیں۔ عیسائی لشکر بھی صف بستہ ہو گیا۔ عیسائیوں کو اپنی بھاری تعداد میں بڑا گھمنڈ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

مسلمانوں نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگا کر نیزوں سے حملہ کر دیا۔ عیسائی شور و غوغا کرنے لگے مسلمانوں نے رجز پڑھے اور نیزے سے مار مار کر عیسائیوں کو چھیدنا شروع کر دیا عیسائیوں نے تلواروں سے حملہ کیا ان کا حملہ بڑا سخت تھا انہوں نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا مسلمانوں سے جوش میں آ کر پر زور حملے کر کے عیسائیوں کی پہلی صف کو الٹ دیا لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے خون کا دریا بہا دیا ہر چند عیسائیوں نے مسلمانوں کو روکنا چاہا مگر وہ ان کے روکے نہ رکے اور انہیں مارتے کاٹتے صفوں کو زیرو زبر کرتے آگے بڑھنے لگے۔ عیسائیوں کی صفوں کی صفیں ٹوٹنے لگیں مسلمان خونخوار شیروں کی طرح حملے کر کے عیسائیوں کو چیرنے پھاڑنے لگے ان کے پرجوش حملوں نے تمام عیسائی لشکر کو ہلا دیا اور پھر تھوڑی ہی دیر میں عیسائیوں کے آدھے لشکر کو کاٹ کر ڈال دیا عیسائی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے ان کے دل چھوٹ گئے وہ سراسیمہ ہو کر بھاگے

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا اس معرکہ میں مسلمانوں کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ عیسائی بڑے ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے مسلمانوں کو مال غنیمت بہت ملا اور بے شمار قیدی ہاتھ آئے قاضی اسد نے فتح کی خوشخبری کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور عیسائی غلاموں کی بھاری تعداد جہاز میں بھر کر امیر زیادۃ اللہ کی خدمت میں افریقیہ بھیج دی۔

مسلمان سرقوسہ کی طرف بڑھنے لگے۔ جو شہر راستہ میں آیا انہوں نے بڑی آسانی سے اسے فتح کر لیا کئی شہروں کو فتح کر کے وہ سرقوسہ کے قریب پہونچے۔

یہ شہر سرقوسہ عظیم الشان شہر تھا جزیرہ سسلی میں اس سے بڑا اور مضبوط شہر کوئی نہ تھا۔ اس کا محیط ساڑھے گیارہ میل تھا شہر کی حفاظت کے لئے تین تین قطاریں ایک کے بعد ایک فصیلوں کی بنی ہوئی تھیں مورچے اور برج کثرت سے تھے رومی عیسائیوں نے اس کی حفاظت کا پورا بندوبست کر رکھا تھا یہ شہر بھی ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا فصیلوں کے علاوہ اسے کئی طرف سے سمندر گھیرے ہوئے تھا دو بڑے بندر تھے۔ جن میں جنگی جہاز ہر وقت لنگر ڈالے کھڑے رہتے تھے۔

مسلمانوں کی آمد سے اس علاقہ کے عیسائی گھبرا کر اپنا تمام ساز و سامان دولت اور کھانے پینے کی چیزیں لے کر سرقوسہ میں آ گئے تھے چونکہ اس نواح میں گرجا اور خانقاہیں بہت تھیں اور ہر گرجا اور خانقاہ میں دولت اور قیمتی سامان سب سرقوسہ میں لے آیا گیا تھا۔

قاضی اسد نے خشکی کی طرف سے سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا اور عیسائیوں کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ مصالحت کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن فیمی نے جو اقرار مسلمانوں سے کئے تھے ان سے پھر گئے اور سرقوسہ والوں کو مسلمانوں کی خبریں پہنچاتے اور انہیں صلح نہ کرنے کی ترکیبیں دینے لگے قاضی اسد کو ان کی حرکتیں معلوم ہو گئیں مگر انہوں نے انہیں تنبیہہ نہیں کی کیونکہ وہ ان کی پناہ میں تھے شہر سرقوسہ کو فتح کرنے کے لئے منجنیقوں کی ضرورت تھی اور مسلمانوں کے پاس منجنیقیں نہیں تھیں نہ ہی ان کے پاس اتنے جہاز تھے کہ وہ

سمندر کی طرف سے یلغار کر دیتے نہ اتنا لشکر تھا کہ وہ اتنے بڑے شہر کو ٹھیک طور پر محاصرہ میں لے لیتے اس لئے مسلمان دور سے قلعہ کے ایک طرف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

قاضی اسد نے رفتہ رفتہ بڑے راستوں اور اہم ناکوں پر قبضہ کر لیا انہیں معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ میکائیل نے ایک فوجی افسر پارٹی سی پے اس کی ماتحتی میں فوج بھیجی ہے قاضی اسد نے کئی دستے اسلامی فوج کے بندرگاہ کے قریب چھپا دیئے جب پارٹی سی پے نے اپنی فوج خشکی پر اتاری اور عیسائی شہر کی طرف بڑھے تو دفعتاً" مسلمان ان پر آپڑے اور تلواروں نیزوں سے عیسائیوں کو قتل کرنا شروع کیا عیسائی بھی ڈٹ گئے خونریز جنگ شروع ہو گئی عیسائی مسلمانوں کو اور مسلمان عیسائیوں کو مارنے کاٹنے لگے لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں خون کی بارش ہونے لگی۔

آخر مسلمانوں نے جوش میں آکر حملہ کیا انہوں نے اللہ بزرگ و برتر کا نام پکارا اللہ اکبر کے نعرے لگائے اس متبرک نعرے نے ان میں جوش بھر دیا اور وہ شیروں کی طرح عیسائیوں پر جا پڑے ان کی تلواروں نے عیسائیوں کے ٹکڑے اڑا دیئے عیسائی گھبرا کر پسپا ہوئے اور جہازوں میں سوار ہونے کے لئے بندر کی طرف دوڑے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے اور ان کے پیچھے بندر تک لگے چلے گئے جب عیسائی جہازوں سے ان پر جھُپ پھینکے جانے لگے تب وہ واپس لوٹے اس معرکہ میں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی مال غنیمت اور قیدی بھی ہاتھ آئے اس طرح قاضی اسد کی ہوشیاری نے عیسائیوں کو مدد نہ پہنچنے دی۔"

(۲۶)

خاتون نے پھر بیان کرنا شروع کیا انہوں نے کہا۔

شہر سرقوسہ کے باہر رومی عیسائیوں کے باغات تھے۔ تفریح گاہیں تھیں ان

باغات اور سیر گاہوں میں خوشنما بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں نے ان باغات اور عمارتوں پر قبضہ کر لیا۔

چونکہ قاضی اسد نے یہ دیکھ لیا کہ ان کے پاس لشکر بہت ہی تھوڑا ہے۔ اس لئے انہوں نے امیر زیادۃ اللہ کے پاس مدد کی درخواست بھیجی اور محاصرہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔

سسلی کے گورنر بلاطہ کو فیمی نے اطلاع دی کہ مسلمانوں کا لشکر بہت کم ہے اگر وہ شہر سے نکل کر ان پر حملہ کر دے تو ممکن ہے مسلمان شکست کھا کر بھاگ جائیں جب فیمی قاصد کو بلاطہ کے پاس بھیج رہے تھے تو اتفاق سے سلوی آ گئی اگرچہ وہ فیمی سے اب بھی خوش نہیں تھی مگر اس نے قربان گاہ کے سامنے وفادار رہنے کا اقرار کیا تھا دوسرے وہ یہ سمجھ گئی تھی کہ اس کے مقدر ہی میں یہ تھا کہ وہ فیمی کی بیوی ہے اس لئے وہ راضی بہ رضا ہو گئی تھی اس نے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو پہلی غلطی تو تم نے یہ کی کہ سسلی سے افریقہ گئے اور وہاں سے مسلمانوں کو چڑھا لائے اپنی قوم اور اپنے ملک سے غداری کی عیسائیوں کو اپنا دشمن بنا لیا اب مسلمانوں کی خبریں عیسائیوں کو پہنچا رہے ہو کیا اس سے مسلمان تمہارے خلاف نہ ہو جائیں گے....؟"

فیمی :- میں خوب جانتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کو یہ باتیں معلوم ہو جائیں تو وہ نہ صرف میرے خلاف ہو جائیں گے بلکہ ممکن ہے اس جرم میں مجھے قتل بھی کر ڈالیں کیونکہ جاسوسی سب سے بڑا جرم ہے۔ لیکن کیا کروں ملک اور قوم کی محبت مجھے مجبور کر رہی ہے۔

سلوی :- " اور جب تم مسلمانوں کے پاس جا رہے تھے اس وقت یہ ملک اور قوم کی محبت کہاں گئی تھی...؟"

فیمی نے اس کے رخِ روشن کی طرف دیکھ کر کہا۔ سچ پوچھتی ہو..... اس وقت تمہاری محبت تمام محبتوں پر غالب آگئی تھی۔"

سلوی کا چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا اس نے کہا۔ "تم نے بڑا گناہ کیا ہے بہت بڑا گناہ میں راہبہ بن گئی تھی۔ میں نے قربان گاہ کے سامنے ہمیشہ دوشیزہ رہنے

عہد کیا تھا مگر تم نے میرا یہ عہد زبردستی تڑوا دیا۔

فیمی :۔ مجھے خود اس کا بہت زیادہ افسوس ہے مجھے تمہاری صورت نے مجنوں بنا دیا تھا دیوانگی کے عالم میں نے یہ حرکت کی ...... سلوی مجھے اپنی اس حرکت کا سخت افسوس ہے میں اکثر رات کی تنہائیوں میں اپنی اس حرکت پر آنسو بہا چکا ہوں ...... اور بہاتا رہتا ہوں۔ میں خداوند سے اپنے عظیم گناہ کی معافی چاہتا رہتا ہوں میں نے کئی پادریوں کے روبرو اپنے گناہ کا اقرار کیا ہے انہوں نے مجھے معافی بھی دے دی ہے میں نے اس صلے میں انہیں کافی دولت بھی دی ہے مگر پھر بھی میرے دل کو اطمینان نصیب نہیں ہوا ہے۔"

سلوی :۔ میں اسی اندیشہ سے ہولتی رہتی ہوں کہ کہیں تمہیں اس گناہ کی سزا نہ ملے اور تم مجھے تنہا چھوڑ کر نہ چلے جاؤ۔

فیمی خوب سمجھتے تھے کہ سلوی ان سے ناراض ہے خفا ہے انہیں اس بات کے سننے سے بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ کیا سلوی تمہیں میرا اس قدر خیال ہے....؟"

سلوی نے معصومانہ انداز میں کہا۔ ہاں۔"

فیمی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا انہوں نے بڑے احترام سے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے چوم کر کہا اپنی زندگی میں آج مجھے خوشی حاصل ہوئی ہے اب مجھے پرواہ نہیں ہوگی کہ میں زندہ رہوں یا مارا جاؤں۔"

سلوی نے تیکھی چتون سے دیکھ کر کہا۔ اچھا جی۔"

فیمی :۔ "معاف کرنا سلوی اس وقت میں خوشی کی وجہ سے پاگل ہو گیا میں زندہ رہوں گا صرف تمہارے لئے اب میرے پاس غم و فکر پھٹکنے نہ پاوینگے۔"

سلوی :۔ وعدہ کرو کہ اب مسلمانوں کی مخالفت نہ کرو گے۔"

فیمی :۔ وعدہ کرتا ہوں۔ وعدہ نہیں ایک پجاری اپنی دیوی کے سامنے اقرار کرتا ہے سلوی پریوں کی شان سے مسکرانے لگی۔

فیمی کا قاصد بلاطہ کے پاس پہونچ گیا۔ اس نے اپنے لشکر میں اعلان کر دیا کہ صبح مسلمانوں پر حملہ کیا جائے گا۔ بڑے بڑے افسروں نے اسے سمجھایا کہ مسلمانوں کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے' قلعہ میں رہ کر ہی مدافعت کرتے رہیئے مگر اس نے نہ مانا مجبور ہو کر تمام لشکر نے تیاری شروع کی اور اگلے روز صبح ہوتے ہی سرقوسہ کے پھاٹک کھل گئے اور عیسائی لشکر سیلاب کی طرح نکلنا شروع ہوا۔

قاضی اسد بن فرات نے دیکھا مسلمان صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے انہوں نے کہا مسلمانوں خدا کا شکر کرو گیدڑ اپنے بھٹ سے نکل رہے ہیں ان کی کثرت کا خیال نہ کرنا ٹڈیاں کتنی ہی ہوں وہ انسانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑو اور مسلح ہو کر میدان میں نکلو۔"

مسلمان اپنے خیموں کی طرف دوڑے جلدی جلدی مسلح ہوئے اور سوار و پیادے میدان میں پہنچ کر صف بستہ ہو گئے قاضی اسد بھی مسلح ہو کر بحری گھوڑے پر سوار ہوئے اور قلب میں آ کر کھڑے ہوئے۔

عیسائیوں نے اپنی صفیں مرتب کر لیں تھیں میمنہ میسرہ اور قلب قائم کر لئے تھے بلاطہ قلب میں تھا اس نے لشکر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا عیسائی جوش میں آ کر بڑھے ان کا جوش اس وجہ سے زیادہ تھا کہ ان کی تعداد مسلمانوں سے چار گنا تھی۔

قاضی اسد نے عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ شیران اسلام! جنت کے دروازے کھل گئے ہیں خدا تمہاری طرف دیکھ رہا ہے تم جہاد کے شوقین اور شہادت کے آرزو مند اپنی جانوں کو راہ خدا میں خرچ کرو جہاد کا حق ادا کرو اور جنت کے حق دار بن جاؤ۔ عیسائیوں کی کثرت سے ہرگز نہ گھبراؤ خدا تمہارا مددگار ہے اس کی مدد پر بھروسہ رکھو۔

اب عیسائی مسلمانوں کے قریب آ گئے تھے قاضی اسد نے اللہ اکبر کا پہلا نعرہ لگایا مسلمان ہوشیار ہو گئے عیسائی اور قریب آ گئے قاضی اسد نے دوسرا نعرہ لگایا مسلمانوں نے ہتھیار نکال لئے عیسائیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے ڈھالوں پر ان کے وار روکے قاضی اسد نے تیسرا نعرہ لگایا مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا اور نہایت سختی سے حملہ کیا مسلمانوں نے تلوار کی دھاروں پر عیسائیوں کو رکھ لیا پہلی صف کے بہت سے

عیسائیوں کو مار ڈالا۔

عیسائیوں کو بھی غصہ آگیا انہوں نے بڑی شدت سے جوابی حملہ کیا اور کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا مسلمانوں نے ان کا حملہ روکنے میں پوری قوت صرف کر دی مگر عیسائی بڑھتے ہی چلے آئے اور مسلمان پیچھے ہٹنے لگے۔

قاضی اسد نے دیکھا اگرچہ وہ ستر سالہ بوڑھے تھے مگر جوش نے انہیں بیتاب کر دیا انہوں نے اپنا گھوڑا بڑھایا ان کا رسالہ ان کے ساتھ چلا انہوں نے عیسائیوں کے قریب پہنچ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور حملہ کر دیا انہوں نے پہلے حملہ میں ایک عیسائی کو مار ڈالا پھر دوسرے عیسائی پر حملہ کیا اور اس کے بھی ٹکڑے کر دیئے اور تیسرے پر جھکے اس کا بھی سر اڑا دیا مسلمانوں نے جب اپنے امیر کو اس جوش سے لڑتے دیکھا تو انہیں بڑی غیرت آئی انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا اور اس سختی سے حملہ کیا کہ لاشوں پر لاشیں گرا دیں خون کے دریا بہا دیئے عیسائیوں نے ہرچند مسلمانوں کو روکنے کے لئے زور لگایا۔ مگر وہ نہ رکے وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

بلاطہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ بھی اپنا گھوڑا بڑھا کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ اس نے حملہ کر کے ایک مسلمان کو شہید کر دیا اس مسلمان کے پاس جو مسلمان تھا اسے غصہ آگیا اس نے بڑے زور سے حملہ کیا بلاطہ زرہ پہنے تھا ان کی تلوار نے زرہ کو کاٹ ڈالا اور ہلکا سا چرکا لگایا بلاطہ گھبرا کر واپس ہوا اور ایک مسلمان نے بڑھ کر اس پر وار کیا اس کی شہ رگ کٹ گئی وہ کشتہ (۱) ہو کر گرا۔

بلاطہ کے گرتے ہی عیسائی سراسیمہ ہو گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا اور مارتے کاٹتے اور بھگاتے پھاٹک تک چلے گئے اور جب مسلمانوں پر فصیل کے اوپر سے تیروں پتھروں کی بارش ہونے لگی تب وہ لوٹ آئے اس روز کے معرکے میں قاضی اسد کے بروقت جوش اور حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔

خاتون اس قدر بیان کر کے خاموش ہو گئیں۔

---

(۱) از تاریخ اسلام جلد سوم صفحہ ۱۸۱

(۲۷)

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

قاضی اسد بن فرات کا مسلمان بڑا احترام کرتے تھے۔ بات یہ تھی کہ وہ جید عالم تھے۔ ایک عرصہ سے قیروان میں قاضی تھے ان کے فتوے مستند مانے جاتے تھے اب ان کے احترام کے ساتھ ساتھ محبت بھی پیدا ہو گئی تھی یہ محبت اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ وہ اس کبر سنی میں بڑے پرجوش اور دلیر مجاہد تھے تجربہ کار سپہ سالار تھے اور دور اندیش مدبر تھے قاضی اسد نے محاصرہ بھی جاری رکھا اور اس علاقہ کو فتح کرنا بھی شروع کر دیا انہوں نے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر اس نواح کی بستیوں کو فتح کرنے کے لئے بھیج دیئے انہیں ہر دستہ فتحیاب ہو کر مال غنیمت اور قیدی لے کر آیا ان حملوں سے اس طرف مسلمانوں کا رعب و داب قائم ہو گیا مسلمانوں نے اس علاقے سے رسد بھی کافی تعداد میں حاصل کر لی۔

قاضی اسد نے جاسوسوں کی زبانی یہ سن لیا تھا کہ بلاطہ نے پلرمو' اور دوسرے شہروں سے امداد طلب کی ہے انہیں یہ یقین تھا کہ ان شہروں کے عیسائی مدد کے لئے ضرور آئیں گے چنانچہ انہوں نے پلرموں کی طرف جاسوس بھیج دیئے تھے اور انہیں ہدایت کر دی تھی کہ اگر کوئی لشکر آتا ہوا دیکھیں تو دوڑ کر اس کی اطلاع دیں۔

بلاطہ کے مارے جانے پر عیسائیوں نے نائب گورنر کو گورنر مقرر کر لیا اور بڑی سرگرمی سے قلعہ کی حفاظت کرنے لگے اس کے ساتھ ہی انہوں نے قسطنطنیہ کے بادشاہ میکائیل سے درخواست کی کہ وہ جزیرہ سسلی کی حفاظت کے لئے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ لشکر بھیجے اگرچہ سرقوسہ میں اس وقت بھی مسلمانوں سے تین گنا لشکر موجود تھے مگر وہ مجاہدین اسلام کی لڑائی کا طریقہ اور ان کا جوش ان کی دلیری دیکھ کر یہ اندازہ کر چکے تھے کہ ان سے جنگ کرنا لوہے کے چنے چبانا یا کوہ بے ستون سے جوئے شیر لانا ہے۔"

وہ اس بات کو بہت غنیمت سمجھ رہے تھے کہ سرقوسہ کے گرد فصیل کی تین تین قطاریں ہونے کی وجہ سے وہ اس قدر مضبوط اور محفوظ تھا کہ مسلمان آسانی

سے فتح نہیں کر سکتے تھے حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایسی کلیں نہیں تھیں جن سے وہ فصیل کو توڑ ڈالتے عیسائی اس بات کو بہت غنیمت سمجھ رہے تھے لیکن مسلمانوں نے ایسا سخت محاصرہ کر رکھا تھا کہ خشکی کی طرف سے پرندہ تک پر نہیں مار سکتا تھا۔ ایک روز وہ جاسوس واپس آئے جو پلرمو کی طرف عیسائی لشکروں کی آمد کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے انہوں نے امیر عسکر قاضی اسد کو بتایا کہ والئی پلرمو بڑا بھاری لشکر لئے چلا آ رہا ہے قاضی اسد کو پہلے ہی سے اس بات کا یقین تھا انہوں نے دو ہزار مسلمانوں کو منتخب کر کے ان کے افسر سے کہا دیکھو اگر لشکر زیادہ ہو تو سامنے جا کر مقابلہ نہ کرنا کمین گاہ میں چھپ جانا اور موقعہ دیکھ کر حملہ کرنا اور اگر یہ سمجھو کہ ان کا مقابلہ مشکل ہی ہے تو واپس لوٹ آنا مقابلہ نہ کرنا۔

اس دستہ پر ادریس کو افسر مقرر کیا تھا۔ وہ اس دستہ کو لے کر روانہ ہوئے اور انہوں نے جاسوسوں کو خبر رسانی کے لئے آگے روانہ کر دیا وہ جنگلوں اور پہاڑی دروں میں ہو کر بڑھتے رہے ایک روز جنگل میں مقیم تھے کہ جاسوس گھبرائے ہوئے آئے انہوں نے بتایا کہ دشمن اس قدر قریب آ گیا ہے گویا کہ جنگل پہنچا چاہتا ہے جاسوس جزیرہ سسلی کے باشندے عیسائی تھے انہیں کثیر رقم جاسوسی کے معاوضہ میں دی جاتی تھی ان پر پوری طرح اعتبار تو نہیں کیا جا سکتا تھا مگر اور کوئی ذریعہ دشمن کی خبریں معلوم کرنے کا تھا بھی نہیں اس لئے مجبوراً ان پر بھروسہ کرنا ہی پڑتا تھا۔

ادریس کو شک ہوا کہ جاسوسوں نے دانستہ دیر میں خبر اس لئے دی کہ ہم کوئی انتظام نہ کر سکیں اور دشمن ہم پر حملہ کر کے ہمیں ختم کر ڈالے سوچنے اور مشورہ کرنے کا وقت بھی باقی نہیں رہا تھا ادریس نے چند ثانیہ غور کیا انہوں نے جنگل کی طرف دیکھا انہیں کمین گاہ کے لئے وہ مقام مناسب نظر آیا انہوں نے جلدی سے اس دستہ کو مسلح ہونے کا حکم دیا بہت جلد مسلمان مسلح ہو گئے وہ انہیں لے کر جنگل میں گھس گئے اور کچھ آدمیوں کو درختوں پر دیدبانی کے لئے چڑھا دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں عیسائی لشکر نمودار ہوا۔ پانچ ہزار سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ بڑے ساز و سامان اور بڑی شان سے آ رہا تھا۔ دیدبانوں نے اتر کر ادریس کو اطلاع دی۔ وہ وہاں سے قریب ہی فروکش تھے۔ دشمن کے آنے کی خبر سنتے ہی آہستہ آہستہ عیسائیوں کی طرف لوٹے۔ جب وہ اس راستہ کے قریب آئے جس سے عیسائی لشکر گزر رہا تھا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ تمام لشکر آگے بڑھ گیا ہے۔ بہت تھوڑا ہے جو ان کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ شیران اسلام! یہی موقعہ ہے ضرب لگانے کا۔ امیر نے تم پر بھروسہ کر کے تمہیں اس مہم پر بھیجا ہے۔ اپنے نام کو بٹہ نہ لگنے دینا۔ اگر شکست کھاؤ گے تو دنیا میں رسوا ہو جاؤ گے۔ اور آخرت میں درد دینے والے عذاب میں مبتلا ہو گے۔ تہیہ کر لو کہ دشمن کے ٹکڑے اڑا دو گے۔ عیسائی کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ صرف پانچ ہزار ہیں۔ یہ کوشش کرو کہ ایک آدمی بھی بچ کر نہ جانے پائے۔ نعرہ تکبیر بلند کرو۔ اور حملہ کر دو۔ یہ کہتے ہی انہوں نے نعرہ لگایا۔ ان کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے فلک شگاف نعرہ لگایا اور تیزی سے جھپٹ کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی پرشور نعروں کی آواز سن کر گھبرا گئے اور جب مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو اور بھی سراسیمہ ہو گئے۔

ادریس نے اپنے دستے کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ دو سو مسلمان تو پیچھے سے جو عیسائی آ رہے تھے ان پر حملہ آور ہوئے اور باقی اٹھارہ سو راستہ کے کنارے کنارے آگے کی طرف پھیلتے چلے گئے اور انہوں نے عیسائیوں پر پرزور حملہ کر دیا۔

اب جو عیسائی پیچھے رہ گئے تھے وہ تقریباً پانچ سو تھے۔ دو سو مسلمانوں نے آدھے گھنٹے سے پہلے ان کا خاتمہ کر ڈالا اور پھر جھپٹ کر دوسری طرف حملہ آور ہوئے اس طرف ادریس اور ان کے ہمراہیوں نے عیسائیوں کا ستھراؤ کر دیا تھا۔ مسلمان بڑی پھرتی سے اس طرح انہیں قتل کر رہے تھے جیسے کسان رات قریب دیکھ کر جنس کو جلدی جلدی کاٹنے لگتا ہے۔ تمام راستہ عیسائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مسلمان دور تک پھیل گئے تھے اور وہ عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے۔ کبھی

کبھی وہ بھی کسی مسلمان کو شہید کر ڈالتے تھے۔ جب کوئی مسلمان شہید ہو جاتا تھا تو اس کے پاس کے مسلمان پر زور حملے کر کے پانچ پانچ اور دس دس عیسائیوں کو مار ڈالتے تھے۔ مسلمانوں نے راستہ پر دور تک عیسائیوں کی لاشیں بچھا دی تھیں اور جہاں جہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں وہاں خون کے پرنالے بہہ رہے تھے۔ جوں جوں لڑائی کا زور بڑھتا جاتا تھا مسلمانوں کا جوش بھی بڑھتا جاتا تھا۔ وہ بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں اور داہنے ہاتھوں میں تلواریں لئے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر کے عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے۔ مسلمانوں میں گویا بازی لگ گئی تھی کہ کون زیادہ قتل کرتا ہے۔ ہر مسلمان گوشہ چشم سے دوسرے مسلمانوں کو دیکھتا جاتا تھا۔ جب کوئی مسلمان کسی عیسائی کو قتل کر ڈالتا تھا تو پھر دوسرے پر اور پھر تیسرے پر حملہ کر کے اسے ٹھکانے لگا دیتا تھا۔ مسلمانوں کے حملے اور تلواروں کی کاٹ دیکھ کر عیسائیوں میں پست ہمتی آگئی تھی۔ وہ جان بچانے کی فکر کرنے لگے تھے۔ لیکن مسلمان موت کا فرشتہ بن گئے تھے۔ وہ کسی عیسائی کو بھی بھاگنے نہ دیتے تھے۔ جو بھاگنے کی کوشش کرتا اسے دوڑ کر مار ڈالتے تھے۔ آخر مسلمانوں نے تمام عیسائیوں کے ٹکڑے (ا) اڑا دیئے۔ کسی ایک شخص کو بھی بھاگ کر نہ جانے دیا۔ مسلمانوں کو یہ بڑی فتحیابی حاصل ہوئی۔ اس لشکر کے ساتھ جس قدر غلہ رسد اور سامان جنگ تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ وہ یہ سب سامان لے کر واپس لوٹے اور اپنے لشکر کے قریب پہونچکر جنگ اور فتح کے حالات سنائے۔ قاضی اسد اور دیگر مسلمان بہت خوش ہوئے۔ سرقوسہ کے عیسائیوں کو پلرمو کے لشکر کے آنے اور مارے جانے کی جب خبر ہوئی تو ان پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی۔ خاتون اس قدر بیان کر کے خاموش ہو گئیں۔

(۲۸)

خاتون نے پھر بیان کرنا شروع کیا۔

قاضی اسد نے محاصرہ میں اور شدت کردی۔ عیسائی مدد سے ناامید ہو گئے

(ا) تاریخ اخبار اندلس جلد دوم کے صفحہ ۷۱ پر لکھا ہے کہ عیسائیوں کی ایک بڑی فوج حاکم پلرمو کی ماتحتی میں آرہی تھی۔ مسلمانوں نے کمین گاہ سے نکل کر اس فوج کے ٹکڑے اڑا دیئے۔

انہوں نے سمجھ لیا کہ مسلمان سائراکیوس (سرقوسہ) کو ضرور فتح کرلیں گے۔ اس سے وہ گھبرا گئے۔ انہیں خوف ہوا کہ اگر مسلمانوں نے تلوار کے زور سے اس شہر کو فتح کیا تو عیسائی تباہ ہو جائیں گے۔ دولت و املاک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ مرد غلام اور عورتیں کنیزیں بنالی جائیں گی۔ اس لئے انہوں نے گورنر پر زور دیا کہ وہ صلح کی سلسلہ جنبانی کرے۔

گورنر اپنی ذمہ داری پر کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ قسطنطنیہ کے بادشاہ میکائل سے ڈرتا تھا۔ اس نے ایک بڑی کونسل مشورہ کے لئے طلب کی دراصل چھوٹے بڑے فوجی افسر شہر کے امیر و غریب حتیٰ کہ پادری اور راہب سب ہی محاصرہ سے تنگ آگئے تھے اور سب ہی صلح کے خواہشمند تھے کہ اسلامی لشکر سے جاسوس خبرلائے کہ عربوں میں بیماری پھیل گئی ہے اس خبر سے عیسائیوں کو کچھ ڈھارس ہوئی اور انہوں نے صلح کی تحریک کو ملتوی کردیا۔ جاسوسوں کی اطلاع صحیح تھی۔ اسلامی کیمپ کچھ نشیب میں واقع تھا۔ کچھ بارشیں ہوئی تھیں اور بعض گڑھوں میں پانی بھر گیا تھا۔ ایک مدت سے مسلمان باہر پڑے ہوئے تھے۔ اس لئے اس جگہ کی آب و ہوا خراب ہو گئی تھی۔ قاضی اسد کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے گڑھوں سے پانی نکلوایا اور تمام کیمپ کو صاف کرانا شروع کردیا۔۔۔ مگر وبا پھوٹ نکلی اور جو مسلمان صفائی کر رہے تھے سب سے پہلے وہ وبا کا شکار ہوئے۔ ان میں سے زیادہ تر آدمی بیمار ہوگئے۔ قاضی اسد وہاں سے کیمپ دوسری جگہ منتقل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ خود بھی بیمار ہوگئے۔ لشکر کے ساتھ جو طبیب تھے انہوں نے بیماریوں کا علاج سرگرمی سے شروع کیا۔ جن نوجوانوں پر مرض نے حملہ کیا تھا وہ تو جسم میں طاقت ہونے کی وجہ سے مرض کا مقابلہ کر گئے اور چند روز کے علاج سے اچھے ہو گئے مگر جو لوگ بوڑھے اور کمزور تھے انہیں مرض نے مغلوب کرلیا اور مرنے لگے۔ قاضی اسد بھی بہت بوڑھے تھے۔ مرض کے پہلے حملہ میں ان کی جسمانی طاقت جواب دے گئی اور وہ موت کے قریب پہونچ گئے۔ مسلمانوں کو چونکہ ان سے بڑی انسیت و محبت تھی اس لئے انہیں بڑا رنج ہوا۔ اور وہ ان کے لئے دعائیں مانگنے لگے مگر

قاضی اسد اپنی حالت کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا میری عمر اتنی ہی تھی میرے بعد ہراساں نہ ہو جانا۔ تم میں سے ہر ایک خود کو اسد سمجھنا۔ کسی ہوشیار شخص کو میری جگہ امیر مقرر کرنا۔ فی الحال محاصرہ اٹھالینا .... وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ موت کا پیغام آگیا اور شعبان ۲۱۳ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ وہ تقریباً سترہ مہینے جزیرہ سسلی میں رہے اور اس عرصہ میں انہوں نے کئی شہر اور قلعے فتح کئے سرقوسہ کا محاصرہ کیا۔

مسلمانوں کو ان کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا۔ چونکہ لشکر بغیر امیر کے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے تمام چھوٹے بڑے افسر جمع ہوئے اور انہوں نے محمد بن ابوالجواری کو سپہ سالار منتخب کرلیا۔ محمد بن ابوالجواری بھی بڑے بہادر، مدبر، تجربہ کار اور دوراندیش آدمی تھے۔ انہوں نے سپہ سالاری کا چارج لیتے ہی کیمپ میں از سر نو صفائی شروع کرائی بیماریوں کا علاج کرایا۔ مگر اس جگہ کی آب و ہوا بہت خراب ہو چکی تھی۔ وبا پھیلتی گئی اور مسلمان زیادہ تعداد میں بیمار ہونے لگے۔

امیر عسکر محمد بن ابوالجواری نے یہی مناسب سمجھا کہ فی الحال محاصرہ اٹھا لیا جائے اور جہازوں میں سوار ہو کر افریقیہ واپس چلیں۔ اور وہاں سے تازہ دم فوجیں لا کر جزیرہ سسلی کو فتح کریں۔ اسلامی جہاز ایک چھوٹے سے بندرگاہ میں وہاں سے قریب ہی لنگر انداز تھے۔ محمد بن ابوالجواری نے اول بیماروں کو روانہ کیا اور ان کے بعد تمام لشکر کو لیکر بندر پر آئے اور سامان جہازوں پر بار کرانے لگے۔

سرقوسہ کے عیسائیوں کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرتے۔ انہوں نے اس بات کو غنیمت اور فتح سمجھا کہ مسلمان محاصرہ اٹھا کر واپس جا رہے تھے۔ جب سامان جہازوں میں بار ہو گیا تب سپاہی سوار ہونے لگے۔ عین اس وقت قسطنطنیہ سے بے شمار جہازوں کا ایک زبردست بحری بیڑہ لاتعداد سپاہ کو لے کر آگیا۔ بیڑہ اتنا زبردست تھا کہ اس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ چنانچہ محمد بن ابوالجواری نے جلدی جلدی سپاہی اور سامان اپنے جہازوں سے اتار لیا اور جہازوں میں آگ لگوا دی۔ جہاز جلنے لگے۔ عیسائی بحری بیڑہ کی یہ

جرات نہ ہوئی کہ وہ اسلامی جہازوں کی آگ بجھا کر ان پر قبضہ کرلیتا۔

امیر عسکر نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجاہدین اسلام! آج میں نے طارق بن زیاد کی سنت پر عمل کیا ہے اس شیر دل نوجوان نے جب اندلس پر لشکر کشی کی اور جبل طارق پر پہنچکر جہازوں سے اسلامی لشکر خشکی پر اتارا تو انہوں نے جہازوں میں آگ لگا دی۔ اور مسلمانوں سے کہہ دیا "تمہاری واپسی کا راستہ باقی نہیں رہا ہے۔ تمہاری پشت پر سمندر ہے۔ پیچھے ہٹو گے تو سمندر میں غرق ہو جاؤ گے۔ آگے بڑھو گے تو ملک فتح کرو گے۔"

"اب میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو طارق نے اپنی سپاہ سے کہا تھا۔ یعنی تمہاری واپسی کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا ہے۔ تمہارے جہاز جل چکے ہیں نیز تمہارے سامنے سسلی کا جزیرہ ہے۔ زندگی اور ناموری چاہتے ہو تو فتوحات کرتے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ اس سرزمین کفر و شرک میں توحید کی منادی کر دو۔ خدا کے باغی بندوں کو خدا کے سامنے جھکا دو۔ اور قلعوں و شہروں پر اسلامی جھنڈے لہرا دو خدا پر بھروسہ رکھو خدا تمہاری مدد کرے گا۔"

مسلمانوں نے جن میں زیادہ تر بیمار اور سقیم الحال تھے کہا۔ ہم اسی سرزمین کو اپنا وطن بنا دیں گے۔ انشاء اللہ یہاں سے کفر و شرک مٹا دیں گے۔ خدا کا پیغام خدا کے بندوں تک پہنچا کر رہینگے۔ ہم دشمن سے نہیں ڈرتے۔ موت سے نہیں ڈرتے جہاد ہمارا مشغلہ ہے اور شہادت ہمیں محبوب ہے۔"

محمد بن ابوالجواری کا خیال تھا کہ عیسائی اپنے جہاز ساحل سے لگا کر فوجیں اتار دینگے اور مسلمانوں پر حملہ کرینگے۔ مگر سچ یہ ہے کہ عیسائیوں پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ انہیں خشکی پر اترنے کی جرات نہیں ہوئی۔ انہیں یہی اندیشہ رہا کہ ان کے جہازوں سے اترتے ہی مسلمان بھوکے شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس لئے وہ سمندر ہی میں جہازوں پر سوار رہے۔ حالانکہ مسلمان بیماری سے بے حال ہو رہے تھے ابھی تک وبا کا اثر باقی تھا۔ اگر عیسائی اس وقت حملہ کر دیتے تو شاید جزیرہ سسلی میں انقلاب نہ آتا۔ اس کی

تاریخ نہ بدل جاتی۔ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ مگر خدا مسلمانوں کا مددگار تھا۔ اس نے ہی ان کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب طاری کردیا تھا۔ آفرین ہے مسلمانوں کو بیماری میں انسان گھبرا جاتا ہے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے پاس رہنا چاہتا ہے مسلمانوں کے عزیز اہل و عیال اور دوست ان کے وطن میں تھے۔ وہ بیمار تھے اور مر رہے تھے۔ لیکن ان کی یہ تمنا بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے عزیزوں اور بیوی بچوں کے پاس ہوتے وہ سمجھتے تھے کہ جہاد کرنے آئے ہیں۔ جہاد کر رہے ہیں کسی طرح سے بھی مریں شہادت کا ثواب حاصل ہوگا۔ وہ اس بات کو بھی جانتے تھے کہ خدا نے فرما دیا ہے کہ شہید مرا نہیں کرتے۔ بلکہ زندہ رہتے ہیں اور پروردگار انہیں رزق دیتا ہے۔ وہ شہید ہو کر جنت کے حقدار بن جائیں گے۔

چونکہ ابھی تک وبا دور نہیں ہوئی تھی۔ کچھ نئے مریض ہوتے جاتے تھے اور کچھ پرانے مریض مرتے جاتے تھے۔ اس لئے محمد بن الجواری نے کیمپ کو کہیں دور اور فرحت افزا مقام پر منتقل کرنے کی تجویز کی۔ انہوں نے فیمی کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ فیمی ان کی بیوی سلومی اور ان کا تھوڑا سا لشکر مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ عیسائیوں میں بھی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ فیمی کے ساتھیوں میں سے بہت سے لوگ بھاگ گئے تھے۔ بھگوڑے جب اپنے گھروں میں پہنچے تو انہیں باغی قرار دیکر پکڑ لیا گیا اور انہیں سزائے موت دیدی گئی۔ نیز ان کی جائیداد اور ان کا سامان ضبط کرلیا گیا۔ ان کے ساتھ عیسائی حکومت نے یہ سلوک کیا یہ خبریں جب ان لوگوں کو پہونچیں جو فیمی کے ساتھ باقی رہ گئے تھے وہ ڈر گئے۔ اور فیمی کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوگئے۔

فیمی نے عرض کیا کہ یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ایک پہاڑی پر نہایت صحت افزا مقام ہے۔ اس جگہ کسی زمانہ میں ایک شہر مائی نیو کا آباد تھا۔ اب یہ شہر قصبہ بن چکا ہے اور یہ بھی مسلمانوں کے خوف سے غیر آباد ہوگیا۔ وہ جگہ نہایت مناسب رہے گی۔"

محمد بن الجواری نے افسروں سے مشورہ کیا۔ سب نے فیمی کی رائے کی تائید

کی۔ دو ایک روز تو مسلمان عیسائیوں کے خشکی پر اترنے کا انتظار کرتے رہے مگر جب وہ نہ اترے تو انہوں نے تھوڑا تھوڑا لشکر وہاں سے روانہ کرنا شروع کردیا تمام سامان رسد بھی منتقل کردی۔ پھر آخر میں خود تمام لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور مائی نیو کا پہونچ گئے۔ یہ جگہ نہایت ہی مناسب رہی نہایت ہی صحت افزا مقام تھا۔ یہاں آتے ہی وبا جاتی رہی۔ جو لوگ بیمار تھے وہ اچھے ہونے لگے۔ اس سے مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

(۲۹)

مائی نیوکا میں ٹھہر کر محمد بن ابوالجواری نے لشکر کو ترتیب دیا۔ بیماری سے اٹھنے والوں کو صحت اور افزا غذائیں کھانے کو دیں اور جب ان میں طاقت آگئی تو انہوں نے بھی قاضی اسد کی طرح فوج کے کئی دستے قرب و جوار کے شہروں اور قلعوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ کئے۔ ان دستوں نے کئی شہر فتح کرلئے ان میں مینو اور جرجنت مشہور اور بڑے شہر تھے۔ مگر اس عرصہ میں ...... قسطنطنیہ کا بادشاہ میکائل مرگیا تھا اور اس کی جگہ ہیتوفلس بادشاہ تخت نشین ہوا اس بادشاہ نے جزیرہ سسلی سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے قسطنطنیہ سے فوجوں پر فوجیں بھیجنی شروع کردیں اور اب عیسائی فوجیں جہازوں میں سے خشکی پر اترنے لگیں۔ مسلمانوں کے جاسوسوں نے یہ خبر اسلامی لشکر میں پہنچائی۔ محمد بن الجواری نے مائی نیوکا کو مضبوط کرلیا تاکہ اگر عیسائی فوجیں وہاں آجائیں تو وہ ان کا مقابلہ کرسکیں۔

مگر اسی عرصہ میں محمد بن ابوالجواری بیمار ہوئے اور چند ہی روز میں وفات پاگئے۔ مسلمانوں کو ان کے انتقال کا بھی بڑا رنج ہوا۔ چونکہ عیسائی لشکران ک طرف بڑھنے لگے تھے۔ اس لئے انہوں نے نئے افسر کا انتخاب جلد ہی کرلیا۔ زہیر بن غوث امیر مقرر کئے گئے۔ انہوں نے لشکر کا چارج لیتے ہی نو ترتیب دی۔ لشکر گاہ کے ایک طرف خندق کھود کر اس کو ایسا محفوظ کردیا کہ ا

طرف سے عیسائی حملہ نہ کرسکیں اور چونکہ انہیں جاسوسوں سے یہ اطلاعیں پہنچ رہی تھیں کہ عیسائی فوجیں مورو ملخ کی طرح ان کی طرف بڑھی چلی آرہی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان قلعوں اور شہروں میں قاصد روانہ کردیئے۔ جنہیں مسلمانوں نے فتح کرلیا تھا اور وہاں اسلامی دستے متعین تھے۔

زبیر بن غوث فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ان مفتوحہ شہروں اور قلعوں سے فوجیں طلب کی تھیں۔ قاضی اسد کے ساتھ جو لشکر قیرواں سے سو جہازوں میں آیا تھا۔ اس کی کل تعداد دس ہزار سات سو تھی۔ ان میں دس ہزار پیدل تھے اور سات سو سوار تھے۔ اس لشکر میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ کمی ہوتی گئی۔ کچھ لوگ تو لڑائیوں میں شہید ہوگئے۔ کچھ وبا میں مرگئے۔ اب سسلی میں جو مسلمان رہ گئے تھے وہ ساڑھے سات ہزار کے قریب تھے۔ ان میں سے پانچ ہزار زبیر کے ساتھ تھے۔ اور ڈھائی ہزار مختلف شہروں اور قلعوں میں تھے۔

اور عیسائی لشکروں کی تعداد تیس ہزار سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ مسلمان عیسائیوں کے مقابلے میں بہت کم تھے۔ مگر وہ ہراساں نہیں ہوئے۔ البتہ فیمی نے یہ اندازہ کرلیا کہ مسلمان عیسائیوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے سب کے سب مارے جائیں گے یا گرفتار کرلئے جائیں گے اس لئے اس نے نئے گورنر سے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ گورنر اس وقت قصر عینا میں کچھ فوج لئے مقیم تھا۔ اس نے فیمی کو لکھا کہ تمہارا قصور معاف کردیا جائے گا۔ تم مجھے قصر عینا میں آکر ملو فیمی گورنر کی چال کو نہیں سمجھے۔ وہ اس کے فریب میں آگئے اور قصر عینا چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ کاش انہیں معلوم ہو جاتا کہ گورنر سلومی کے حسن کی تعریف سن کر غائبانہ اس پر فریفتہ ہو چکا تھا اور انہیں قتل کر کے سلومی کو اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ سلومی کو دیکھ چکا ہے۔

اس عرصہ میں سلومی کے ایک لڑکی پیدا ہو گئی تھی۔ لڑکی بالکل ماں پر گئی تھی۔ وہی آنکھیں وہی ناک وہی پیشانی اور وہی چہرہ۔ بلکہ سچ پوچھوں تو اس سے بھی زیادہ حسین تھی۔ ماں اور باپ بیٹی پر جان دیتے تھے۔ اسے آنکھوں کی

ٹھنڈک اور دل کا سرور سمجھتے تھے۔ لڑکی بڑی ہنس مکھ تھی۔

ایک روز سلومی اس لڑکی کو گود میں لئے بیٹھی اسے کھلا رہی تھی ..... بچی کی عمر ایک سال کی ہو چکی تھی۔ وہ ہنس رہی تھی۔ سلومی بھی اسے دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ اتنے میں فیمی آگئے۔ سلومی نے لڑکی کو ہاتھوں میں لیکر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو اپنی روز کو"

سلومی نے اپنے خاندان اور سسلی کے نام پر اس کا نام نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اس نے انگریزی نام رکھا تھا۔ اس نے کسی سے سن لیا تھا کہ روز انگریزی میں گلاب کو کہتے ہیں۔ لڑکی گلاب کے پھول سے بھی اچھی تھی اس لئے اس نے اس کا نام روز ہی رکھ لیا تھا۔

فیمی نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ روز ہمک کر ان کی گود میں پہنچ گئی۔ انہوں نے اسے اپنے سینہ سے لگالیا اور کہا آج نہ معلوم کیوں ہمارا دل اسے بہت ہی پیار کرنے کو چاہتا ہے ہماری روز بہت ہی اچھی ہے۔ گلاب کے پھولوں سے بھی اچھی۔ سلومی کا چہرہ کھل اٹھا ہر ماں اپنے بچے کی تعریف سن کر خوش ہوتی ہے سلومی بھی خوش ہوئی۔ اس نے کہا کہیں نظر نہ لگا دینا میری بچی کو۔ یہ کہہ کر وہ مسکرانے لگی۔ فیمی نے اس کے رخ روشن پر نظریں ڈال کر کہا اور یہ ہماری کیا ہے؟"

سلومی نے حیا سے نظریں جھکا کر کہا۔ "اسی سے پوچھو۔"

فیمی نے محبت بھری نظروں سے سلومی کو دیکھ کر کہا۔ "تم سے نہ پوچھوں"

سلومی نے شرما کر کہا "ہمیں خبر نہیں۔"

فیمی :۔ تمہاری ادائیں کس قدر دلکش ہیں شرما کر تو تم اور بھی حسین بن جاتی ہو۔"

سلومی نے ناز بھری چتون سے فیمی کو دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا۔ مگر شرم نے اجازت نہ دی۔ فیمی نے کہا تیر نظریں چلاتی ہو۔ خدا اور خداوند کا احسان ہے کہ اس نے تم جیسی رشک حور مجھے عطا کی۔

سلومی اور بھی شرما گئی فیمی اس کی طرف دیکھ رہے تھے انہوں نے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے میں کہاں جارہا ہوں۔"

سلومی :۔ "ہمیں کیا خبر"

فیمی :۔ "میں نے سسلی کے گورنر کو معافی کی درخواست بھیجی تھی۔ اس کا جواب آیا ہے کہ معافی دیدی جائے گی۔ مجھے ملنے کے لئے قصر عینا میں بلایا ہے۔"

سلومی :۔ "مگر تم نے ایسا کیوں کیا.....؟"

فیمی :۔ "مجھے اس لئے ایسا کرنا پڑا کہ مسلمانوں کی قوت کمزور ہوتی چلی جارہی ہے اور وہ اس جزیرہ سے نکال دیئے جائیں گے۔"

سلومی :۔ "مگر ہمارا ایسا خیال نہیں ہے۔ مسلمانوں کی مدد ضرور آئے گی۔ اور وہ اس جزیرہ سے شکست کھا کر کبھی نہیں جائیں گے۔

فیمی :۔ "مگر اب یہ بات ممکن نظر نہیں آتی۔"

سلومی :۔ اگر یہ بات ممکن نہ بھی ہو تب بھی تمہیں عیسائیوں کے پاس نہیں جانا چاہئے۔ اس سے یہ اچھا ہے قیروان چلو اور وہیں باقی زندگی گزار دو۔

فیمی :۔ "لیکن مسلمانوں پر ہی کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔"

سلومی :۔ میں نے اس مدت میں دیکھ لیا ہے۔ مسلمان ہماری قوم سے کہیں اچھے ہیں۔ سچے ہیں' مکرو فریب سے واقف نہیں' جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں' جو ان کے پاس پناہ لینے جاتا ہے اسے پناہ دیتے ہیں اور اس کی ہر طرح مدد کرتے ہیں۔"

فیمی :۔ "پھر بھی اپنی قوم اپنی ہی ہے۔ غیر تو غیر ہی ہوتے ہیں۔"

سلومی :۔ "یہ بات تو اس وقت سوچنی چاہئے تھی۔ جب افریقیہ جا رہے تھے۔"

فیمی :۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ جب یہ بات نہیں سوچی تھی تو اب سوچ لی۔

سلومی :۔ "اور اب بعد از وقت سوچی ہے۔ ہمارا دل مطمئن نہیں ہے۔ ہرگز گورنر کے پاس نہ جاؤ۔ اس میں ضرور کوئی فی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر پچھتانا پڑے۔

فیمی :۔ شاید تمہیں معلوم ہے کہ نیا گورنر میرا دوست ہے۔

سلومی :۔ کون ہے..... کیا نام ہے۔ اس کا۔"

فیمی :۔ "جنرل یتوڈوئس۔"

"یتوڈوئس" سلومی نے حیرت سے کہا۔

فیمی :۔ "کیا تم اسے جانتی ہو.....؟

سلومی :۔ "جانتی ہوں۔ وہ بہت برا آدمی ہے۔ کئی مرتبہ بابا کے پاس آیا تھا اور اس نے پیغام بھی دیا تھا۔"

فیمی نے مسکرا کر کہا ضرور دیا ہوگا۔ تمہاری صورت ہی ایسی ہے۔ بیچارہ وہ بھی اسیر زلف ہو کر رہ گیا ہوگا۔

سلومی :۔ "میں کہتی ہوں تم اس کے پاس نہ جاؤ۔"

فیمی :۔ "فکر نہ کرو۔"

سلومی :۔ "تم ضرور پچھتاؤ گے۔"

فیمی :۔ "نہیں ایسی بات نہ ہوگی۔"

سلومی :۔ "اگر ایسا ویسا ہوگیا تو میں کہاں جاؤں گی۔"

فیمی :۔ "تم فضول ہول رہی ہو۔ کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر تمہیں ایسا ہی خیال ہے تو میں زیاد سے کہتا جاؤں گا۔ وہ تمہاری مدد کرے گا۔"

سلومی :۔ "زیاد کون......؟"

فیمی :۔ "وہی زیاد جو اپنا دستہ لیکر جنت گئے تھے اور کل ہی وہاں سے واپس آئے ہیں.......... وہ میرے دوست ہوگئے ہیں۔"

سلومی :۔ میں انہیں نہیں جانتی۔

فیمی :۔ "میں ابھی بلائے لاتا ہوں۔"

فیمی نے روز کو سلومی کو دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ سلومی فیمی کو روکنا چاہتی تھی۔ مگر وہ رکنے پر تیار نہ تھے۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ روز اس کا منہ دیکھنے لگی۔ بچی چاہتی تھی کہ ماں ہنسے مگر ماں فکر میں پڑ گئی تھی۔ ہنسی اس کے ہونٹوں سے جاتی رہی تھی۔ پھر بھی روز نے اسے اپنی طرف مخاطب کر ہی لیا۔ اور وہ

اسے کھلانے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں فیمی آگئے۔ اس کے ساتھ زیاد آئے تھے۔ یہ جوان آدمی تھے۔ انہوں نے ایک نظر سلومی کے حسین چہرہ پر ڈالی اور روز کو دیکھنے لگے۔ روز ان کی طرف کو جھکی۔ انہوں نے اسے اپنی گود میں لے لیا۔ وہ ان کی سیاہ داڑھی سے کھیلنے لگی۔ فیمی نے کہا بھائی زیاد یہ سلومی کی طرف اشارہ کر کے تمہاری بھاوج ہے۔ تمہیں معلوم ہے مجھے جنرل ہیتوڈوٹس گورنر سسلی نے بلایا ہے۔ انہیں کچھ وہم ہو گیا ہے۔ ان کو مطمئن کردوں۔

زیاد :۔ میں بھی نہیں چاہتا کہ تم اس کے پاس جاؤ۔

فیمی :۔ شاید میرے جانے سے مسلمانوں کے لئے کوئی بہتری کی صورت نکل آئے۔

زیاد :۔ مسلمان ایسی باتوں پر بھروسہ نہیں کیا کرتے وہ خدا پر نظر رکھتے ہیں۔ اور خدا ہی ان کی مدد کیا کرتا ہے۔

فیمی :۔ "لیکن کیا حرج ہے کہ میں گورنر سے مل آؤں۔"

زیاد :۔ وہ اور تمہاری ساری قوم تم سے مشکوک ہے۔ تمہارا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ تمہارے لئے خطرہ کی بات ہے۔

سلومی :۔ "یہی میں کہہ رہی ہوں۔"

زیاد :۔ "اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو جاؤ۔ سلومی آج سے میری بہن ہے۔ اس کی طرف سے بے فکر رہو۔"

سلومی کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک مسلمان نے بڑی بے تکلفی سے اسے بہن کہہ دیا وہ اس وقت پہلے سے بھی زیادہ حسین تھی عیسائیوں کی نظریں اس کے بے نقاب چہرہ پر پڑتی رہتی تھیں لیکن زیاد نے اسے آتے ہی ایک نظر دیکھ لیا دوبارہ اس پر نظر نہیں ڈالی روز کو گود میں لئے کھلاتے رہے اس کے دل میں ان کا احترام پیدا ہو گیا۔

فیمی نے سلومی سے کہا۔"تو تمہارے بھائی تمہارے نگراں رہیں گے۔ میں بھی بہت جلد واپس آجاؤں گا۔"

سلومی :۔ "میرا دل نہیں چاہتا کہ تم جاؤ مگر تم نہیں مانتے۔"

فیمی :۔ "اب تو ارادہ کر لیا ہے۔ جانے ہی دو۔"

سلومی :۔ "تمہاری مرضی۔"

فیمی اور زیاد وہیں سے چلے گئے۔ زیاد نے چلتے وقت ایک دینار (اس زمانہ کی اشرفی) روز کے ہاتھ میں پکڑا دی اور اسے سلومی کی گود میں دیدیا۔ سلومی روز کو کھلانے لگی۔

(۳۰)

فیمی کے ساتھ ان کے وفاداروں میں سے کئی آدمی گئے تھے۔ قصر عینا کچھ دور نہیں تھا۔ سلومی جانتی تھی کہ ایک روز میں جانا ایک روز ٹھہرنا اور ایک روز میں آجانا ہو سکتا ہے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ تین دن لگیں گے۔ وہ فیمی کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ اس میں شک نہیں کہ سلومی کو فیمی سے سچی محبت اس وقت تک نہیں ہوئی تھی۔ مگر پاس رہنے سے انسیت ہو گئی تھی۔ اور اب وہ ان کا خیال کرنے لگی تھی۔ اور جب سے روز پیدا ہوئی تھی اس وقت سے وہ خانہ داری کے معاملات میں بھی دلچسپی لینے لگی تھی۔ نیز سلومی کے ساتھ کئی عیسائی عورتیں اور لڑکیاں رہتی تھیں وہ ان عیسائیوں کی بیویاں' بیٹیاں تھیں جو فیمی کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے ساتھ افریقیہ بھی گئے تھے اور اب بھی ان کے دم کے ساتھ تھے۔ ان میں جو عورتیں سمجھدار تھیں ان کا خیال تھا کہ سلومی کو فیمی سے محض روز کی وجہ سے انسیت ہوئی ہے۔

سلومی فیمی کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک ایک دن ایک ایک گھڑی گن رہی تھی۔ وہ جب روز کو کھلاتی تھی تو اکثر کہہ اٹھتی تھی۔ دعا مانگ تیرے ابا آجائیں۔ بچی کیا سمجھتی اور کیا دعا مانگتی تین روز تو اس نے جیسے بھی ہوا گزار دیئے۔ لیکن چوتھے روز صبح ہی سے وہ پریشان معلوم ہونے لگی۔ کسی بات میں اس کا دل نہ لگتا تھا۔ اس کی سہیلیاں اور خادمائیں اسے تسلی دے رہی تھیں۔ مگر دل تھا کہ کچھ سے کچھ ہوا جا رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا اس نے مشکل سے تھوڑا بہت کھایا۔ شام کے وقت فیمی کے ساتھ جو آدمی گئے تھے ان میں سے دو واپس آئے انہیں دیکھتے ہی سلومی کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے بے صبری سے پوچھا۔ فیمی کہاں ہیں ......؟" وہ دونوں بھی کچھ پریشان معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک نے

کہا۔ قصر عینا میں ہیں۔"

سلومی :۔ "خیریت سے ہیں......؟"

وہی عیسائی :۔ جب تک ہم چلے ہیں اس وقت تک خیریت سے تھے۔"

سلومی کو اور بھی فکر ہوا۔ اس نے کہا آئے کیوں نہیں......؟"

وہی عیسائی :۔ آپ کو وہیں بلایا ہے۔

"مجھے ؟ سلومی نے حیرت سے کہا۔

اس عیسائی نے ایک لفافہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ جی ہاں یہ خط دیا ہے۔" سلومی نے جلدی سے لفافہ چاک کیا اور اس کے اندر سے پرچہ نکال کر پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا۔

"پیاری سلومی! تمہارا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ تم فورا" یہاں آجاؤ۔ میری اور تمہاری بہتری یہاں آنے ہی میں ہے۔ جنرل تھیوڈوٹس بڑے مہربان ہیں۔ جس قدر جلد ہوسکے آجاؤ۔"

خط کا مضمون عجیب تھا۔ سلومی نے کئی مرتبہ پڑھا۔ اس نے کہا میرا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ کہیں وہاں جا کر پچھتائے تو نہیں۔ ضرور یہی بات ہے۔ انہوں نے مجھے بلایا نہیں ہے۔ بلکہ آگاہ کیا ہے۔"

اس نے قاصدوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ وہ وہاں جا کر پچھتائے تو نہیں۔ کیا واقعی انہوں نے بلایا ہے......؟"

اسی عیسائی نے جو پہلے ہم کلام ہوا تھا کہا۔ اگر آپ وہاں نہ گئیں تو ان کی جان کا خطرہ ہے۔"

سلومی :۔ مجھے یہی اندیشہ تھا۔ انہوں نے میرا کہا نہ مانا ' چلے گئے۔ خداوند مجھ پر اور ان پر رحم کرے۔ اس نے قاصدوں سے کہا۔ "تم جاؤ میں سوچ لوں غور کرلوں۔" قاصد چلے گئے۔ آج سلومی کو معلوم ہوا کہ وہ خود فریبی میں مبتلا رہی ہے یہ سمجھتی رہی کہ اسے فیمی سے محبت نہیں ہے۔ حالانکہ اسے ان سے محبت تھی بہت زیادہ محبت۔ اس کا دل امنڈ آیا وہ رونے لگی۔ روز حیرت سے اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ وہ مچل رہی تھی گود میں جانے کے لئے۔ مگر سلومی اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھی آخر بچی بھی رو پڑی۔ اب سلومی کو اس کا خیال آیا۔ اس نے جلدی سے اسے گود میں اٹھا کر سینہ سے لگالیا اور کہا۔ "میری بچی

...... تیرے ابا......وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ اس نے ایک دفعہ اور روز کو سینہ سے لگا کر بھینچا اور پھر پیار کیا۔ وہ سوچنے لگی سوچتی رہی۔ مگر کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اسے زیاد کا خیال آیا۔ اس نے جلدی سے ایک غلام کو زیاد کے پاس بھیجا۔ اور کہا کہ ان سے کہنا فورا" چلے آئیں۔ بہت ضروری کام ہے۔ غلام چلا گیا۔ سلومی دل بہلانے کی کوشش کرنے لگی مگر دل پر تو آرا سا چل رہا تھا۔ بہلتا کیسے۔ تھوڑی ہی دیر میں غلام نے زیاد کے آنے کی اطلاع دی۔ سلومی نے کہا وہ باہر کیوں رہ گئے۔ چلے کیوں نہیں آئے۔ غلام نے عرض کیا۔ "میں نے کہا تھا۔ کہنے لگے یہ بات تہذیب کے خلاف ہے کہ ایک دم گھر میں داخل ہوجائیں۔ پہلے اطلاع کرو۔"

سلومی :۔ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی قوم میں پردہ ہے۔ مگر اچھا ہی ہوا وہ ایک دم نہ آئے اور انہوں نے مجھے روتا ہوا نہیں دیکھا لو تم ذرا روز کو لو۔ میں منہ دھولوں۔ غلام نے روز کو لے لیا۔ سلومی جلدی منہ دھو کر آگئی اور روز کو لے کر بولی۔ "جاؤ اب بلا لاؤ۔" غلام گیا اور زیاد کو اپنے ساتھ لے آیا۔ سلومی نے کہا۔

"بہن سلام عرض کرتی ہے۔"

زیاد :۔ "وعلیکم السلام!" وہ روز کے لئے پھل لائے تھے۔ انہوں نے آتے ہی روز کو گود میں لے لیا اور بیٹھ کر اس کے سامنے پھل رکھ دیئے۔ وہ کترنے لگی۔ زیاد نے بغیر سلومی کی طرف دیکھے ہوئے کہا۔ آج بھائی کو کیوں یاد کیا ہے؟"

سلومی کا پھر دل بھر آیا آنسوؤں کے دو قطرے مژگاں پر آکر رک گئے اس نے خط ان کے سامنے رکھ کر کہا۔ یہ تمہارے بھائی کا خط ہے اسے پڑھو۔

زیاد :۔ یہ خط شاید لاطینی زبان میں لکھا ہے۔ افسوس ہے میں اس زبان کو نہیں جانتا۔ اگر تم سنانا مناسب سمجھو تو سنا دو۔

سلومی نے خط پڑھنا شروع کیا۔ زیاد غور سے سنتے رہے جب خط ختم ہوگیا تو زیاد نے کہا۔ عجیب خط ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تھیوڈوٹس تمہیں فریب سے بلانا چاہتا ہے۔

سلومی :۔ "یہی بات ہے تمہارا کیا مشورہ ہے۔۔

زیاد :۔ "مجھے تمام واقعات معلوم نہیں ہیں۔ اس لئے کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔"

سلومی :۔ معاف کرنا میں عیسائی عورت ہوں اور عیسائی عورتیں حالات بیان کرتے نہیں شرمایا کرتیں۔ جنرل تھیوڈوٹس نے میرے والد کو مجھ سے شادی کا پیغام دیا تھا۔ لیکن میں نے انکار کردیا تھا۔ میں نے فیمی کو یہ بات بتا کر اس کے پاس جانے سے روکنا چاہا مگر نہیں رکے اور چلے گئے۔

زیاد :۔ "بات صاف ہے وہ تمہیں ابھی تک نہیں بھولا ہے۔ اس نے فیمی پر جال پھینکا انہیں فریب دیکر بلایا ۔ وہ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی چلے گئے۔ اب جنرل تمہیں بلانا چاہتا ہے۔ تمہارے وہاں پہنچتے ہی وہ ضرور فیمی کو قتل کر ڈالے ۔ اور تم سے شادی کرنے کی کوشش کرے گا۔"

سلومی :۔ "لیکن اگر میں نہ جاؤں تو کیا ہوگا......؟"

زیاد :۔ ان کی جان جب بھی بچتی نظر نہیں آتی۔ جب وہ جارہے تھے۔ تم نے اس وقت کیوں نہ یہ حالات مجھے بتا دیئے تھے۔ میں انہیں ہرگز نہ جانے دیتا۔"

سلومی :۔ میں نے کہنا چاہا مگر نہ کہہ سکی۔

زیاد :۔ "ہمارے پاس لشکر کم ہے اور عیسائی فوجوں نے ہمارا محاصرہ کرلیا ہے اس لئے ہم قصر عینا پر لشکر کشی نہیں کرسکتے ورنہ ممکن تھا کہ ہم تلوار کے زور سے انہیں چھڑا لاتے۔"

سلومی :۔ "پھر اب کیا ہو......؟"

زیاد :۔ "یہ سمجھ لو کہ فیمی کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ ان پر غداری کا الزام ہے۔ اس جزیرہ کے تمام عیسائی حتیٰ کہ پادری تک ان کے خلاف ہیں۔ دوسرے ...... معاف کرنا مجھے صاف صاف بات کہنی پڑ رہی ہے کہ جنرل تھیوڈوٹس تمہیں حاصل کرنے کے لئے انہیں ہرگز زندہ نہ رہنے دے گا۔"

سلومی :۔ "یہی اندیشے مجھے بھی تھے۔"

زیاد :۔ اب دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو تم اپنے دل پر صبر کی سل رکھ لو۔ اور یہیں رہو۔ قصر عینا نہ جاؤ۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تمہارا بھائی ہوں اگر

ہمیں شکست ہوئی تو جہاں تم کہو گی وہاں پہنچوا دوں گا۔ میرے ساتھ میرے وطن قیروان جانا چاہو گی تو بڑی خوشی سے لے چلوں گا۔ اور چھوٹی بہن سمجھکر تمہاری خوشی کو مقدم رکھوں گا۔ اور اگر فتح ہوئی تو جنرل تھیوڈوٹس سے تمہارا انتقام ضرور لوں گا۔ اور یا تم جنرل تھیوڈوٹس کے پاس چلی جاؤ۔ اور اس سے کہہ سنکر فیمی کی جان بخشی کرالو۔

سلومی :۔ " وہ ہرگز ان کی جان بخشی نہ کرے گا۔ میں اسے خوب جانتی ہوں۔ اب رہا تمہارے ساتھ چلنا یہ کیسے ہو گا میں عیسائی تم مسلمان ۔۔۔۔۔۔۔؟"

زیاد :۔ " ہمارے مذہب میں دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے۔ تم شوق سے اپنے مذہب پر قائم رہنا۔ لیکن اگر تم تھیوڈوٹس کے پاس چلی جاؤ۔"سلومی :۔ " میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔"زیاد :۔ " تب ہرگز نہ جاؤ۔ ممکن ہے تمہارے نہ جانے سے وہ فیمی کو کچھ دنوں اور زندہ رکھے۔ اور ہم انہیں چھڑا سکیں۔"

سلومی :۔ "ہرگز نہ جاؤں گی۔"

زیاد نے اس سے تسلی کی باتیں کہیں۔ اس کا غم کسی قدر ہلکا ہوگیا۔ اس نے قاصدوں کو بلا کر کہا کہ تم جا کر کہو۔ میری طبیعت خراب ہے۔ میں ابھی نہیں آسکتی۔

قاصد :۔ "لکھ کر دے دیتیں تو اچھا تھا۔"

اور سلومی نے یہی لکھ کر دیدیا۔ قاصد چلے گئے۔

خاتون خاموش ہو کر سامنے دیکھنے لگیں۔

(۳۱)

خاتون نے افسر کی طرف دیکھ کر کہا۔ تم سنتے سنتے تھک تو نہیں گئے۔ افسر نے کہا میں سنتے سنتے تو نہیں تھکا۔ البتہ تم بیان کرتے کرتے ضرور تھک گئی ہوگی۔ اچھا ہے کچھ دیر دم لے لو۔ دیکھو بارش ابھی تک ہو رہی ہے۔ چنانچہ بارش اب بھی زور و شور سے ہو رہی تھی۔ موسلادھار بارش ابھی تک ہو رہی

تھی۔ بوندیں چشمے کے اندر پانی پر گر کر بے شمار دائرے بنا رہی تھیں۔ یہ دائرے جلد جلد بن اور بگڑ رہے تھے جو بہت ہی بھلے معلوم ہو رہے تھے اس وقت بارش کی آواز کے سوا اور کوئی آواز نہ آرہی تھی۔ سردی بھی قدرے بڑھ گئی تھی۔ ہوا بارش کی وجہ سے بوجھل ہو گئی تھی۔ خاتون نے کہا جب کبھی بھی بارش ہوتی ہے۔ میں اسی جگہ آبیٹھتی ہوں اور جب تک بارش ہوتی رہتی ہے بیٹھی رہتی ہوں۔"

افسر نے مسکرا کر کہا۔ اگر رات کو بھی بارش ہوتی تھی جب بھی یہاں آبیٹھتی تھیں ......" خاتون نے مسکرا کر کہا کیا میں پاگل تھی جو ایسا کرتی۔ رات کو میں یہاں نہ آتی تھی۔ البتہ دن میں جب بارش ہوتی تو آ بیٹھتی۔ باتوں میں وقت زیادہ ہوگیا۔ اب کچھ کھا لیجئے۔"

افسر:۔ تمہاری داستان کچھ ایسی دلچسپ ہے کہ میں تو سب کچھ بھول گیا۔ تم واقعات کچھ اس طرح بیان کر رہی ہو جیسے تمہارے سامنے ہی سب کچھ ہوا ہے۔

خاتون :۔ ایسا ہی سمجھو اس داستان کے آخر میں تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

افسر:۔ مجھے اپنے ہمراہیوں کا بڑا فکر ہے بارش زور سے ہو رہی ہے اور ہوا تیز چل رہی ہے معلوم نہیں وہ کس حال میں ہوں گے۔

خاتون :۔ اس کا فکر نہ کیجئے۔ وہ بڑے آرام سے ہونگے انشاء اللہ انہیں ہوا اور بارش نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ میں کھانا لاتی ہوں۔ قبل اس کے کہ افسر کچھ کہیں خاتون چلی بھی گئیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں کھانا لے آئیں۔ دونوں نے ہاتھ بڑھاکر چشمہ کے پانی سے ہاتھ دھوئے اور کھانا شروع کیا۔ چپ چاپ کھانا کھاتے رہے۔ کھانے سے فراغت کر کے ہاتھ منہ دھوئے۔ اور خاتون برتن اور بچا ہوا کھانا رکھ آئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خاتون کو افسر کے وہاں آنے کی امید تھی کیونکہ انہوں نے دو آدمیوں کا کھانا تیار کیا تھا۔

واپس آکر خاتون بیٹھ گئیں۔ افسر نے کہا۔ اچھا شروع کیجئے اس داستان کو۔

خاتون :۔ میں بہت جلد یہ داستان بیان کردینا چاہتی ہوں۔ یہ تاریخی داستان ہے۔ خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

زیاد نے زہیر بن غوث (۱) سے سلوی اور فہمی کے حالات بیان کئے۔ تھیوڈولس کی مکاری کا حال سنایا۔ انہیں بڑا افسوس ہوا۔ انہوں نے کہا۔ فہمی مستقل مزاج آدمی نہیں ہیں۔ انہوں نے بڑی غلطی کی کہ دشمن کے پاس چلے گئے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتے اس وقت ہم خود محصور ہیں۔ تم سلوی کو تسلی دو۔ اگر انہوں نے فہمی کے ساتھ کوئی برائی کی تو میں اسے اس کی ایسی سزا دوں گا کہ لوگ سن کر عبرت کرینگے۔ یا اسے میدان جنگ میں قتل کردوں گا۔

زیاد وہاں سے سیدھے سلوی کے پاس آئے۔ جس روز سلوی نے قاصدوں کو اپنے نہ جانے کے متعلق لکھ کر دیا تھا۔ یہ اس کے دوسرے روز کا ذکر ہے۔ زیاد نے صبح کی نماز کے بعد امیر عسکر زہیر بن غوث سے یہ ذکر کیا تھا۔

جب زیاد سلوی کے پاس پہونچے تو آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا اور سنہری دھوپ پھیل گئی تھی۔ سلوی مغموم تھی اور روز کو گود میں لئے بیٹھی۔ زیاد کو دیکھتے ہی ان کی تعظیم میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج بھی زیاد روز کے لئے میوہ لائے تھے۔ انہوں نے بچی کو گود میں لے لیا اور بیٹھ کر اس کے سامنے میوہ رکھ دیا۔ وہ کھانے اور گرانے لگی۔ سلوی نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا بھئی کیسی بچی ہو تم میوہ خراب کر رہی ہو۔ زیاد نے مسکرا کر کہا۔ اسے ہوش ہے کہ وہ کیا کر رہی ہے......؟"

روز نے ننھی سی مٹھی میں میوے لے کر سلوی کی طرف بڑھائے اور کچھ آواز نکالی۔ زیاد نے ہنس کر کہا۔ "لو بچی کہہ رہی ہے۔ مجھے کیوں دھمکا رہی ہو تم بھی کھاؤ۔" سلوی مسکرانے لگی۔ زیاد نے کہا۔ لے لو نہ بچی کے ہاتھ سے میوہ۔ اس وقت وہ سخی بنی ہوئی ہے۔ دے رہی ہے۔"

سلوی نے ہاتھ پھیلا دیا۔ روز نے اس کے ہاتھ پر مٹھی کھول دی۔ کچھ میوے سلوی کے ہاتھ میں آگئے کچھ روز کی مٹھی میں دبے رہ گئے۔ روز نے ہنس کر جلدی سے مٹھی اپنے منہ میں دے لی۔

زیاد اس بچی کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ انہوں نے کہا بس تمہارا

(۱) زہیر کے باپ کا نام غوث تھا مگر تاریخ اسلام مصنف مولانا اکبر شاہ خاں جلد سوم صفحہ ۱۸۱ میں ان کی ولدیت عوف لکھی ہے عوف غلط ہے صحیح غوث ہے

حصہ اتنا ہی تھا۔ وہ اشارہ کر رہی ہے تم بھی کھاؤ۔

سلومی بھی بچی کی شوخی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اس نے کہا اور ماموں جان کو تو تم نے کچھ دیا ہی نہیں۔

بچی نے کچھ سنا ہی نہیں۔ زیاد نے کہا انشاء اللہ روز بڑی سمجھدار ہے۔ جانتی ہے۔ کہ ماموں جان تو لائے ہی ہیں۔

کچھ دیر کے بعد زیاد نے سلومی سے کہا۔ میں نے آج صبح امیر عسکر زہیر بن غوث سے فیمی' تھیوڈوٹس اور تمہارے حالات بیان کئے تھے۔ انہیں بڑا افسوس ہوا کہ فیمی کیوں چلے گئے۔ انہوں نے مجبوری ظاہر کی اس وقت عیسائیوں نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ وہ فیمی کی کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ لیکن یہ اقرار کیا ہے کہ اگر تھیوڈوٹس نے فیمی کو کوئی نقصان پہونچایا تو وہ اسے عبرت ناک سزا دینگے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سلومی کو تسلی دینا۔

سلومی نے ان کا اور امیر کا شکریہ ادا کیا۔ زیاد نے کہا۔ سلومی دیکھو بھائی بہن کا بڑا خیال رکھا کرتے ہیں۔ مجھے بھی تمہارا ہروقت خیال رہتا ہے تم مغموم نہ رہا کرو۔ اس کا صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ خوش رہو اور روز کو بھی خوش رکھو۔

سلومی :۔ "خوش رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔ مگر دل اندر سے بھر بھر آتا ہے۔ طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔

زیاد :۔ "ہم مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ انسان مجبور ہے خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ فکر اور غم کرنے اور پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ قدرت نے تمہیں ایک کھلونا دیا ہے اس سے کھیلو اور اسے کھلاؤ۔"

سلومی :۔ "شکریہ! جب ضرورت ہوگی عرض کروں گی۔"

زیاد کچھ اور بیٹھ کر چلے گئے۔ اسی روز شام کے وقت قاصد آئے وہ سخت غمزدہ اور گھبرائے ہوئے تھے۔ سلومی انہیں دیکھتے ہی ہول گئی اور اس نے پوچھا۔ "خیریت تو ہے ...... ؟"

ایک عیسائی نے کہا۔ خیریت ہی سمجھو۔ سنگ دل اور ظالم تھیوڈوٹس نے فیمی

کو ......" اس کی آواز بھرا گئی ۔ اور وہ فقرا پورا نہ کرسکا۔ سلومی نے چیختی ہوئی آواز سے کہا تھیوڈوٹس نے کیا کیا فیمی کو ......؟"

قاصدوں کے آنسو جاری ہوگئے۔ سلومی بے چین ہو گئی۔ اس نے کہا بتاؤ بتاؤ۔ مجھے جلدی بتاؤ کیا ہوا۔"

قاصد :۔ ظالم نے فیمی کو (ا) قتل کرڈالا۔

قتل کرڈالا۔ سلومی نے کراہتے ہوئے کہا۔

قاصد :۔ "ہاں!"

سلومی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔ میرے سرتاج ! ظالموں نے تمہیں مار ڈالا۔ میں نے ہمیشہ تم سے بے رخی کی۔ تم مجھے پوجتے رہے۔ آؤ دیکھو آج میں تمہارے لئے سوگوار ہوں۔" وہ زار و قطار رونے لگی۔ اس نے اپنے سر کے ریشم جیسے ملائم بال کھول ڈالے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور سوگوار ہوگئی۔ اتفاق سے زیاد آگئے۔ شاید انہوں نے بھی یہ بد خبر سن لی تھی .....

انہوں نے آتے ہی کہا۔ بہن' یہ کیا بے صبری ہے۔ اس سے کیا ہوگا۔ کیا تمہارے اس طرح ماتم کرنے اور سوگ منانے سے فیمی واپس آجائینگے۔ ذرا روز کو دیکھو وہ کس قدر پریشان ہے۔ سنبھلو اور صبر کرو۔

سلومی :۔ "صبر کروں ..... کس طرح ....؟"

زیاد :۔ غم کر کے نڈھال نہ ہوجاؤ۔ عہد کرو تم تھیوڈوٹس سے فیمی کا انتقام لو گی۔ میں بھی تمہارے سامنے عہد کرتا ہوں کہ تھیوڈوٹس سے اپنے دوست کا ضرور انتقام لوں گا۔

سلومی :۔ "کیا میں انتقام لینے کے لئے زندہ رہوں گی۔"

زیاد :۔ انتقام لینے اور روز کو پرورش کرنے کے لئے تمہیں ضرور زندہ رہنا

(ا) ابن اثیر نے لکھا کہ تھیوڈوٹس نے فیمی کو فریب سے بلا کر قصرمینا میں قتل کر ڈالا۔ آنریبل جسٹس امیر علی صاحب مرحوم سابق رکن پریوی کونسل نے تاریخ اسلام کے صفحہ نمبر ۲۰۴ پر لکھا ہے کہ قصرمینا میں عیسائیوں نے دھوکہ دے کر فیمی کو بلا کر قتل کر ڈالا۔ مسلمان مورخوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ فیمی تھیوڈوٹس نے رقابت کی بناء پر دھوکہ سے بلا کر قتل کر ڈالا۔

چاہیے۔

سلومی :۔ زندہ رہوں اپنی روز کو پرورش کرنے کے لئے اور یحیٰی کا انتقام لینے کے لئے۔

زیاد :۔ جاؤ اپنی حالت درست کرو۔ کپڑے بدلو اور روز کو گود میں لو وہ رو رہی ہے۔ سیاہ کپڑے جو عیسائیوں میں غم کی علامت ہے۔ پہن کر آئی۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔ اس نے روز کو گود میں لے کر اسے سینہ سے لگالیا۔ زیاد دیر تک تسلی دیتے اور تشفی کرتے رہے۔ جب سلومی کی طبیعت کو قدرے سکون ہوگیا۔ تب وہ چلے آئے خاتون خاموش ہوگئیں اور ان کے چہرے سے حزن و ملال کے آثار ظاہر ہوگئے۔"

(۳۲)

افسر نے خاتون کی طرف دیکھا۔ انہیں پژمردہ خاطر دیکھ کر کہا۔ تم افسردہ دل کیوں ہو گئیں۔

خاتون :۔ "اس داستان سے میرا تعلق ہے۔ کبھی کبھی مجھ پر غم کا غلبہ ہو جاتا ہے۔"

افسر :۔ "تمہاری باتوں نے میرے اشتیاق کو اور بھڑکا دیا ہے۔ کسی طرح جلد سے جلد مجھے تمام حالات سنا ڈالو۔"

خاتون :۔ "میں اسی لئے مختصر کر کے سنا رہی ہوں۔"

افسر :۔ اچھا تو سناؤ۔

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

جب سے قسطنطنیہ میں تھیوڈوس بادشاہ ہوا تھا۔ اس نے جزیرہ سسلی کو بچانے کی کوششیں شروع کردی تھی۔ فوجوں پر فوجیں بھیج رہا تھا۔ ان فوجوں کے ساتھ سرقوسہ کی فوجیں بھی ہو گئی تھیں۔ ان لشکروں نے مائی نیو کا میں مسلمانوں کا محاصرہ کرلیا تھا۔ چونکہ عیسائیوں پر مسلمانوں کا رعب قائم تھا۔ اس لئے وہ حملہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ وہ اس فکر میں تھے کہ اگر مسلمانوں میں رسد ختم ہو

جائے اور وہ بھوکے مرنے لگیں تب ان پر یلغار کی جائے۔ کئی مرتبہ ایسا موقعہ آیا بھی کہ مسلمانوں کے پاس رسد کم رہ گئی۔ لیکن انہوں نے ہر مرتبہ ہزار پانچ سو جوانوں کو گھاٹیوں کے ذریعہ نکال دیا۔ وہ قرب و جوار کے علاقہ میں گئے اور لڑ بھڑ کر غلہ لے آئے۔ عیسائی لشکر کو ان کے قلعہ سے نکلنے کی جب خبر ہوئی جب وہ واپس بھی آگئے۔ اس لئے مسلمانوں کو فاقہ کی نوبت نہیں آئی۔ اگر مسلمان چاہتے تو وہ تھوڑے تھوڑے کر کے وہاں سے نکل سکتے تھے۔ مگر انہیں یہ خوف تھا کہ اگر عیسائیوں کو خبر ہوگئی تو وہ ان کا تعاقب کرینگے۔ اور چونکہ عیسائی لشکر بہت زیادہ ہے اس لئے ممکن ہے وہ نقصان پہونچاوے۔ اس کے علاوہ افریقیہ واپس ہونے کے لئے ان کے پاس جہاز نہیں رہے تھے۔ محمد بن ابوالجواری نے جہازوں میں آگ لگوا دی تھی اور کوئی مقام ایسا مضبوط اور محفوظ نہیں تھا جیسا مائی نیو کا تھا۔ اس لئے وہ وہیں مقیم تھے۔ عیسائیوں کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ مسلمان ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر باہر نکل جاتے اور رسد لے آتے ہیں۔ انہوں نے محاصرہ کو اور تنگ کردیا۔ اور تمام ناکوں پر قبضہ کرلیا۔ اب مسلمانوں کا باہر نکلنا اور رسد لانا مشکل ہوگیا۔ کچھ اسلامی دستے دوسرے قلعوں سے ان مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے۔ لیکن بے شمار عیسائی لشکر دیکھ کر ان کی صفوں کو چیر کر مسلمانوں کے پاس پہونچنے کی جرات نہ کرسکے۔ البتہ انہوں نے یہ کیا کہ وہ سمندر کے ساحل کی طرف اس امید میں چلے گئے کہ شاید افریقیہ سے مدد آرہی ہو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک روز انہوں نے ساحل سے فاصلہ پر ایک بحری بیڑہ کو جس میں بہت سے جہاز تھے دیکھا۔

ان لوگوں نے اشارے کئے۔ انہوں نے دیکھا بیڑہ رک گیا۔ انہوں نے دعا مانگی کہ خدا کرے یہ بیڑہ مسلمانوں کا ہو۔ ایک کشتی پانی کو چیرتی ہوئی ان کی طرف بڑھی۔ جب وہ قریب آئی تو انہوں نے اس میں عربوں کو دیکھا۔ ان لوگوں کو انہیں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ کشتی ساحل سے آلگی۔ عرب و ترک ان لوگوں کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک اعرابی نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

سسلی کے مسلمانوں میں ایک شخص عبداللہ تھے۔ انہوں نے کہا اس جزیرہ

میں مسلمان مصیبتوں اور آفتوں میں گرفتار ہیں۔ عیسائیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

اعرابی :۔ "لیکن اس جزیرہ میں مسلمان کہاں سے آگئے۔"

عبداللہ :۔ نے فیمی کے فریاد لے کر جانے اور امیر زیادۃ اللہ کے لشکر بھیجنے اور سسلی کا کچھ علاقہ فتح کرنے اور یورپ سے بے شمار عیسائیوں کے آنے کا حال سنایا۔ اعرابی نے کہا۔ دیکھو میں اپنے سپہ سالار سے کہوں گا۔

اعرابی چلے گئے۔ یہ بحری بیڑہ اصبغ بن وکیل کی سرکردگی میں اندلس سے عیسائی بحری ڈاکوؤں کے کھوج میں آیا تھا۔ مسلمان انتظار کرنے لگے انہوں نے دیکھا کہ جہازوں نے لنگر ڈال دیئے۔ انہیں بڑی خوشی ہوئی انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بے شمار کشتیاں سمندر میں اتاری گئیں ان میں مجاہد سوار ہوئے اور ساحل کی طرف بڑھے۔ عصر کے وقت یہ کشتیاں ساحل پر آگئیں۔ خشکی پر اترتے ہی ایک شخص نے وضو کر کے اذان دی اور تمام مسلمانوں نے جماعت سے نماز پڑھی۔ مسلمان کسی حالت میں نماز نہیں چھوڑتے تھے۔

اصبغ بن وکیل خود لشکر لے کر آئے تھے۔ انہوں نے رات کو وہیں قیام کیا اور صبح کی نماز پڑھتے ہی مائی نیوکا کی طرف روانہ ہوگئے۔

عیسائیوں نے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں نے افریقیہ سے مدد طلب کی ہے۔ انہیں ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی اسلامی لشکر آتا دیکھیں تو فوراً اطلاع دیں۔ ان جاسوسوں نے تھیوڈوٹس گورنر کو اطلاع دی کہ اسلامی لشکر آگیا ہے۔ وہ مقابلے کے لئے تیار ہوگیا۔

زہیر بن غوث اور ان کے ہمراہی محاصرہ کی وجہ سے تکلیفیں اٹھانے لگے تھے۔ ان کے پاس قریب قریب رسد ختم ہو گئی تھی۔ انہوں نے ارادہ کرلیا تھا کہ جمعہ کے روز سروں سے کفن باندھ کر نکلیں اور عیسائیوں سے لڑیں انہیں اصبغ بن وکیل اور ان کے لشکر کے آنے کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ ورنہ ممکن تھا وہ انتظار کرتے ..... چنانچہ جمعہ کے دن صبح کی نماز پڑھ کر مسلمانوں نے فتح و نصرت کی دعا مانگی اور پھر سب نے غسل کیا۔ سفید کپڑے پہنے اور سفید عمامے سروں سے باندھے اور ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے۔ کیونکہ اپنی زندگیوں کی

امید نہیں رہی تھی۔ زیاد نے بھی غسل کیا۔ سفید لباس بدلا' سفید عمامہ باندھا وہ کچھ پھل کر لے کر سلمٰی سے ملنے گئے۔ سلمٰی کو غم کھائے جارہا تھا وہ کمزور ہوتی چلی جارہی تھی۔ سچ پوچھو تو زیاد کی تسلی اور روز کی محبت اسے زندہ رکھے تھی ورنہ وہ ضرور مرجاتی ..... زیاد کو دیکھتے ہی روز ان کی طرف جھکی۔ انہوں نے اس معصوم کو گود میں لے لیا ..... روز سمجھدار تھی جانتی تھی کہ وہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ لے کر آتے ہیں۔ زیاد نے اس کے سامنے پھل رکھ دیئے وہ کھانے لگی انہوں نے سلمٰی کو دیکھ کر کہا۔ بہن تم پر میری نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تم گھل گھل کر ختم ہونا چاہتی ہو۔ تمہیں اپنی بچی کا بھی خیال نہیں ہے۔

سلمٰی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے کہا ' تم میرے دل کی حالت سے واقف نہیں ہو۔ اگر میں ضبط نہ کرتی اور تمہاری نصیحتوں پر عمل نہ کرتی اگر روز کا خیال نہ ہوتا تو اب تک میں یا تو دیوانی ہو جاتی یا مرجاتی۔

زیاد :۔ تم عیسائی عورت ہو غم کرنا اور غم میں گھل گھل کر مرجانا ہی جانتی ہو۔ تم عربی عورتوں سے واقف نہیں ہو۔ میں تمہیں ایک کمسن لڑکی کا ذکر سناتا ہوں ان کا نام ام ابان بنت عتبہ تھا۔ وہ ملک شام میں تھیں۔ مسلمان عیسائیوں سے لڑ رہے تھے۔ ان کا نکاح ابانؓ بن سعید کے ساتھ اجنا دین میں ہوا تھا اور نکاح کو تھوڑے ہی روز ہوئے تھے کہ انہیں اپنے شوہر کے ساتھ دمشق کی جنگ پر جانا پڑا۔ اتفاق سے ان کے شوہر ابانؓ کے تیر لگا اور وہ اس صدمہ سے شہید ہوگئے۔ ام ابانؓ کو جب شوہر کے شہید ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ غم سے دوہری ہوگئیں۔ مگر انہوں نے فوراً سنبھل کر کہا " انا للہ وانا الیہ راجعون ......یعنی جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ اپنے شوہر کی لاش پر آئیں اور انہوں نے کہا "تم شہید ہو گئے مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔ اطمینان رکھو میں دشمنوں سے تمہارا انتقام لوں گی اور اگر خدا نے توفیق دی تو شہید ہو کر تم سے آملوں گی۔" وہ مسلح ہوئیں اور اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھ لیا اور میدان جنگ میں نکلیں وہ بڑی تیر

انداز تھیں۔ انہوں نے تیر چلا چلا کر کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ وہ جب تیر چلاتی تھیں اور کوئی عیسائی مرجاتا تو وہ کہتیں۔ یہ ابان بن سعیدؓ کا انتقام ہے۔ انہوں نے صلیب بردار کو مار ڈالا۔ غرض وہ بڑی دلیری سے لڑیں اور اس جنگ کے بعد بھی انہوں نے کئی لڑائیوں میں حصہ لیا اور مردانہ وار لڑتی رہیں تم بھی کیوں نہیں انتقام کی آگ اپنے سینہ میں روشن کرتی ہو۔ جس دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اس میں غم باقی نہیں رہتا۔

سلومی :۔ آج سے میں ایسا ہی کروں گی۔ میں انتقام لوں گی اس سنگدل ظالم اور سفاک سے انتقام لوں گی۔ جس نے مجھے غم کی آگ میں جلایا ہے۔

سلومی کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ زیاد نے کہا۔ یہی جذبہ پیدا کرو۔ اس جذبہ سے تمہارے بدن میں قوت پیدا ہوگی اور تم ضرور انتقام لوگی۔ اچھا آج روز کے ساتھ بیٹھ کر پھل کھالو۔

سلومی :۔ "آج کیا بات ہے ......؟"

زیاد :۔ "آج تمہارا بھائی سر سے کفن باندھ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرنے جارہا ہے معلوم نہیں زندہ لوٹے یا شہید ہو جائے۔ اس لئے بھائی کا کہنا کرو۔"

سلومی :۔ "کیا تم بھی مجھے چھوڑ جاؤ گے۔"

زیاد :۔ "اگر خدا کو یہی منظور ہے تو اس کی مرضی پوری ہوگی لیکن ہو سکتا ہے کہ ہم فتح یاب ہو کر آئیں۔ وعدہ کرو کہ اب غم نہ کرو گی۔

سلومی :۔ "میں وعدہ کرتی ہوں۔ ایک تمہارا سہارا تھا وہ بھی ٹوٹ رہا ہے۔"

زیاد :۔ سہارا صرف خدا کا ہوتا ہے۔ اسی کا سہارا لو۔ انشاء اللہ اس کا سہارا کبھی نہ ٹوٹے گا۔

سلومی :۔ "اسی کا سہارا لوں گی ...... مسلمانوں کے خدا کا"

زیاد :۔ "کیا کہا تم نے۔"

سلومی :۔ "مجھے مسلمان کرتے جاؤ۔"

زیاد :۔ "تم نے سوچ لیا ہے۔"

سلومی :۔ "اچھی طرح سوچ لیا ہے۔ مسلمانوں کا دین سچا دین ہے۔ اور

مسلمانوں کا خدا سچا ہے۔

زیاد :۔ خدا کا شکر ہے تم نے حقیقت کو پالیا ہے۔

انہوں نے اسے مسلمان کرلیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ مسلمان ہونے میں کچھ جھنجھٹ کرنے پڑیں گے لیکن وہ حیران رہ گئی جب زیاد نے اسے کلمہ شہادت **اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ** یعنی گواہی دیتی ہوں میں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پڑھا کر مسلمان کرلیا۔ اس نے زیاد کے لائے ہوئے پھل کھائے اور جب زیاد روانہ ہوئے تو اس نے ہاتھ اٹھا کر ان کی سلامتی کی دعا مانگی۔

(۳۳)

اصبغ بن وبکیل اپنا لشکر لے کر بڑی تیزی سے مائی نیوکا کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مسلمان مائی نیوکا میں محصور ہوئے تھے۔ اس وقت سے ان شہروں اور قلعوں کے عیسائی جو مزار اور مائی نیوکا کے درمیان تھے اور جنہیں مسلمانوں نے فتح کرلیا تھا اور جو مسلمانوں کے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو گئے تھے وہ سب باغی ہو کر مسلمانوں کو نقصان اور اذیت پہنچانے لگے تھے۔

مگر جب اصبغ نے اس طرح سے لشکر کشی کی تو وہ ابن الوقت پھر رام ہونے لگے پھر مسلمانوں کا دم بھرنے لگے پھر اطاعت گزار اور فرمانبردار بن گئے۔ اس لئے انہوں نے ہر شہر اور ہر قلعہ میں کئی کئی معزز آدمی بطور یرغمال لے لئے۔ تاکہ اگر وہ پھر باغی ہو جائیں تو ان کے عوض ان معزز لوگوں کو قتل کردیا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ کسی شہر یا کسی ملک کے معزز لوگ ہی بانی فساد ہوتے ہیں وہ اپنا فائدہ دیکھتے ہیں عوام سادہ لوح ہوتے ہیں۔ وہ معزز لوگوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ معزز لوگ چاہیں تو عوام کو گمراہ کردیں۔ چاہیں تو راہ راست پر ڈال دیں۔ مغ کا لشکر آنے سے سسلی میں پھر مسلمانوں کی دھاک بیٹھنے لگی۔ آخر ان کا لشکر اس عظیم الشان لشکر کے سامنے پہنچ گیا جو زہیر اور ان کے ہمراہیوں کا شہر مائی نیوکا میں محاصرہ کئے ہوئے تھے یہاں وہ اسلامی دستے جو زہیر کی اطلاع پر ان کی مدد کے لئے آئے تھے مگر سب عیسائی لشکر دیکھ کر ان تک نہ پہنچ سکے تھے اور اوھر [illegible] رہتے تھے۔ اصب

پس گئے۔

ادھر زبیر اور ان کے ساتھیوں کو اصبغ کے آنے کی اطلاع نہیں ہوئی تھی۔ عیسائیوں کا زبردست لشکر ان کے اور اصبغ کے درمیان حائل تھا..... وہ سروں سے کفن باندھ کر نکلے اور عیسائیوں نے انہیں دیکھا وہ یہ سمجھے کہ انہیں نئے اسلامی لشکر کے آنے کی اطلاع ہوگئی ہے۔ فوراً" تھیوڈوش کو اطلاع کی گئی کہ زبیر حملے کے قصد سے نکلے ہیں۔ اسے معلوم تھا کہ زبیر کے ساتھ بہت تھوڑے مسلمان ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ بیس ہزار لشکر زبیر کا مقابلہ کرے۔ اور تیس ہزار سپاہ اصبغ پر حملہ کرے۔ عیسائی لشکر پچاس ہزار تھا۔ چنانچہ بیس ہزار مسلح ہو کر زبیر کے مقابلے میں آگیا اور تیس ہزار اصبغ پر حملہ آور ہوا ۔ اصبغ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے اور زبیر کے ساتھ پانچ ہزار ہی تھے۔

جس لشکر نے زبیر پر حملہ کیا اس کے ساتھ تھیوڈوش بھی تھا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ زبیر اور اس کے ساتھیوں کا جلد خاتمہ کرکے وہ بھی اصبغ کے لشکر پر حملہ کرے گا۔ زبیر اور ان کے ہمراہیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ عیسائی فوجوں کی صفوں کی دیواریں ان کے سامنے حائل ہو گئیں انہوں نے پرزور حملے کر کے ان دیواروں میں رخنے ڈالنے شروع کیے۔ اور عیسائی جانبازوں کو قتل کر کے ان کی صفوں میں گھس گئے۔

عیسائیوں نے بھی بڑی جوانمردی سے حملہ کیا وہ انہیں روکنے اور مار مار کر پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگے ان کی تلواریں بھی مسلمانوں کو قتل و زخمی کرنے لگیں مسلمانوں نے پیچھے ہٹنے کے لئے حملہ نہیں کیا تھا۔ وہ قتل ہو رہے تھے زخمی ہو رہے تھے مار رہے تھے اور بڑھ رہے تھے۔ زبیر نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے ان کی تلوار موت کا فرشتہ بن گئی تھی۔ جس طرف حملہ کرتے تھے دشمنوں کو کائی کی طرح پھاڑ دیتے تھے ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو ضرور قتل کر ڈالتے تھے۔ ان کے جلو میں ڈہائی سو مجاہدین تھے ان میں سے صرف پچاس سوار تھے اور دو سو پیادے جس طرف زبیر حملہ کرتے تھے اسی طرف وہ حملہ کرتے تھے اور جس طرف وہ حملہ آور ہوتے تھے ادھر لاشوں پر لاشیں ڈال دیتے تھے۔ ہر مسلمان موت کی لڑائی لڑ رہا تھا۔ بڑی قوت اور بڑی پھرتی سے حملہ کرتا تھا۔ ان کی تلواریں تیزی سے اٹھ اور جھک رہی تھیں اور سب خون میں ڈوبی ہوئی تھیں ایسی تیز اور آبدار تھیں کہ زرہوں کو توڑ کر

جسموں کو کاٹ ڈالتی تھیں عیسائی شور کر رہے تھے اور بڑی دلیری سے حملے کر کے مسلمانوں کو مار کر بھگا دینا یا قتل کر ڈالنا چاہتے تھے۔ لیکن مسلمان جیسے لوہے کے بن گئے تھے۔ بڑی مشکل سے اکا دکا مرتے تھے اور مرتے مرتے بھی ایک، دو کو ساتھ لے مرتے تھے۔

تھیوڈوش ابھی تک قلب میں کھڑا اپنے سپاہیوں کو للکار للکار کر جوش دلا رہا تھا اور ماتحت افسروں کے پاس پیغام بھیج رہا تھا۔ انہیں زیادہ سرگرمی زیادہ قوت اور زیادہ پھرتی سے حملے کرنے کی ترغیب دے رہا تھا افسر سپاہیوں کو للکار رہے تھے۔ سپاہی جوش اور طیش میں آ آکر بڑھ رہے تھے۔ مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے مگر جب مسلمان ان کے وار ڈھالوں پر روک کر خود حملہ آور ہوتے تھے تو بیچارے کٹ کٹ کر گر پڑتے تھے۔ اور بچے کچے پیچھے ہٹنے لگتے تھے۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کی کئی صفیں الٹ دی تھیں۔ اور ہر صف کے بیشمار سپاہیوں کو مار ڈالا تھا۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ خون کا دریا بہا دیا تھا۔ جگہ جگہ انسانی اعضا کٹے پڑے تھے اور ہاتھ پیر اور سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ عیسائیوں کا شور' زخمیوں کی چیخ و پکار' تلواروں کی کھٹاکھٹ اور گھوڑوں کے ہنہنانے سے شور قیامت برپا تھا۔ مسلمان بھی کبھی کبھی اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر اس شور کو اور بڑھا دیتے تھے۔ خون آلودہ تلواریں اٹھ رہی تھیں ہاتھ اور سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے لاشوں سے خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے مشکیزے کھل گئے ہوں۔ منظر نہایت ہی ہولناک ہوگیا تھا۔ لیکن دو فریق برابر مار کاٹ میں مشغول تھے۔

پیادہ مسلمان جب کسی سوار کو مار ڈالتے تھے تو جلدی سے گھوڑا پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتے تھے۔ اس طرح تقریباً" ایک ہزار مسلمان پیدل سوار بن گئے تھے جو مسلمان پیدل رہ گئے تھے وہ سواروں پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ اس فکر میں تھے کہ انہیں مار کر ان کے گھوڑے حاصل کرلیں۔ جن مسلمانوں کو گھوڑے مل گئے تھے وہ بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ اور پیادہ مسلمان عیسائی سواروں کو تاک تاک کر مار رہے تھے۔ اور ان کے گھوڑوں پر سوار ہو جاتے تھے۔

زیاد کے ساتھ پچیس پیدل تھے۔ صرف ان کے پاس گھوڑا تھا وہ ان کے ساتھی

بھی شہید ہو گئے تھے ان کے ہمراہیوں نے مقتول عیسائیوں کے گھوڑے پکڑ لئے تھے اور اب ان پر سوار ہو گئے تھے۔

زیاد صفوں کو زیر و زبر کرتے قلب کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے تھیوڈوٹس کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جو عیسائی ان کا مقابلہ کرتے وہ اور ان کے ساتھی انہیں قتل کر کے راستہ نکال لیتے تھے۔ آخر زیاد تھیوڈوٹس کے پاس پہنچ گئے۔ اور انہوں نے اس رسالہ پر اس سختی سے حملہ کیا کہ سارا رسالہ جنبش میں آگیا۔ ان کے ہمراہیوں نے کئی سواروں کو قتل کر ڈالا۔ زیاد نے بھی دو عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اب وہ تھیوڈوٹس کے سامنے پہنچ گئے۔ انہوں نے للکار کر کہا۔

"او دغاباز! سنبھل فیمی کا انتقام لینے کے لئے زیاد آپہنچا۔"

تھیوڈوٹس بڑا قوی ہیکل انسان تھا۔ وہ زیاد پر حملہ آور ہوا۔ زیاد نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ اس کی تلوار نے ان کی ڈھال پھاڑ ڈالی۔ زیاد ڈر گئے۔ مگر انہوں نے فوراً ہی بڑی پھرتی اور نہایت قوت سے حملہ کیا۔ تھیوڈوٹس نے بھی ڈھال کو سامنے کردیا۔ مگر زیاد کی تلوار ڈھال سے رگڑتی شانہ پر پڑی اور چاندی کی زنجیریں کاٹ کر اس کا سر اڑا گئی۔ تھیوڈوٹس ہولناک چیخ مار کر گرا۔ زیاد نے جلدی سے اتر کر خنجر سے ان کا سر کاٹا اور نیزہ پر چڑھا کر کہا۔ "عیسائیو! اپنے سپہ سالار کا سر دیکھو۔ اب بے فائدہ لڑ کر کیوں جانیں دیتے ہو۔

عیسائیوں نے جب تھیوڈوٹس کا سر دیکھا تو انہیں غصہ آگیا۔ انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا۔ یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ مسلمان کافی دور تک پیچھے ہٹتے چلے گئے..... مگر وہ سنبھلے' انہوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا۔ اور اس جوش سے حملہ کیا کہ عیسائیوں کو دباتے اور ہٹاتے چلے گئے۔ عیسائیوں نے بھی رکنا اور سنبھلنا چاہا۔ مگر مسلمانوں نے سنبھلنے ہی نہ دیا۔ متواتر حملے کرتے اور ہٹاتے چلے گئے آخر عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے وہ بھاگے۔

دوسری طرف سے اصبغ نے بھی عیسائیوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ دونوں طرف کے عیسائی بھاگ کر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے اور اس ٹکر سے سینکڑوں عیسائی کچلے گئے۔ اب ایک طرف سے زہیر نے اور دوسری طرف سے اصبغ نے پرزور حملے کر کے بیشمار عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب عیسائیوں کو معلوم ہوا کہ دونوں طرف

انہیں ہی شکست ہوئی تو گھبرا کر ایک طرف کو بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کردیا۔ شام تک وہ انہیں مارتے کاٹتے اور گرفتار کرتے رہے۔ جب عیسائیوں سے میدان صاف ہو گیا۔ تب زہیر نے گھوڑے سے اتر کر سجدہ شکر ادا کیا۔ جب وہ سجدہ کر کے گھوڑے پر سوار ہوئے تو پندرہ مسلمان آئے جو اصبغ کو ساتھ لائے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح وہ سمندر کے کنارے پر پہنچے اور کیسے اصبغ ان کی مدد کے لئے آئے۔ اور زہیر اصبغ کی ملاقات کے لئے چلے۔ دونوں سردار بڑی گرم جوشی سے ملے۔ زہیر نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

مال غنیمت اکٹھا کیا گیا۔ بے شمار دولت اور ساز و سامان اور غلہ ہاتھ آیا۔ رات کو مسلمانوں نے وہیں قیام کیا اور صبح کو اصبغ رخصت ہونے لگے۔ زہیر نے انہیں مال غنیمت دینا چاہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ زہیر نے اصرار کیا۔ آخر بڑی مشکل سے وہ ایک ہزار عیسائی قیدی لے گئے اور یہ عظیم الشان فتح ماہ جمادی الاخر ۲۱۵ھ میں حاصل ہوئی۔

اور خاتون خاموش ہو گئیں۔

(۴۴)

کچھ توقف کے بعد خاتون نے پھر بیان کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے کہا۔ زیاد نے تھیوڈوٹس کا سر سلومی کے پیروں میں لا ڈالا۔ اور کہا (ا) صفیہ (سلومی کا اسلامی نام صفیہ رکھا گیا تھا۔ یہ تمہارے دشمن کا سر ہے۔"

صفیہ خوش ہو گئی۔ اس نے کہا خدا کا شکر ہے جس ظالم نے مجھے برباد کیا۔ آج وہ بھی برباد ہو گیا۔ بھائی جان تم نے انتقام لے لیا۔ اب انشاء اللہ میرے دل کو تسکین ہو جائے گی۔ لیکن روز کی نظر بھی سر پر پڑ گئی۔ اس نے چیخ مار دی۔ صفیہ نے جلدی سے اسے گود میں اٹھا کر سینہ سے لگا لیا۔ زیاد نے سر الگ کر دیا انہوں نے کہا مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے روز کا خیال نہ کیا۔ بچی ڈر گئی۔

صفیہ:۔ "کوئی بات نہیں۔"

زیاد:۔ بات کیسے نہیں وہ تو اس بات کی عادی ہو گئی ہے کہ جب میں آؤں اس کے

---

[۱] اب ہم آئندہ سلومی کو صفیہ ہی لکھیں گے

لئے کچھ لاؤں۔ وہ کھائے اور خوش ہو۔ بات یہ ہے کہ خوشی میں مجھے یہ خیال ہی نہیں رہا۔ میں اس خونخوار درندہ تھیوڈوٹس کو جب دیکھا تو جوش سے میرا خون کھولنے لگا۔ میں نے اس پر حملہ کیا۔ مگر اس نے حملہ میں سبقت کی۔ اس کی تلوار نے میری ڈھال پھوڑ ڈالی۔ مجھے خوف ہوا کہ وہ ضرور مجھے مار ڈالے گا۔ کیونکہ میرے پاس زرہ نہیں تھی۔ لیکن میں نے اسے دوسرا حملہ نہیں کرنے دیا۔ خود ہی حملہ کیا میری تلوار کاری پڑی۔ اس کی شانے کی چاندی کی زنجیریں کاٹ کر سر اڑا گئی۔ میں نے اسی وقت گھوڑے سے اتر کر خنجر سے سر کاٹا اور نیزہ پر اٹھا لیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میں نے اپنے دوست کا انتقام لے لیا۔

صفیہ :۔ اب مجھے صبر آجائے گا۔ تھیوڈوٹس کا سر دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔ زیاد نے زمرد کا ایک ہار نکال کر روز کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ یہ مجھے مال غنیمت میں سے حصہ ملا ہے۔ آج روز کو یہی دیتا ہوں۔"

صفیہ :۔ "نہیں ایسا نہ کیجئے۔ یہ ہار بڑا قیمتی ہے اسے اپنی کسی عزیزہ کو دینا۔

زیاد روز سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔

صفیہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اس نے کہا۔ تم کتنے اچھے ہو۔"

زیاد چلے آئے۔ مسلمان اس مقام پر پندرہ روز سے زیادہ مقیم رہے انہیں خیال تھا کہ عیسائی عارضی طور پر شکست کھا کر بھاگے ہیں ان کے پاس اب بھی بے شمار لشکر ہے بے حد دولت ہے۔ وہ اپنی حالت درست کر کے پھر حملہ کریں گے۔ لیکن عیسائیوں کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں کہ وہ دور ہی سے عباؤں والوں کو دیکھ کر ہول جاتے تھے۔

دراصل مائی نیوکا میں مسلمانوں کو جو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اس سے ان کا رعب و خوف عیسائیوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔ وہ ایسے بھاگے کہ انہوں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ اس معرکہ میں زہیر اور اصبغ کے ساتھیوں میں سے پونے تین سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔ عیسائی سترہ ہزار سے زیادہ مارے گئے اور پانچ ہزار زہیر نے افریقہ بھیج دیئے۔ ان غلاموں کو افریقیہ بھیجنے کے لئے زہیر نے اصبغ سے چند جہاز مستعار لئے تھے۔ زہیر نے یہاں کے تمام حالات کی ایک مفصل رپورٹ امیر زیادۃ اللہ کی خدمت میں بھیجی اور ان سے مدد طلب کی۔

عیسائی مائی نیوکا سے بھاگ کر کچھ تو سرقوسہ میں چلے گئے۔ اور کچھ پلرمو میں وہ جس طرف بھی گزرے اس علاقے کے عیسائیوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرتے چلے گئے اس سے اس نواح کے عیسائیوں پر برا اثر پڑا وہ گھبرا ے انہیں خوف ہوا کہ کہیں مسلمان حملہ نہ کردیں۔ بزدل قسم کے آدمی وہاں سے بھاگ گئے۔ زہیر نے اب سب سے پہلے ان شہروں اور قلعوں کا رخ کیا۔ جنہیں پہلے مسلمانوں کے چلے آنے کی وجہ سے ان کے باشندے باغی ہو گئے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کا رعب و خوف طاری ہو چکا تھا۔ اس لئے جس قلعہ اور جس شہر میں مسلمان پہونچے وہاں کے لوگوں نے معمولی طور پر مقابلے کرنے کے بعد اطاعت اختیار کرلی۔ زہیر جن شہروں اور قلعوں کو فتح کرتے جاتے تھے وہاں پندرہ پندرہ بیس روز ٹھہر کر اس کا ایسا مکمل نظام کرتے جاتے کہ پھر ان کے باغی ہونے کا امکان باقی نہیں رہتا۔ اس طرح فتوحات کرتے اور مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرتے انہیں تقریبا" دو سال ہو گئے وہ فتح کرتے ہوئے پلرمو کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پلرمو جزیرہ سسلی کا صدر مقام تھا اور پلرمو ہی کے نام کا ایک صوبہ تھا۔ اور شہر پلرمو اس کا دارالصوبہ بھی تھا۔ یہ شہر حضرت عیسیٰ سے بھی پہلے آباد ہوا تھا۔ جب سے آباد ہوا جزیرہ سسلی کا صدر مقام رہا۔ یہ شہر مستقل طور پر آباد تھا اس کی فصیل نہایت مضبوط تھی اس کے چاروں طرف بارہ دروازے تھے۔ اور ہر دروازے کے دونوں طرف دو دو برج تھے وہ ایسی اچھی جگہ آباد تھا کہ قدرتی طور پر بھی اس کی حفاظت ہوتی تھی۔

مسلمانوں کا رخ اب اسی شہر کی طرف تھا۔ وہ اس مشہور مقام کو فتح کرنا چاہتے تھے۔ عیسائی ان کے اس ارادہ کو سمجھ گئے تھے۔ انہوں نے اس شہر کی فصیل کی مرمت کرنی شروع کر دی تھی۔ فوجیں اور سامان جنگ اور رسد بھاری تعداد میں وہاں جمع کرنے لگے تھے اب عیسائی اس مشہور شہر پر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ستر ہزار (۱) سپاہی وہاں جمع کر دیئے تھے۔

اب روز کا نام جمیلہ رکھ دیا گیا تھا۔ اب اس کی عمر تین سال سے زیادہ ہو گئی تھی وہ مینا کی طرح چہکنے اور میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگی تھی۔ زیاد کو ابا جان کہتی۔

لہ اخبار اندلس کی جلد سوم صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے کہ ستر ہزار لشکر پلرمو میں جمع کیا گیا تھا۔

حالانکہ کئی مرتبہ زیاد نے اور صفیہ نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ ابا جان نہیں بلکہ ماموں جان ہیں۔ وہ اس وقت تو اقرار کرلیتی کہ ماموں جان ہی کہا کرے گی مگر ذرا سی ہی دیر میں اس اقرار کو بھول جاتی۔ اور پھر ابا جان کہنے لگتی۔

زیاد کو اس سے اور اسے زیاد سے بڑی محبت ہوگئی تھی۔ صفیہ اب زیاد کے پاس ہی رہنے لگی تھی۔ وہ اسلامی لشکر کے ساتھ ساتھ رہتی تھی جب سے تھیوڈوٹس کو زیاد نے قتل کیا تھا۔ اس وقت سے اس کے دل کو بڑی حد تک تسکین ہوگئی تھی اور اب اس کا سارا وقت جمیلہ کی دیکھ بھال میں گزرتا تھا۔ وہ نماز پابندی کے ساتھ پڑھتی تھی نہایت سادہ لباس پہننے لگی تھی۔ زیاد کے حصے میں کئی غلام اور کئی کنیزیں آئی تھیں۔ انہوں نے ایک غلام اپنے لئے رکھ لیا تھا اور باقی غلام اور کنیزیں صفیہ کی نذر کردی تھیں۔ نیز مال غنیمت میں سے جو کچھ انہیں ملتا وہ صفیہ کو دیدیتے وہ چاہتے تھے کہ صفیہ ایک دولتمند کی بیٹی اور بیوی ہے عیش و عشرت اور ناز و نعم میں پلی بڑھی ہے اسی شان سے رہے کہ جس شان سے اب تک رہتی رہی ہے۔ لیکن اب صفیہ پر اسلامی رنگ چڑھ گیا تھا۔ وہ تمکنت کو پسند نہ کرتی تھی اور نہایت سادہ طور پر رہتی تھی۔ کنیزوں اور غلاموں سے کم کام لیتی تھی۔ جمیلہ سے تمام غلام اور ساری کنیزیں محبت کرتی تھیں جوں جوں وہ بڑی ہوتی جاتی تھی اس کی باتیں اور بھی پیاری ہوتی جاتی تھیں۔“

جب پلرمو کا نواحی علاقہ فتح ہوگیا تو زہیر نے اعلان کردیا کہ وہ اب پلرموں کا محاصرہ کریں گے۔ حالانکہ ان کے ساتھ لشکر بہت کم تھا اور انہیں یہ بات بھی معلوم تھی کہ پلرمو میں عیسائیوں کا لشکر ستر ہزار ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا خیال نہیں کیا۔ اتفاق سے جس روز انہوں نے پلرمو کی طرف بڑھنے کا اعلان کیا۔ اس روز دو ہزار مجاہدین اسلام افریقیہ سے آگئے اور انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ عنقریب بھاری لشکر ان کی مدد کے لئے آنے والا ہے۔ اور اس دستہ کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی آئے تھے۔ اور جو مجاہدین زہیر کے ساتھ تھے ان کے بھی بیوی بچے آگئے تھے ان کے آنے سے لشکر گاہ میں بڑی رونق ہوگئی تھی۔

صفیہ اور جمیلہ کو ان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ ہر ایک اپنے ہم جنس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے وہ بھی خوش ہوئی تھیں اور صفیہ خواتین اسلام میں ایسی گھل مل گئیں جیسے وہ پشتی مسلمان ہوں۔ تمام عورتوں اور لڑکیوں= کو ان سے ہمدردی اور محبت ہوگئی تھی۔

زہیر نے پلرمو کی طرف کوچ کردیا۔ ایک روز ایک پہاڑی مقام پر لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ زیاد جمیلہ سے باتیں کر رہے تھے۔ صفیہ پاس ہی بیٹھی تھی۔ جمیلہ نے کہا۔ ابا ابا۔ وہ چڑیا۔

زیاد نے کہا ابا نہیں ماموں جان کہو۔ جمیلہ نے کہا۔ نہیں ابا۔ صفیہ نے چشم نمائی کرتے ہوئے کہا۔ ابا نہیں جمیلہ۔ ماموں جان۔ جمیلہ کو گویا ضد ہوگئی تھی۔ اس نے کہا نہیں ابا جان۔ ہرچند زیاد اور صفیہ نے اس سے کہا۔ لیکن اس نے ماموں جان نہ کہا۔ بچوں کو جب ضد ہو جاتی ہے تو پھر وہ کسی کا کہنا بھی نہیں سنتے۔ جمیلہ بھی ابا جان ہی کہتی رہی۔ زیاد نے کہا۔ اچھا بھئی جو تیری سمجھ میں آئے کہہ۔ یہ سنتے ہی جمیلہ کی ضد جاتی رہی۔ اس نے کہا۔ ”ماموں جان۔“ زیاد اور صفیہ ہنس پڑے۔

خاتون خاموش ہوگئیں۔ جیسے کچھ سوچنے لگی ہوں۔

(۳۵)

خاتون نے بیان کرنا شروع کردیا۔ چونکہ مسلمان پلرمو کی طرف بڑھ رہے تھے اور پلرمو سسلی کا صدر مقام تھا۔ اس لئے تمام عیسائیوں کی نگاہیں اس طرف لگ گئیں۔ جو استحکام اور انتظام وہ پلرمو کا کرسکتے تھے انہوں نے کرلیا تھا۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ تھیوفلس نے تجربہ کار افسر اور جہاندیدہ سپاہی بھیج دیئے تھے۔ سرقوسہ اور دوسرے مقامات سے دلیر اور جنگجو فوجیں پلرمو کو بچانے کے لئے آگئی تھیں۔ انہوں نے مورچے قائم کرلئے تھے۔ اور فصیل پر دیدبان بٹھا دیئے تھے۔ تاکہ وہ دیکھتے رہیں کہ اسلامی لشکر کب آتا ہے اور کہاں فروکش ہوتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے جاسوس بھی مقرر کردیئے تھے۔ مگر یہ جاسوس مسلمانوں سے ڈر گئے تھے۔ اسلامی لشکر کے قریب نہیں جاتے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ

کس قدر اسلامی لشکر ہے۔ لیکن چونکہ پلرمو کے گورنر کو اطلاعیں دینی ضروری تھیں۔ اس لئے جھوٹی سچی خبریں بھیجتے رہتے تھے اور اس وقت تک جب تک پلرمو کے قریب پہونچے اسلامی لشکر کی تعداد آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ مگر جاسوسوں نے گورنر پلرمو کو پندرہ ہزار سے بھی زیادہ بتائی۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان پلرمو کے سامنے جا کر ٹھہرے تو عیسائیوں کو ان پر حملہ کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔

مسلمانوں نے بھی فوراً ہی حملہ نہیں کردیا۔ کیونکہ انہیں یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ منتخب عیسائی لشکر ستر ہزار سے زیادہ پلرمو میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ قلعہ کی فصیل نہایت مضبوط ہے۔ انہوں نے دوسرے روز شہر کی ناکہ بندی کردی۔

عیسائی دیکھتے رہے ان کے پاس رسد کافی تھی۔ نیز سامان جنگ بہت زیادہ تھا۔ لشکر کی بھی بھاری تعداد تھی اس لئے اس ناکہ بندی سے انہیں کوئی فکر نہیں ہوا۔ اگر انہیں اسلامی لشکر کی صحیح تعداد کا علم ہو جاتا تو وہ یقیناً حملہ کردیتے اور اس وقت ممکن تھا کہ مسلمان ایک مرتبہ اور مشکلات میں پھنس جاتے۔ زہیر کو اس لشکر کا سپہ سالار سپاہیوں اور افسروں نے منتخب کیا تھا۔ لیکن جب سسلی کا بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تو قیروان سے امیر زیادۃ اللہ نے اپنے چچیرے بھائی ابوالنصر محمد بن عبداللہ بن اغلب کو سسلی کا گورنر یعنی اپنا نائب السلطنت مقرر کر کے بھیجا۔ اور ان کے ساتھ بیس ہزار سپاہی تین سو بڑی کشتیوں میں سوار کر کے روانہ کئے۔ ابوالنصر محمد عبداللہ نے سسلی کے ساحل پر اتر کر تھوڑا تھوڑا لشکر پلرمو کی طرف بھیجنا شروع کیا۔ اس لشکر کے آنے سے مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی۔ اور عیسائی جاسوسوں نے پلرموں کے گورنر کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کا بھاری لشکر بندر مزار پر آگیا ہے۔ اور وہاں سے تھوڑا تھوڑا پلرموں بھیجا جارہا ہے۔ گورنر پلرمو نے فوجی افسروں سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ ابھی سب لشکر یہاں نہیں آیا ہے اگر سارے مسلمان آگئے تو ان کا مقابلہ دشوار ہو جائے گا۔ مناسب یہ ہے کہ اس لشکر کے آنے سے پہلے مسلمانوں پر ایک ضرب لگائی جائے۔ چونکہ مسلمان غافل ہیں اس لئے ممکن ہے کہ اس ہمارے حملہ کی تاب نہ لاسکیں اور شکست کھا کر بھاگ جائیں۔ چنانچہ یہی رائے قرار پا گئی کہ اگلے روز تمام دروازوں سے فوجیں نکلیں اور نہایت سختی سے

مسلمانوں پر حملہ کردیں۔

مسلمان ناکہ بندی کر کے غافل نہیں ہوگئے تھے۔ وہ ہر وقت ہوشیار اور مستعد رہتے تھے۔ انہیں یہ خیال تھا کہ کسی رات کو عیسائی ضرور شب خون ماریں گے۔ اس لئے وہ رات کو ایک طلایہ گرد دستہ مقرر کردیتے تھے۔ اور دن میں بھی ہوشیار رہتے تھے۔

مسلمان صبح کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ انہیں پلرمو کے پھاٹک کھلتے اور عیسائیوں کے سیلاب کو اس میں سے نکلتے دیکھا۔ فوراً پکارنے والوں نے اسلامی لشکر میں پکار دیا۔ النفیر النفیر یا انصار الدین۔ یعنی دین کے مددگارو چلو چلو۔

مسلمان جلدی سے اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور جلد جلد مسلح ہونے لگے۔ زہیر نے ڈھائی ڈھائی سو آدمی تو راستوں کی حفاظت پر رہنے دیئے۔ باقی سب لوگوں کو ایک طرف کھلے ہوئے میدان میں جمع کرلیا۔ عیسائی بھی اسی طرف پہونچ گئے۔ انہوں نے میمنہ میسرہ اور قلب قائم کئے۔ مسلمان پہلے ہی اپنا لشکر ترتیب دے چکے تھے۔ اس وقت عیسائیوں نے دیکھا مسلمان انہیں بہت ہی کم نظر آئے۔ بات یہ تھی کہ جب تک مسلمان قلعہ کے سامنے پھیلے ہوئے رہے تو عیسائیوں کو ان کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی رہی اور جب وہ سمٹ کر ایک جگہ آگئے تو جو ان کی اصلی تعداد تھی وہی معلوم ہوئی۔

عیسائیوں نے ہر طرف سے یلغار کردی۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مسلمان ان کا حملہ نہ سہار سکیں گے پہلے ہی ریلے میں منتشر ہو جائیں اور پھر یا تو وہ سب مارے جائیں گے یا بھاگ جائیں گے۔

لیکن جب عیسائیوں نے ان پر حملہ کیا اور انہوں نے دلیری اور استقلال سے بڑی جوانمردی کے ساتھ ان کے حملہ کو روکا تو انہیں طیش آگیا۔ انہوں نے تلواروں کا مینہ برسادیا۔ مسلمانوں نے ڈھالوں پر ان کی تلواریں روکیں۔ کئی مسلمان زخمی ہوگئے۔

زخم خوردہ مسلمانوں کو جوش آگیا۔ انہوں نے جوابی حملہ کر کے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ عیسائیوں کو بھی غصہ آیا۔ انہوں نے اور بھی تیزی سے حملے شروع کئے۔ کئی

مسلمان شہید ہوگئے۔ اب فریقین جوش و غضب میں بھر گئے اور بڑی دلیری اور پھرتی سے لڑنے لگے۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی تلواریں جلد جلد جھکنے اور اٹھنے لگیں۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے خون کے فوارے ابل پڑے صاف و شفاف تلواریں خون اگلنے لگیں۔ مسلمان عیسائیوں کو اور عیسائی مسلمانوں کو مار مار کر ہٹانے لگے۔ صفیں ٹوٹ گئیں ایک فریق دوسرے فریق کی صفوں میں گھس گیا اور جو جس جگہ پہونچ گیا وہیں لڑنے لگا۔ جنگ کی آگ بھڑکنے لگی۔ عیسائیوں کا قاعدہ تھا کہ شور و غل مچایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس قدر شور کیا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ مسلمان خاموشی سے لڑ رہے تھے وہ اپنی ساری قوت پرزور حملوں میں صرف کر رہے تھے۔ نہایت جانبازی سے لڑ رہے تھے اور بڑے استقلال سے اپنے سے دس گنا دشمنوں کے مقابلہ میں پامردی کے ساتھ جمے ہوئے تھے۔

زیاد اور زہیر ہم عناں تھے۔ مائی نیوکا کے مقام پر جو دلیری زیاد نے کی تھی اور تھیوڈوٹس کا سرکاٹا تھا۔ اس کارنامہ کی وجہ سے ان کی ترقی ہوگئی تھی اور وہ نائب امیر عسکر یعنی نائب سپہ سالار ہوگئے تھے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اس نعرہ کو سن کر مسلمانوں کو ہوش سا آگیا۔ ان کی آنکھیں سی کھل گئیں اور سب نے سنبھل کر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا۔ اس مبارک نعرہ نے ان کے دلوں میں جوش بھر دیا۔ انہوں نے اس زور سے حملہ کیا جیسے وہ تازہ دم ہوگئے ہوں اور انہوں نے بڑی پھرتی سے حملے کر کے عیسائیوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ خون کے دریا بہا دیئے عیسائیوں کی کئی صفیں کھول دیں' کئی افسروں کو مار ڈالا۔

عیسائیوں نے ان کا حملہ روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جمنا اور سنبھلنا چاہا لیکن نہ سنبھل سکے۔ مسلمانوں نے انہیں بہت پیچھے دھکیل دیا کچھ دور جا کر عیسائی رکے اور بڑی سختی سے حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کے حملوں کو روک لیا۔ اور جوابی حملے شروع کردیئے۔

عین اس وقت دو ہزار مسلمانوں کا ایک دستہ نمودار ہوا۔ انہوں نے دور ہی سے جنگ ہوتے دیکھ لی۔ وہ تیزی سے جھپٹے قریب آکر انہوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا اور دوڑ کر حملہ کردیا۔ ان کے آنے سے مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ انہوں نے

بھی بڑے زور سے حملہ کردیا۔ اسلامی جانبازوں کی تلواروں نے عیسائیوں کا ستھراؤ کردیا۔ لاشوں پر لاشیں بچھا دیں۔ عیسائیوں کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ پسپا ہونے لگے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر اور سختی سے حملہ کیا۔ عیسائی بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے بیدریغ انہیں قتل کرنا شروع کردیا۔ اور مارتے کاٹتے فصیل کے قریب تک ان کے پیچھے لگے چلے گئے۔

عیسائی پھاٹکوں میں گھسنے لگے لیکن پھاٹک تنگ تھے ایک دم تمام عیسائی قلعہ میں نہیں گھس سکتے تھے۔ مسلمانوں نے پچھلے عیسائیوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔ آخر عیسائی قلعہ میں گھس گئے ۔ اس معرکہ میں ان کے اکیس ہزار آدمی مارے گئے۔ مسلمان چار سو سے کچھ زیادہ شہید ہوئے۔

مسلمان فتح کے نعرے لگاتے واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے میدان جنگ میں جا کر شہیدوں کی لاشیں جمع کیں۔ ان کے جنازے کی نماز پڑھی اور گہرے گڑھے کھود کر دفن کردیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے عیسائیوں کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اپنی لاشوں کو دفن کردیں۔ اول تو عیسائیوں نے سوچا کہ لاشیں نہ اٹھائیں لاشوں کے سڑنے سے ہوا خراب ہو جائیگی اور مسلمانوں میں وبا پھیل جائے گی۔ لیکن سنجیدہ لوگوں نے کہا کہ اس سے لاشوں کی بے حرمتی ہوگی۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس کا اثر سپاہیوں پر برا پڑے گا اور وہ لڑنے سے انکار کردیں گے۔ اس بات کو سب نے مان لیا اور انہوں نے مسلمانوں سے اپنے مردوں کو دفن کرنے کی اجازت لی۔ اور عارضی التوائے جنگ ہوگیا۔

کئی ہزار عیسائیوں نے قلعہ سے باہر نکل کر گڑھے کھودے۔ لاشیں دفن کیں اور واپس چلے آئے۔ چونکہ اس معرکہ میں عیسائیوں کی بھاری تعداد ماری گئی اس لئے ان پر اور بھی مسلمانوں کا رعب طاری ہوگیا۔

خاتون خاموش ہوگئیں۔

مسلمانوں نے پھر پلرمو کا محاصرہ کرلیا اور اس سختی سے ناکہ بندی کی کہ قلعہ تک جاسوسوں کا پہنچنا بھی مشکل ہوگیا۔ نہ قلعہ والوں کو باہر والوں کی کچھ خبر رہی اور نہ باہر والوں کو قلعہ والوں کا کچھ حال معلوم ہوسکا۔ نہ قلعہ والوں کو پھر میدان میں نکل کر لڑنے کی جرات ہوئی۔ وہ دنیا سے الگ تھلگ مدد کی امید میں قلعہ کے اندر محصور رہے۔ تھیوفلس نے جہاں تک وہ مدد کرسکتا تھا' مدد کی۔ کئی لشکر بھیجے ان لشکروں کی تیاری میں کافی روپیہ خرچ کیا۔ لیکن اتنے خرچ اور اتنے آدمیوں کی قربانی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ عیسائیوں نے ہر معرکہ میں شکست کھائی ان کے تجربہ کار اور بڑے بڑے افسر مارے گئے۔ سرقوسہ کے گورنر نے پلرمو کے محاصرہ کی اطلاع دے کر مزید کمک طلب کی۔

لیکن تھیوفلس قسطنطنیہ کے بادشاہ کو یہ بات معلوم تھی کہ پلرمو میں ستر ہزار عیسائی لشکر ہے۔ اسے یہ اطمینان رہا کہ اتنا بھاری لشکر مسلمانوں سے شکست نہیں کھاسکتا۔ پلرمو میں عیسائیوں کو جو ہزیمت ہوئی اور اکیس ہزار آدمی مارے گئے اس کی اطلاع نہ سسلی کے اس گورنر کو ہوئی جو سرقوسہ میں رہتا تھا اور نائب السلطنت کہلاتا تھا۔ اور نہ تھیوفلس کو خبر پہونچ سکی۔ اس لئے اس نے مزید مدد بھیجنا بے سود سمجھا۔ پھر اسے یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ سسلی میں مسلمانوں کا لشکر بہت کم ہے۔ وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ مسلمان عاجز آکر واپس چلے جائیں گے۔

پلرمو والوں نے کوشش کی کہ اپنی حالت کی اطلاع سرقوسہ کے گورنر کو پہنچا دیں لیکن اس کی کوئی سبیل نہ ہوسکی مسلمانوں نے تمام راستوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ پلرمو میں رسد کا ذخیرہ کم ہوتا چلا جارہا تھا۔ یہ خوف ہوگیا تھا کہ اگر ایک دو مہینہ اور اس سختی سے محاصرہ رہا تو فاقوں کی نوبت آجائے گی۔ چنانچہ معزز لوگوں نے ایک کونسل کی اور صورت حال پر غور کیا۔ طے یہ پایا کہ جس طرح بھی ہو قاصدوں کو سرقوسہ بھیجنے کی کوشش کی جائے دو نوجوان جو بڑے دلیر اور جی دار تھے اس خدمت کے لئے تیار ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے گھیرے سے باہر نکل کر سرقوسہ پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ اس صلے میں انہیں بڑی رقم دی گئی۔

رات کو یہ دونوں پھاٹک سے باہر نکلے۔ پادریوں نے ان کے مع الخیر سرقوسہ پہنچنے

کی دعائیں مانگیں وہ دونوں رات کے اندھیرے میں خاموشی اور احتیاط سے چلے دونوں ذرا سا کھٹکا ہونے پر چونک پڑتے تھے آخر آدھی رات کے وقت وہ اسلامی لشکر کے قریب سے گزرے تھے اس وقت مسلمان خیموں کے اندر گھسے آرام سے سو رہے تھے۔ وہ دبے قدموں چلتے ہی جب خیموں کی آخری قطار کے پاس پہونچے تو کسی چیز سے ٹکرا کر گر پڑے۔ انہوں نے ٹٹول کر دیکھا ایک سیاہ رنگ کا رسہ راستہ روکے ایک سرے سے دوسرے تک کھنچا ہوا تھا۔ اب وہ سنبھل کر کھڑے ہوئے ابھی اچھی طرح کھڑے ہونے بھی نہ پائے تھے کہ دو مضبوط ہاتھوں نے دونوں کی گردنیں پکڑلیں۔

انہوں نے گھبرا کر نظریں گھما کر دیکھا انہیں دو عمامے والے نظر آئے۔ فرط خوف سے دونوں کے جسموں کا ست سا نکل گیا۔ ایک تحکمانہ آواز آئی۔ حرکت نہ کرنا۔ ورنہ خنجر سینوں کے پار کردیئے جائیں گے۔

ان دونوں قاصدوں نے خنجر نکالنے کا ارادہ کیا تھا مگر عمامہ پوشوں کے خنجر ان کے خنجر نکالنے سے پہلے ہی ان کی آنکھوں کے سامنے آگئے وہ ہول گئے اور ان کے ہاتھ جہاں تک پہونچ سکے تھے وہیں رک گئے۔

وہ دونوں عرب تھے جنہوں نے قاصدوں کی گردنیں آدبوچی تھیں ان میں سے ایک نے ایک قاصد کی گردن چھوڑ دی۔ اور دوسرے نے جلدی سے بائیں ہاتھ سے اس کی گردن مضبوط پکڑ لی دونوں کی گردنیں ایسی مضبوط پکڑی گئیں کہ ان کے دم گھٹنے لگے۔ اور گردنوں کی رگیں ٹوٹتی ہوئی معلوم ہوئی۔

دوسرے عرب نے جلدی جلدی قاصدوں کی تلاشی لی۔ ان کے ہتھیار لے لئے گئے ۔ اور جب ان کی جیبیں ٹٹولنے لگے تو انہوں نے مزاحمت کرنی چاہی جو عرب ان کی گردنیں پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہہ دیا کہ حرکت نہ کرو۔ ورنہ مار ڈالے جاؤ گے ۔یہ کہتے ہی انہوں نے گرفت کو اور سخت کردیا۔ اور دونوں قاصد چلا اٹھے۔ عرب نے کہا خاموش کھڑے رہو۔ اب اگر ذرا بھی حرکت کی تو تمہاری گردنوں کی رگیں مسل دی جائیں گی۔

دونوں موت کے خوف سے چپ چاپ بتوں کی طرح کھڑے ہوگئے دوسرے عرب

نے ان کی جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ ایک قاصد کی جیب سے ایک خط نکلا۔ عرب نے وہ خط اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور ان دونوں کو رسی میں باندھ کر نائب سپہ سالار زیاد کے خیمہ پر لائے۔ ان کو جگایا۔ وہ آئے انکے سامنے دونوں قاصد پیش کر کے تمام حال سنایا۔ اور خط دیا۔

روشنی منگا کر زیاد نے خط دیکھا۔ وہ لاطینی زبان میں تھا۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ خط اور روشنی لیکر صفیہ کے خیمہ پہونچے۔ اور باہر ہی سے اسے آوازیں دیں۔ صفیہ جاگ گئی۔ اس نے کہا۔ بھائی جان کیا بات ہے۔

زیاد :۔ معاف کرنا بہن! میں نے بے وقت تمہیں تکلیف دی۔ ایک ضروری کام آپڑا۔ کیا تم کچھ دیر کے لئے باہر آسکتی ہو؟

صفیہ فوراً باہر آگئی۔ زیاد نے اسے خط دے کر کہا۔ اسے پڑھ دو اس نے پڑھا لکھا تھا۔

”ہم مسلمانوں کا مقابلہ بڑی دلیری سے کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس کافی رسد اور جنگی سامان ہے دو سال تک بھی محاصرہ رہے تو پرواہ نہیں۔ تم اپنی اسکیم پر عمل کرو۔ اور مسلمانوں نے جن قلعوں اور شہروں کو فتح کرلیا ہے ان پر چڑھائی کردو۔“

زیاد نے صفیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور چلے گئے انہوں نے کہا فریب و مکر دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

انہوں نے قاصدوں کے پاس آکر ان سے پوچھا۔ تم پلرمو کے رہنے والے ہو۔ ان کی زبان سے نکل گیا۔ ”جی ہاں۔“

زیاد :۔ دوسرا خط کہاں ہے۔

انہیں دو خط دیئے گئے تھے۔ ایک تو اسی مضمون کا تھا۔ جو اوپر درج کیا گیا۔ دوسرا خط اور تھا۔ قاصدوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان خطوں میں کیا لکھا ہے۔ وہ سمجھے ایک خط سرقوسہ کے گورنر کے نام ہے دوسرا قسطنطنیہ کے بادشاہ کے نام۔ زیاد کے دوسرا خط پوچھنے پر وہ یہ سمجھے کہ اس خط میں جو زیاد کو دیا گیا دوسرے خط کا ذکر ہے۔

ایک قاصد نے اپنے کوٹ کو ادھیڑ کر دوسرا خط زیاد کو دیدیا۔ انہوں نے روشنی

میں دیکھا وہ بھی لاطینی زبان میں تھا۔ اسے لیکر وہ پھر صفیہ کے پاس گئے اور اسے خیمہ سے باہر بلا کر خط پڑھنے کے لئے دیا۔ اس نے پڑھا لکھا تھا۔

”ہماری حالت بہت ابتر ہو گئی ہے۔ اکیس ہزار سپاہی مسلمانوں نے مار ڈالے۔ دو ہزار بیماری سے مر گئے۔ غلہ کا ذخیرہ ختم ہو رہا ہے۔ جلد ہماری مدد کرو۔ ورنہ پلرمو میں تمام عیسائی مارے جائیں گے۔ اور مسلمان پلرمو کو فتح کرلیں گے۔“

زیاد مسکرائے۔ انہوں نے صفیہ کا شکریہ ادا کیا۔ صفیہ نے کہا۔ عجیب بات ہے پہلے خط کا مضمون کچھ تھا اور اس دوسرے خط کا مضمون اور کچھ ہے۔

زیاد :۔ کیا دوسرے خط کا مضمون صحیح ہے۔

صفیہ :۔ ”اور پہلے خط کا مضمون۔“

زیاد :۔ وہ اس لئے تھا کہ اگر قاصد پکڑے جائیں اور خط چھن جائے تو مسلمان اس کے مضمون سے مغالطہ میں پڑ جائیں۔ میں نے اس بات کو سمجھ لیا۔ اور قاصدوں سے دوسرا خط طلب کیا۔ خدا جانے وہ کیا سمجھے۔ انہوں نے دوسرا خط بھی دیدیا۔ اب تم آرام کرو۔

صفیہ چلی گئی زیاد آگئے انہوں نے قاصدوں کو حراست میں رکھے جانے کا حکم دیا اور صبح کو جب خوب دھوپ پھیل گئی تو زیاد قاصدوں کو لے کر قلعہ کے قریب پہونچے اور قاصدوں سے کہا تم عیسائیوں کو آواز دیکر کہو کہ ہم گرفتار ہوگئے اور دونوں خط مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔

انہوں نے آواز دی۔ کئی معزز عیسائی برج میں آگئے۔ قاصدوں نے اس سے کہا۔ ہم دونوں گرفتار ہوگئے۔ اور مسلمانوں نے دونوں خط لے لئے۔

زیاد قاصدوں کو واپس لے آئے وہ قلعہ والوں کو اس سے مطلع کر، چاہتے تھے کہ قاصد پکڑے گئے تاکہ وہ مایوس ہو جائیں اور ممکن ہو تو صلح کر لیں۔ قلعہ پر قبضہ دیدیں۔ ان کی تدبیر کارگر ہوگئی۔ قلعہ کے اندر رونا پڑ گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان ان کے قاصد کو باہر نہیں جانے دیں گے۔ اور باہر سے بھی کوئی مدد نہ آنے دیں گے۔ پھر بھی وہ مقابلہ کرتے رہے۔ آخر شہر کی آب و ہوا خراب ہوگئی۔ وبا پھوٹ نکلی۔ دراصل اس زمانہ میں عیسائی بڑے گندے رہتے تھے۔ صفائی کا انتظ

تھے۔ اور غلہ ختم ہوگیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔

قلعہ کے اندر معززین کی پھر کونسل ہوئی اور اس میں یہ طے ہوا کہ مسلمانوں سے اس شرط پر صلح کرلی جائے کہ جو عیسائی یہاں سے باہر جانا چاہیں ان سے تاوان لے کر معہ اہل و عیال اور ساز و سامان کے نکل جانے دیا جائے اور جو لوگ یہاں رہیں ان سے جزیہ لیا جایا کرے۔

چنانچہ ایک وفد مسلمانوں کے پاس بھیجا گیا اور صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے ان کی شرائط مسترد کر کے یہ شرطیں پیش کیں کہ جو لوگ شہر میں رہنا چاہیں ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی اور چار دینار فی بالغ خواہ مرد ہو یا عورت اور دو دینار خواہ لڑکا یا لڑکی جزیہ دینا ہوگا اور جو لوگ باہر جانا چاہیں انہیں اپنی دولت اور ساز و سامان کا نصف دینا ہوگا۔

چونکہ عیسائی تنگ تھے اس لئے انہوں نے یہ شرطیں مان لیں دولت مند آدھی دولت دے کر چلے گئے اور باقی سب لوگ وہیں رہ گئے انہوں نے جزیہ دیدیا۔ اس طرح پہرمو(ا) ۲۲۰ھ میں فتح ہو گیا ستر ہزار عیسائی لشکر میں سے کل تین ہزار (۲) باقی بچا۔ بقیہ تمام سپاہی وبا' بھوک اور جنگ کی نذر ہوگئے۔

(۳۷)

خاتون نے سلسلہ داستان جاری رکھتے ہوئے کہا۔

پلرمو پر مسلمانوں کو جو فتح ہوئی اس نے عیسائیوں کو بے چین کردیا انہیں یہ نظر آنے لگا کہ اب مسلمانوں کے قدم جزیرہ سسلی میں جم گئے ہیں وہ ایک دن تمام جزیرہ کو فتح کرلیں گے۔ اس سے وہ سخت پریشان ہوئے۔ اس پریشانی کی یہ وجہ تھی کہ جزیرہ سسلی میں وہ صرف حکومت ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ اسے دولت کی کان سمجھ کر دولت لوٹ رہے تھے۔ عیسائی' امیروں' جاگیرداروں' زمینداروں اور پادریوں کے پاس بھی بے شمار غلام تھے۔ ان غلاموں کی حالت بالکل جانوروں کی سی تھی۔ وہ آقاؤں کے لئے سخت سے سخت کام کرتے تھے۔ کھیتی کا کام' باغبانی کا کام' خدمت کا کام'

لہ از تاریخ اسلام مصنف مولانا اکبر شاہ خاں صاحب جلد سوم نمبر ۱۸۰

ملٹن پی . کاٹ نے تاریخ اخبار اندلس جلد دوم صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے

غرض ہر کام انجام دیتے تھے۔ رات اور دن جتے رہتے تھے اور اس صلہ میں معمولی کھانا جس سے صرف زندہ رہ سکیں اور معمولی کپڑا پاتے تھے۔ بیمار ہو جائیں یا زخمی ہو جائیں اپنا روز کا کام انہیں ضرور کرنا پڑتا تھا جو لوگ کام نہ کرتے یا کام میں تساہلی کرتے ان پر کوڑے برسائے جاتے۔

نیز غلاموں کی اولاد کو اس لئے کھانا کپڑا دیا جاتا کہ بڑے ہو کر وہ بیچ ڈالے جائینگے اور ان کی قیمت سے دولت ہاتھ آئے گی۔ چونکہ غلاموں کی کثرت تھی ان کے بچے بھی کثرت سے ہوتے تھے اور یہ بچے آئے دن بکتے رہتے تھے۔ اس لئے ان کی قیمتیں کچھ زیادہ نہ ہوتی تھیں۔ دس دس اور بیس بیس روپے میں بک جاتے تھے۔ البتہ جب کبھی یورپ سے غلاموں کے سوداگر آجاتے تھے تو وہ اچھی قیمتیں دیجاتے تھے۔ لڑکوں کی قیمت ان کی صحت کے لحاظ سے ملتی تھی اور لڑکیوں کی قیمت ان کے حسن و جمال کے لحاظ سے جو لڑکی جتنی زیادہ خوبصورت ہوتی اس کی قیمت اتنی ہی زیادہ ہوتی۔

غلام اپنے بچوں کی فروختگی پر اف بھی نہیں کرسکتے تھے وہ روتے رہتے تھے اور ان کی اولاد ان سے چھین کر فروخت کردیجاتی تھی نیز جو ناکارہ اور معمولی شکل و صورت کی لڑکیاں رہ جاتی تھیں ان سے ان غلاموں کے لڑکوں کی شادیاں کردی جاتی تھیں جن سے نسل کشی کی امید ہوتی تھی۔ یہ ظالمانہ قانون تمام سسلی میں رائج تھا۔ اور عیسائیوں کے دور حکومت میں اس قانون سے عام عیسائی نہیں بلکہ پادری بھی فائدہ اٹھاتے تھے۔ ہر گرجا اور ہر خانقاہ میں غلام تھے اور ان غلاموں کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ ہوتا تھا۔ لیکن جن شہروں اور قلعوں پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا تھا وہاں غلاموں کے بچوں کی فروختگی کی ممانعت کردی گئی تھی۔ غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا حکم دیدیا گیا تھا۔ جیسا مسلمان اپنے غلاموں کے ساتھ کرتے تھے۔ جیسا خود کھائیں ویسا غلاموں کو کھلائیں ۔ جیسا خود پہنیں غلاموں کو بھی ویسا ہی پہنائیں۔ جتنا کام خود کریں اتنا ہی غلاموں سے لیں۔ غلاموں کو ذلیل نہ سمجھیں۔ انہیں اور ان کے بچوں کو اذیت نہ دیں اس حکم سے غلام انسانیت کے درجہ میں آگئے ان کی تکلیفیں دور ہوگئیں۔ وہ خوش ہوگئے اور انہوں نے اسلامی حکومت کو رحمت خداوندی سمجھا ان علاقوں سے جن پر اس وقت تک عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ غلام بھاگ بھاگ کر اسلامی

علاقہ میں آنے اور آباد ہونے لگے۔ اس سے عیسائیوں کو تکلیف اور نقصان پہونچنے لگا۔ وہ مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے سخت خلاف ہوگئے اور اس کوشش میں مصروف ہوئے اسلامی حکومت کو الٹ دیں اور مسلمانوں کو جزیرہ سسلی سے نکال دیں۔ انہوں نے سرقوسہ کے نئے گورنر کو اس طرح متوجہ کیا اسے اطمینان دلایا۔ وہ فوج اور روپیہ سے اس کی مدد کریں گے۔ لیکن سرقوسہ کا گورنر اس بات کو سمجھ گیا تھا کہ مسلمانوں کو سسلی سے نکالنا اتنا آسان نہیں ہے۔ جتنا عیسائی سمجھ رہے ہیں۔ اس نے قسطنطنیہ کے بادشاہ کو تمام حالات لکھے۔ اور مدد طلب کی۔ ادھر پادریوں نے پوپ روم کو لکھا کہ "سسلی میں عیسائی مذہب خطرہ میں ہے اور مسلمان اس جزیرہ پر قبضہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ لوگ غلاموں کو آقاء بنا رہے ہیں۔ اس سے گرجوں اور خانقاہوں کی آمدنی کم ہوتی جارہی ہے۔ جو سالانہ (۱) نذرانے ہم آپ کی خدمت میں بھیجتے رہتے ہیں وہ ہم آئندہ نہ بھیج سکیں گے۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہوسکے قسطنطنیہ کے بادشاہ اور دوسرے عیسائی بادشاہوں کو مجبور کیجئے کہ وہ سسلی میں فوجیں بھیجیں اور یہاں سے مسلمانوں کو نکال دیں۔

ادھر تو عیسائی اس قسم کی دوڑ دھوپ کر رہے تھے ادھر ابوالفہر محمد بن عبداللہ بن اغلب پلرمو میں آگئے اور انہوں نے مفتوحہ علاقہ کا انتظام ایسا اچھا کرلیا اور قلعوں و شہروں کا ایسا بندوبست کردیا کہ عیسائیوں کے حملے کا اندیشہ نہ رہا۔ وہ بڑے بیدار مغز اور بہادر تھے۔ انہوں نے شمالی علاقہ کو تسخیر کا بھی ارادہ کرلیا اور ایک فوج آگے بڑھانے کے لئے منتخب کی۔

اس وقت صورت یہ تھی کہ جزیرہ سسلی کے نصف جنوبی حصہ پر مسلمان قابض تھے اور نصف شمالی حصہ پر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ مسلمانوں کے پاس جو علاقہ تھا اس میں یوں تو کئی چھوٹے چھوٹے شہر تھے لیکن مضبوط اور بڑا شہر صرف پلرموہی تھا جو جزیرہ سسلی کا دارالصدر تھا اور عیسائیوں کے قبضہ میں جو علاقہ تھا اس میں کئی شہر تھے۔ مثلاً ٹاور مینا (طرمین) جو مشرقی ساحل پر تھا۔ قصریانہ جو وسط میں تھا میسینیا جو مغربی ساحل پر تھا شہر میسینیا صوبہ میسینا کا دارالسلطنت بھی تھا اس کے گرد مخروطی شکل کی بہت سی پہاڑیاں تھیں اس کے گرد اس کی حفاظت کے لئے چھ قلعے تھے اس

(۱) تاریخ اخبار اندلس جلد دوم صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ جزیرہ سسلی پاپاؤں کا رزق رساں اور مربی بن گیا تھا۔ یہاں دولت سے پوپوں کے خزانے لبریز رہا کرتے تھے

کا بندر اتنا بڑا تھا کہ قریباً چار میل کے رقبہ میں تھا اس بندر میں ایک وقت میں چار جہاز کھڑے ہوسکتے تھے یہ شہر تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ سائرا کوس (سرقوسہ) جنوب اور مشرقی ساحل پر واقع تھا۔

زیاد کو ابوالفہر محمد نے ایک عالیشان قصر رہنے کو دیدیا تھا۔ زیاد کی والدہ زندہ تھیں اور وہ ابوالفہر کے ساتھ قیروان سے آگئی تھیں۔ اس قصر میں زیاد کی والدہ جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اور صفیہ رہنے لگی تھیں۔ کئی کنیزیں اور غلام ان کی خدمت پر مامور تھے۔ ہاجرہ کو صفیہ سے اپنی بیٹی جیسی محبت ہوگئی تھی۔ صفیہ ان کی بڑی خدمت اور ان سے بڑی محبت کرتی تھی۔ اور صفیہ امیرزادیوں کی طرح رہنے لگی تھی۔

جمیلہ کی عمراب آٹھ برس ہوگئی تھی۔ عمر کے ساتھ ساتھ نکھرتی چلی جارہی تھی جو کوئی اسے دیکھتا تھا بے اختیار اسے پیار کرتا تھا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ نائب السلطنت ابوالفہر محمد زیاد کے مکان پر آگئے۔ کسی خاص مشورے کے لئے آئے تھے وہ قیروان کے بادشاہ امیر زیادۃ اللہ کے بھائی تھے۔ نہایت پرہیز گار تھے۔ تمام مسلمان ان کی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔ زیاد ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ وہ مردانے میں بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ ابوالفہر نے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد کہا۔ میرا ارادہ ہے کہ طرمین میں جو لشکر بھیجا جارہا ہے اس پر تمہیں امیر لشکر مقرر کروں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

زیاد:۔ میں تو مجاہد ہوں جو خدمت چاہے سپرد کردیجئے۔

ابوالفہر:۔ میں بھی لشکر لئے تمہارے پیچھے ہی رہوں گا۔ ہمیں اس تمام جزیرے پر قبضہ کرلینا چاہئے۔

زیاد:۔ میری بھی یہی رائے ہے مگر ہمارے پاس لشکر کم ہے۔

ابوالفہر:۔ "ابھی امیر لشکر نہیں بھیج سکتے۔ اس موجودہ لشکر سے ہی فتوحات کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔"

زیاد:۔ "بہتر ہے۔"

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ شوخ و شنگ جمیلہ بھی آ گئی۔ اس نے بڑے ادب و سلیقہ سے امیر الفہر کو سلام کیا۔ ابوالفہر اس حسین گڑیا کو دیکھتے رہ گئے۔ انہوں نے

اسے پیار کیا۔ اپنے پاس بٹھالیا۔ زیاد سے پوچھا یہ کون ہے......؟

زیاد نے جواب دیا۔ میری بہن صفیہ کی بیٹی ہے۔

ابوالفہر نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا اچھا.....یہ فہمی کی بیٹی ہے۔

زیاد:۔ "جی ہاں۔"

ابوالفہر:۔ "خدا نظرِبد سے بچائے۔ بڑی اچھی بچی ہے۔"

جمیلہ ان کے پاس بیٹھ کر شرما گئی۔ ابوالفہر نے کہا۔ "شرما گئی' ابوالفہر نے کہا۔ شرمیلی بھی زیادہ ہے۔"

زیاد نے جمیلہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ سے ذرا شرما رہی ہے۔ ورنہ یہ تو ایسی شوخ ہے کہ بڑوں بڑوں کا ناک میں دم کردیتی ہے۔

ابوالفہر:۔ شوخ بچے ہی اچھے ہوتے ہیں۔ کیوں جمیلہ تم شوخ بھی ہو۔

جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ یہ ماموں جان شوخ ہیں۔

ابوالفہر اور زیاد دونوں ہنس پڑے اور جمیلہ وہاں سے بھاگ گئی۔

(۳۸)

ابوالفہر کو جمیلہ سے محبت ہوگئی۔ وہ اکثر زیاد کے پاس آنے اور اسے کھلانے لگے اس کے لئے تحفے بھی لاتے۔ کبھی پھل اور میوے کبھی کپڑا اور کبھی کوئی زیور وہ اسے اپنی بیٹی کی طرح چاہنے لگے۔ جمیلہ بھی ان سے مانوس ہو کر بے تکلف ہو گئی اور ان کے ساتھ بھی شوخی کرنے لگی۔

وہ دیکھنے میں بڑی بھولی سنجیدہ اور متین معلوم ہوتی۔ لیکن جب شرارت پر آتی تو شوخی سے سب کا ناک میں دم کردیتی۔ مگر اس کی شوخیاں بھی پیاری معلوم ہوتیں تھیں۔ اگر صفیہ کبھی اس کی شوخی پر اسے چشم نمائی کرتی تو ہاجرہ صفیہ کو ڈانٹ دیتیں اور کہہ دیتیں جس بچی میں شوخی نہیں وہ بچی کیا اپنی کہو کیا تم ہمیشہ سے ایسی ہی سنجیدہ تھیں جیسی اب ہو۔ نہ معلوم کس قدر شوخ و شریر ہوں گی۔ ذرا بچی نے شوخی کی اور تم فہمائش کرنے لگیں۔ ہمیں یہ بات پسند نہیں۔ ہمارے قبیلہ کی لڑکیاں تو ایسی شریر

ہوتی ہیں کہ ان کی شرارت دیکھو تو تعجب کرو۔ شوخی اور شرارت سے ہی بچے صحتمند رہتے ہیں۔ وہ دھان پان تو ہے ہی اور ڈانٹ ڈانٹ کر بالکل اسے نہیں پنپنے دیتیں۔

اور صفیہ ہاجرہ کا لیکچر سن کر دم بخود ہو جاتی وہ خود بھی جمیلہ کو سرزنش کرنا نہ چاہتی تھی۔ مگر اس بات سے ڈرتی تھی کہ کہیں جمیلہ کی شرارت ہاجرہ یا زیاد کو ناگوار نہ گزر جائے۔ کبھی کبھی صفیہ کہہ بھی دیتی۔ میں تو آپ ہی کے خوف سے اسے ڈانٹ دیتی ہوں کوئی بدتمیزی نہ کر بیٹھے۔

ہاجرہ کہہ دیتیں کرنے دو۔ یہی دن تو شوخی و شرارت کے ہیں۔ خیر سے جہاں دو چار برس کی عمر اور زیادہ ہوئی تو سنجیدگی آجائے گی۔ عرب لڑکیوں کو نہیں دیکھتی ہو کیسی ہرنیوں کی طرح زقندیں بھرتی پھرتی ہیں۔ پارہ کی طرح متحرک رہتی ہیں۔ اور بلبلوں کی طرح چہکتی ہیں۔ جمیلہ کو بھی ہم ایسا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک روز کسی بات پر صفیہ نے جمیلہ کو ڈانٹ بتائی وہ چپ ہو کر ہاجرہ کے پاس جا بیٹھی۔ وہ سمجھ گئی کہ صفیہ نے کچھ کہا ہے کیونکہ کبھی صفیہ اسے تنبیہہ کرتی تھی تو وہ سنجیدہ گڑیا بن کر ان کے پاس جا بیٹھتی تھی۔ ہاجرہ نے کہا۔ امی جان نے کچھ کہا ہے کیا......؟

جمیلہ صفیہ کو امی جان اور ہاجرہ کو اماں کہا کرتی تھی۔ اس نے کہا امی جان بہت بری ہیں۔

ہاجرہ:۔ "کیا بات ہوئی......؟"

جمیلہ:۔ "انہوں نے کپڑے بدلے تھے مجھے بہت اچھی معلوم ہوئیں۔ میں نے انہیں آئینہ لا کر دیا اور کہا کہ دیکھو تم کیسی اچھی معلوم ہو رہی ہو۔"

ہاجرہ:۔ "مگر تم نے آئینہ دکھایا ہی کیوں؟"

جمیلہ:۔ "وہ مجھے اچھی کیوں لگیں۔"

ہاجرہ:۔ "اچھی تو وہ ہیں ہی۔"

جمیلہ:۔ "پھر آئینہ کیوں نہیں دیکھا.....؟"

ہاجرہ:۔ "اب تجھے کیسے سمجھاؤں۔ وہ تو اچھے کپڑے بھی نہیں پہنتیں۔

جمیلہ:۔ "کیوں نہیں پہنتیں۔؟"

ہاجرہ:۔ "ایسی باتیں نہیں پوچھا کرتے۔"

جمیلہ :۔ "تو یہ باتیں معلوم کیسے ہوں؟"

ہاجرہ :۔ "جب تو بڑی ہو جائے گی تجھے خود ہی معلوم ہو جائیں گی۔"

جمیلہ :۔ بڑی تو میں ہو گئی۔

ہاجرہ نے ہنس کر کہا۔ ابھی کہاں بڑی ہوئی ہے؟

جمیلہ :۔ اور کتنی بڑی ہونگی۔ کیا جب امی جان کے برابر ہو جاؤں گی۔

ہاجرہ :۔ "اتنی بڑی بھی نہیں۔"

جمیلہ :۔ "اچھا جب تمہارے برابر ہو جاؤں گی۔"

ہاجرہ :۔ "ہم تو بوڑھی ہیں۔"

جمیلہ نے تالیاں بجا کر ہنستے ہوئے کہا اہا ہاہا اماں بوڑھی ......"

اسی وقت صفیہ آگئی۔ اس نے جمیلہ کو تیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ نہیں مانتی ہو جمیلہ۔ جمیلہ نے ایک دم سنجیدہ اور پھر کچھ اداس ہو کر کہا۔ دیکھئے یہاں بھی ہمیں ڈانٹنے آگئیں۔

ہاجرہ نے صفیہ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم کیوں ڈانٹا کرتی ہو ہماری بچی کو۔

صفیہ :۔ "یہ بدتمیز ہوتی جارہی ہے۔"

جمیلہ نے معصوم نظروں سے ہاجرہ کو دیکھ کر کہا۔ میں نے کیا کیا اماں۔" جمیلہ کچھ ایسی معصوم بن گئی تھی کہ صفیہ کا بھی اسے بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہا۔ مگر اس وقت اگر اسے وہ پیار کرتی تو اس کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اس نے کہا جمیلہ بڑوں سے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔

جمیلہ نے معصوم نظروں سے صفیہ کو دیکھ کر کہا۔ اماں ہی تو کہہ رہی تھیں بوڑھی ہوگئیں ہیں۔ مجھے ہنسی آگئی۔

ہاجرہ :۔ "بات یہی ہوئی۔" صفیہ بیٹھ گئی۔ ہاجرہ نے مسکرا کر کہا۔ آج تو تم جمیلہ کو بہت اچھی لگیں۔"

جمیلہ نے ہاجرہ سے کہا۔ نہ کہئے یہ پھر ڈانٹنے لگیں گی ہمیں۔"

ہاجرہ :۔ "تمہارے سامنے نہیں ڈانٹ سکتیں۔"

جمیلہ :۔ "امی یہ کسی سے ڈرتی تھوڑا ہی ہیں۔" ہاجرہ اور صفیہ بے ساختہ ہنس پڑیں۔ صفیہ نے جمیلہ کو کھینچ کر گود میں بٹھالیا اور اسے پیار کر کے بولیں۔ تم خفا ہوگئیں ہم سے جمیلہ ......؟"

اس نے کہا نہیں۔ اور صفیہ کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا۔ بڑی اچھی ہیں ہماری امی جان۔

اس وقت زیاد آگئے۔ ان کے ساتھ نو دس سال کا ایک لڑکا تھا جو مکمل عربی لباس پہنے تھا۔ صورت و شکل کا اچھا اور توانا تندرست تھا۔ بہت ہی خوبرو معلوم ہو رہا تھا۔ صفیہ نے کہا۔ یہ کس کے لڑکے ہیں؟"

زیاد نے کہا انہی سے پوچھو۔"

صفیہ نے لڑکے سے پوچھا۔ بیٹا تم کس کے بیٹے ہو۔"

لڑکا :۔ "میں ابوالنصر محمد کا بیٹا ہوں۔"

صفیہ :۔ "کیا نام ہے تمہارا۔"

لڑکا :۔ "اغلب"

صفیہ نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ جمیلہ انہیں دیکھنے لگی۔ وہ بھی کبھی کبھی اس شوخ گڑیا کو دیکھ لیتے تھے۔ ہاجرہ نے زیاد سے پوچھا۔ کیا امیر ابوالنصر بھی آئے ہیں۔"

زیاد :۔ "نہیں جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو یہ مل گئے۔ کہنے لگے میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں لے آیا۔

صفیہ اٹھ کر گئی اور اس کے لئے پھل لے آئی۔ وہ شرما رہے تھے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کردیا۔

جمیلہ نے کہا۔ واہ وا تم تو شرمارہے ہو۔ کھاؤ نا ......"

ہاجرہ نے ہنس کر کہا ارے شوخ بول پڑی پٹاخہ سی (اغلب سے) کھاؤ بیٹا اغلب نہیں تو یہ جمیلہ تنگ کرنے گی۔"

زیاد نے بھی کہا کھالو بھئی ۔ اغلب۔"

جمیلہ نے شوخی سے کہا۔ اوں ہو...... یہ اغلب نہیں۔"

ہاجرہ :۔ "اور کون ہیں ......؟"

جمیلہ :۔ "ہوں گے کوئی۔"

اغلب جمیلہ کو دیکھ رہے تھے جمیلہ نے کہا۔ شاید ان کو کھانا نہیں آتا۔"

سب ہنس پڑے۔ ہاجرہ نے کہا تم بتا دو۔

جمیلہ نے جلدی سے انار کے دانے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

اس طرح کھاؤ۔ صفیہ اور ہاجرہ کے زیادہ اصرار پر اغلب نے شرماتے شرماتے کچھ کھایا۔ جب وہ کھا چکے اور ہاتھ منہ دھو چکے۔ تب زیاد نے کہا۔

"اب کہو...... کس لئے آئے ہو تم۔"

اغلب :۔ "امی جان نے بلایا ہے۔"

جمیلہ :۔ "میں چلوں گی۔"

صفیہ :۔ "چپ نہیں رہتی ہو جمیلہ۔"

ہاجرہ :۔ "تجھے بلایا ہے انہوں نے"

جمیلہ :۔ "تمہیں بلایا ہے۔"

صفیہ :۔ "بڑی شریر ہے۔ زبان تالو سے لگتی ہی نہیں۔"

جمیلہ :۔ "اچھا تم ہی چلی جانا"

ہاجرہ :۔ "لو پھر بگڑ گئی ہماری گڑیا۔"

صفیہ نے اغلب سے پوچھا۔ کسے بلایا ہے......؟"

اغلب :۔ "سب کو۔"

صفیہ :۔ "اور تمہاری امی جان کیوں نہیں چلی آئیں۔"

اغلب :۔ "تم نے کب بلایا ہے انہیں......؟"

بات معقول تھی۔ صفیہ کو یہ معلوم تو ہو گیا تھا کہ ابوالفہر کے ساتھ ان کی بیگم اور بچے آئے ہیں لیکن اس نے کبھی انہیں مدعو نہیں کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے چچیرے بھائی زیادۃ اللہ افریقیہ کے بادشاہ تھے۔ اور وہ خود سسلی کے نائب السلطنت تھے۔ ممکن ہے اسے یہ خیال ہوا ہو کہ وہ دعوت قبول نہ کریں نہ آئیں۔ کیونکہ عیسائی گورنر اپنے ہمراہیوں کے یہاں جانا بھی کسر شان سمجھتے تھے۔

صفیہ نے کہا۔ واقعی ہم نے نہیں بلایا...... اچھا۔

مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیں۔ ہاجرہ سے مشورہ لینا ضروری تھا۔ اس نے ان سے کہا۔ کہو کیا جواب دیا جائے۔"

ہاجرہ :۔ "ہم چلیں گے۔"

صفیہ :۔ "بیٹا ہم کل آویں گے۔"

ہاجرہ :۔ "انشاء اللہ کہہ کر کوئی وعدہ کرنا چاہئے۔"

صفیہ :۔ "بھول ہوئی انشاء اللہ (اگر خدا نے چاہا) ہم سب کل آویں گے۔"

اغلب تھوڑی دیر اور بیٹھ کر زیاد کے ساتھ چلے گئے۔

(۳۹)

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

مسلمان جب ایک دوسرے کے پاس ملنے جاتے تھے تو حسب حیثیت تحفے ضرور لے جاتے تھے۔ چنانچہ دوسرے روز ہاجرہ' صفیہ اور جمیلہ ' امیر ابوالفہر کے قصر کی طرف چلیں۔ کئی غلام ان کے ساتھ تھے۔ عورتیں محمل میں تھیں غلام اونٹوں پر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ پلرمو کو از سر نو تعمیر کیا جارہا ہے۔ بازار کشادہ کئے جارہے ہیں۔ دوکانیں تین فٹ کی کرسی دیکر بڑی بنائی جارہی ہیں اور بازار کے چوراہوں پر پارک لگائے جارہے ہیں۔ نیز عیسائی امیروں کے پرانے مکانات منہدم کر کے عالیشان مکانات تعمیر کئے جارہے ہیں۔ بربری کاریگر آگئے تھے وہ تعمیر کر رہے تھے اور وہ عیسائی قیدی جو جنگ میں گرفتار ہوئے تھے۔ اینٹیں پتھر اور مصالحہ ڈھو رہے تھے۔ یہ وہ عیسائی قیدی تھے۔ جن کے پاس سسلی کے قدیم باشندے غلام تھے۔ اور وہ ان بیکس اور مظلوم غلاموں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لیتے تھے۔ اگر وہ ذرا بھی سستی کرتے تھے تو ان کے کوڑے مارتے تھے۔ مسلمانوں نے ان مظلوم قیدیوں کو آزاد کرا دیا تھا۔ وہ عرصہ سے جانوروں کی سی زندگی بسر کرتے رہے تھے' مسلمانوں کے آنے سے انسانوں کی صف میں شامل ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ بن گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان میں سے سنجیدہ اور عمر رسیدہ لوگوں کو ان عیسائیوں قیدیوں پر جو کبھی ان کے آقا تھے۔ جو تعمیر میں مزدوروں کا کام کر رہے تھے ان کا نگران مقرر

کردیا تھا۔ اور ان سے یہ کہدیا تھا کہ وہ ان سے کام لیں مگر انتقام نہ لیں۔

یہ خدا کی شان ہے کہ غلام آقا' اور آقا غلام بن گئے تھے۔ یہ غلام سینکڑوں برس سے پستے اور تکلیفیں اٹھاتے چلے آرہے تھے انہیں یہ یقین ہی نہیں تھا کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ وہ آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں گے۔ جن تکلیفوں اور مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہیں ان سے چھٹکارا پاسکیں گے۔ لیکن خدا نے ان پر رحم کیا۔ ملک میں انقلاب آیا۔ وہ آزاد ہوگئے اور ان کے آقا غلام بن گئے۔ ان لوگوں نے ان بیرحم اور سفاک عیسائیوں سے انتقام نہیں لیا۔ جو ان پر بات بات پر کوڑے پھٹکارا کرتے تھے۔ اور ان سے کام لیتے تھے۔ اور اگر وہ تھک جاتے تو وہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے مارتے نہیں تھے۔ بڑے بڑے عیسائی امیر جو کسی زمانہ میں دولتمند ہونے کی وجہ سے بڑے مغرور و متکبر تھے۔ مزدوروں کے زمرہ میں شامل تھے اور مزدوری کر رہے تھے۔ دن بھر کام کرتے تھے۔ تب دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تھے۔

انقلاب کہتے ہی اسے ہیں کہ امیر مفلس اور غریب امیر ہو جائیں۔ انقلاب سے تقدیریں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ یہ قدرت کا نظام ہے۔ اسی طرح مغرور دولتمند ذلیل ہوتے ہیں اور مفلس بیکس امیر بن جاتے ہیں۔

غرض پلرموں کا چپہ چپہ نئے قالب میں ڈھل رہا تھا۔ ہاجرہ' صفیہ' جمیلہ دیکھتی چلی جارہی تھیں۔ جب وہ امیر ابوالفر کے قصر پر پہنچیں تو غلاموں کنیزوں نے ان کا استقبال کیا۔ جب وہ زنان خانے میں پہونچیں تو امیر کی بیگم عائشہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

عائشہ جوان العمر تھیں۔ خاصی حسین تھیں۔ شوخ بھی معلوم ہوتی تھیں انہوں نے اول ہاجرہ کو سلام کیا۔ ہاجرہ نے دعا دی۔ پھر وہ صفیہ سے لپٹ گئیں۔ بولیں مجھے تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔

صفیہ نے کہا۔ تم سے ملنے کا مجھے بھی بڑا اشتیاق تھا کئی مرتبہ آنے کا ارادہ کیا بھی لیکن اس لئے جھجکی کہ شاید تم مجھ سے ملنا پسند نہ کرو۔

باتیں کرتی ہوئی شہ نشین میں جا بیٹھیں۔ عائشہ نے کہا میں تم سے ملنا کیوں پسند نہ کرتی؟

صفیہ نے مسکرا کر کہا۔ اس لئے کہ ایک تو تم حسین ہو۔ معاف کرنا حسین ذرا مغرور ہوتے ہیں۔ عائشہ نے کہا اور تم تو کالی کلوٹی ...... اور بھدے نقش و نگار والی

ہو۔ جمیلہ نے جلدی سے کہا۔ واہ میری امی جان تو گوری اور خوبصورت ہیں۔ عائشہ نے جلدی سے جمیلہ کو کھینچ کر گود میں بٹھاتے ہوئے کہا ارے پٹاخہ تجھے تو میں نے پیار ہی نہیں کیا۔

انہوں نے اسے پیار کیا۔ صفیہ نے جمیلہ سے کہا۔

"بیٹی یہ ہماری سیدہ ہیں۔ انہیں سلام کرو۔"

عائشہ :۔ غلط کہا تم نے میں تمہاری سیدہ نہیں ہوں۔ بہن ہوں (جمیلہ سے) بھئی ہم تمہاری خالہ ہیں۔

جمیلہ نے شوخی سے کہا۔ تم خالہ ہو۔ جب تو میں سلام عرض کرتی ہوں۔ سب ہنس پڑیں۔ عائشہ نے اس کا منہ چوم کر کہا۔ خالہ نہ ہوتی تو تم سلام نہ کرتیں۔

جمیلہ :۔ "سیدہ کو اس طرح سلام نہیں کرتے۔ کنیزیں امی جان کو سیدہ کہتی ہیں وہ بڑے ادب سے سلام کہتی ہیں۔"

عائشہ :۔ "ماشاء اللہ! بڑی سمجھدار ہو۔"

عائشہ نے صفیہ سے مسکرا کر کہا۔ ایک وجہ تو تم نے نہ ملنے کی بیان کی۔ اور کس وجہ سے جھجک تھی۔

صفیہ :۔ "دوسرے اس لئے کہ تم نائب السلطنت کی بیگم ہو۔ تیسرے تم پشتینی مسلمان ہو اور میں ابھی مسلمان ہوئی ہوں۔"

عائشہ :۔ سنو صفیہ ہم مغرور نہیں ہیں۔ خدا نے ہمیں اس لئے عزت نہیں دی ہے کہ ہم اور مسلمانوں کو ذلیل و حقیر سمجھنے لگیں۔ یہ بات خدا کو بری معلوم ہوتی ہے۔ عزت اور ذلت وہی دیتا ہے۔ آج اس نے ہمیں عزت دی ہے۔ اگر ہم مغرور ہو جائیں اس کی نافرمانی کرنے لگیں تو وہ ہمیں ذلیل بھی کرسکتا ہے۔ سچا مسلمان کبھی مغرور نہیں ہوتا۔ رہا یہ کہ ہم پشتینی مسلمان ہیں ۔ یہ بات ہمارے لئے کچھ قابل فخر نہیں ہے ہم نے اپنے باپ دادا کو مسلمان پایا۔ اسلامی ماحول میں آنکھیں کھولیں مسلمان رہے۔ قابل فخر وہ ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی خوبیوں کو جانچا پرکھا۔ خدا کو پہچانا اور مسلمان ہوئے وہ ہم سے بہتر ہیں۔

صفیہ :۔ تمہارے خیالات کتنے اچھے ہیں۔ اگر مجھے پہلے سے یہ بات معلوم ہوتی تو عائشہ نے شوخی سے صفیہ کو دیکھ کر کہا۔ "تو کیا کرتیں تم۔"

صفیہ :۔ "تم سے روز ملا کرتی۔"

عائشہ :۔ "اب ملا کرو گی۔"
صفیہ :۔ "انشاء اللہ! مگر ایک درخواست ہے.....؟"
عائشہ :۔ "ہمیں یہ لفظ پسند نہیں حکم کہو تو مناسب بھی ہے۔"
صفیہ :۔ "یہ جرات کیسے ہو سکتی ہے۔"
عائشہ :۔ "بہن بہن کو حکم دے سکتی ہے۔"
صفیہ :۔ "اس عزت افزائی کا شکریہ۔"
عائشہ :۔ "کہو کیا حکم ہے۔"
صفیہ :۔ "حکم نہیں' کہنا یہ ہے کہ تم بھی کسی روز غریب خانہ پر آکر ہماری عزت افزائی کرنا۔"
عائشہ :۔ "یہ تکلفانہ الفاظ باقی ہی رہیں گے۔" عائشہ یہ حفظ مراتب
صفیہ :۔ حفظ مراتب [illegible] تکلف ہمیں پسند نہیں۔ تم بلاؤ یا نہ بلاؤ۔ ہم ضرور آئیں گے۔

صفیہ نے مسکرا کر کہا شکریہ۔"
جمیلہ :۔ "تو پکی ہو گئی بات۔"
سب ہنس پڑیں۔ عائشہ نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔ "ہاں پکی ہو گئی۔"
جمیلہ :۔ "امی جان گھر کو خوب سجانا۔"
پھر سب ہنس پڑیں۔ عائشہ نے کہا کیوں؟ گھر کیوں سجایا جائیگا۔"
جمیلہ :۔ تاکہ خالہ جان کے قابل ہو جائے۔"
ہاجرہ نے مسکرا کر کہا۔ "بڑی باتونی ہے۔"
عائشہ :۔ ماشاء اللہ سمجھداری کی باتیں کرتی ہے خدا نے حسن کے ساتھ عقل و سمجھ بھی خوب عطا کی ہے۔ پروردگار عالم عمر بھر میں برکت دے اس وقت اغلب آگئے۔ انہوں نے آتے ہی بڑے ادب سے ہاجرہ' اور صفیہ کو سلام کیا۔ دونوں نے انہیں دعا دی۔ صفیہ نے انہیں اپنے پاس بٹھالیا۔ عائشہ نے کہا ابوالغر نے تو جمیلہ کو دیکھا تھا۔ اس کی تعریف کی تھی۔ اور اغلب نے تمہیں سب کو دیکھا تھا۔ تمہاری سب کی تعریف کی تھی۔
ہاجرہ :۔ "کیوں نہ ہو۔ آخر کس ماں کے بیٹے ہیں۔"
اغلب :۔ "امی جان! آپ نے انہیں کچھ کھلایا تو ہے ہی نہیں۔"

عائشہ :۔ "بھئی تم نے سچ کہا۔ ہمیں تو ان سے مل کر ایسی خوشی ہوئی کہ سب کچھ بھول گئی۔ انہوں نے کنیزوں کو آواز دی۔ اغلب اٹھے اور چلے گئے۔ کنیزیں آئیں۔ عائشہ نے انہیں کچھ اشارہ کیا۔ وہ بھی چلی گئیں۔ اغلب ایک خوان لائے۔ اس میں پھل اور میوہ تھا۔ انہوں نے جمیلہ کے سامنے رکھ دیا۔ عائشہ نے مسکرا کر کہا بھئی بہت خوب کیا تم نے بچے بچوں کی تواضع کریں اور بڑے بڑوں کی ..... کھاؤ جمیلہ۔"
جمیلہ نے معصوم نگاہوں سے اول اغلب کو پھر عائشہ کو دیکھا۔ اس کے بعد صفیہ کی طرف دیکھا۔
عائشہ نے کہا "اجازت دیدو نا۔ انہیں کھانے کی۔"
صفیہ :۔ "جمیلہ کھاؤ۔"
جمیلہ :۔ "کیا اکیلی کھاؤں میں۔"
عائشہ :۔ "کیسی اچھی تربیت پائی ہے تم نے۔ عام طور پر بچے کھانے کی چیزیں دیکھ کر کچھ بیتاب سے ہو جاتے ہیں اور ان چیزوں کی طرف لپکنے لگتے ہیں۔ مگر تم ...... تم نے ان کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔"
اغلب سے بیٹا تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔
اغلب :۔ "میں" جمیلہ نے جلدی سے کہا۔ "یہ شرماتے ہیں۔"
اس پر سب نے قہقہ لگایا۔ اغلب کچھ جھینپ گئے۔ صفیہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ ہاجرہ نے مسکرا کر کہا۔ آخر تو اتنی شوخ کیوں ہے۔"
عائشہ نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں شوخ بچے پسند ہیں۔"
صفیہ نے تیکھی چتون سے ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تم خود بھی شوخ ہو نا۔
عائشہ :۔ ہمیں اس کا اعتراف ہے مگر تم۔"
صفیہ :۔ میں شروع ہی سے شوخ نہیں تھی۔
عائشہ :۔ سچ کہہ رہی ہو یہ جمیلہ میں شوخی کہاں سے آئی۔
صفیہ :۔ "یہ تو اس قدر شوخ ہے کہ توبہ ہی بھلی۔"
جمیلہ :۔ کئے جاؤ برائیاں۔"

عائشہ :۔ یہ برائیاں نہیں ہیں۔ پھر اغلب اور جمیلہ پھل کھانے لگے کنیزیں کئی خوان میں کھانا' پھل اور میوہ لے آئیں۔ ان کے ہاتھ دھلائے گئے اور سب نے کھانا شروع کیا۔

کچھ دنوں کے بعد ہاجرہ نے عائشہ کو دعوت دی۔ جب عائشہ ہاجرہ کے گھر پہنچیں تو سب سے پہلے جمیلہ دروازہ پر ملی اور بڑی شوخی سے بولی خالہ آپ آگئیں۔

"مگر انہوں نے گھر سجایا ہی نہیں۔"

عائشہ :۔ "مگر ہم مہمان نہیں ہیں۔"

جمیلہ :۔ "اچھا ...... مگر مہمان کسے کہتے ہیں۔"

عائشہ :۔ "جو جان پہچان میں سے آجائے۔ یا دور کا رشتہ دار ہو۔ اسے مہمان کہتے ہیں۔"

جمیلہ :۔ "اور تم......؟"

عائشہ :۔ "بھول گئیں۔ ہم تو تمہاری خالہ ہیں۔"

جمیلہ :۔ "خالہ دور کی رشتہ دار نہیں ہوتیں۔"

صفیہ :۔ "اب دیئے جاؤ جواب ...... یہ تو بات میں بات نکالتی رہیگی۔

عائشہ :۔ "ماشاء اللہ ذہن رسا پایا ہے۔"

صفیہ نے جمیلہ سے کہا۔ اب یہیں کھڑی رکھے گی انہیں۔"

جمیلہ نے عائشہ کی انگلی پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ نہیں جی' آؤ خالہ جان کمرے کے اندر۔ عائشہ نے چلتے چلتے کہا۔ بھئی تم نے اغلب کو تو پوچھا ہی نہیں۔" جمیلہ نے معصوم نگاہوں سے اول اغلب کو دیکھا۔ پھر صفیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں امی جان! تم نے اغلب کو تو پوچھا ہی نہیں۔"

عائشہ اور صفیہ دونوں ہنس پڑیں۔ عائشہ نے کہا۔ "تم پوچھو۔"

جمیلہ :۔ مگر وہ مہمان تھوڑا ہی ہیں۔ مہمانوں کو پوچھا کرتے ہیں۔"

صفیہ نے عائشہ سے کہا۔ اب دو جواب۔ یہ ہار ماننے والی ہے۔"

عائشہ نے مسکرا کر کہا۔ بالکل نہیں۔ آخر بیٹی کس ماں کی ہے۔ تم ہار مانتی ہوگی؟"

صفیہ :۔ "سچ یہ ہے میں نے بھی کبھی ہار نہیں مانی۔ جب میں بڑی تو میری ماں اور دادی کہا کرتی تھیں کہ تو بڑی ضدن اور فلسفی تھی۔ کبھی ہار نہ مانتی تھی۔"

عائشہ :۔ پھر جمیلہ ہی کیوں ہار مان لے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بچوں کو نئی نئی باتیں معلوم کرنے اور ہر بات کو سمجھنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بات میں بات نکالتے ہیں۔"

صفیہ نے اغلب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اغلب چینی کی گڑیا جمیلہ کو دیکھ رہے تھے۔ جمیلہ بھی کبھی کبھی انہیں غلط انداز نظر سے دیکھ لیتی تھی۔

یہ سب ہاجرہ کے پاس پہونچے۔ عائشہ اور اغلب نے ہاجرہ کو سلام کیا۔ انہوں نے دعا دی۔ وہ سب ان کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ جمیلہ طرارہ بھر کر دوڑتی ہوئی گئی۔ اور ایک بڑی قاب میں میوے رکھ کر لائی۔ اور اغلب کے سامنے رکھ کر کہا کھایئے۔ صفیہ نے مسکرا کر کہا لیجئے۔ شروع ہوگئی خاطر۔

عائشہ :۔ "یہ بدل ہے۔ اغلب نے جمیلہ کی خاطر کی تھی۔ جمیلہ نے اغلب کی تواضع کر کے بدل کردیا۔ (اغلب سے) کھاؤ بیٹا۔

جمیلہ نے شوخی سے کہا۔ کھا چکے' یہ تو شرما جائیں گے۔"

اس پر سب نے قہقہ لگایا۔ اغلب کچھ جھینپ کر مسکرائے۔ عائشہ نے کہا۔ کھاؤ بیٹا' نہیں تو یہ شریر جمیلہ خدا جانے تمہیں کیا کیا کہہ ڈالے گی۔"

اغلب نے کہا۔ میں شرماتا نہیں ہوں۔ مگر تنہا کھانا تو اچھا نہیں ہے۔"

عائشہ :۔ ٹھیک کہتے ہو۔ جمیلہ نے جلدی سے کہا۔ میں کھاؤنگی تمہارے ساتھ۔ عائشہ نے مسکرا کر کہا۔ لو ہوگیا فیصلہ؟ اور جمیلہ و اغلب کھانے لگے۔ عائشہ نے ہاجرہ سے کہا۔ کیا صفیہ اپنے وطن جانے والی ہیں۔

ہاجرہ :۔ جی ہاں انہیں اپنا وطن دیکھنے کی بڑی تمنا ہے۔

عائشہ نے صفیہ سے پوچھا۔ کہیں وطن میں ہی رہ جانے کا ارادہ ہے کیا؟

صفیہ نے جواب دیا نہیں' میں تو بھائی جان (زیاد) کے ساتھ جاؤں گی۔ اور ان کے ساتھ ہی واپس آجاؤں گی۔

عائشہ :۔ "خدا کا شکر ہے۔ آج میں ایک درخواست لے کر آئی ہوں۔"

صفیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اچھا ...... بہن سے درخواست ......؟"

عائشہ :- بعض خاص معاملات میں درخواست کرنی ہی پڑتی ہے۔ میرا معاملہ بھی خاص ہے۔"

صفیہ :- "درخواست نہیں حکم دیجئے۔"

عائشہ :- "پھر وہی' اس وقت میں محض عائشہ اور تمہاری بہن ہی بنکر آئی ہوں۔"

صفیہ :- "سر آنکھوں پر۔ اچھا کہئے کیا بات ہے ......؟"

عائشہ :- "میں جانتی ہوں کہ مجھے ایک دم ایسی بات نہیں کہنی چاہئے لیکن تم اپنے وطن جارہی ہو۔ نہ معلوم کب واپس آؤ۔ اس لئے کہتی ہوں ۔ اور مجھے یقین ہے۔ تم میری اس جسارت کو معاف کردو گی۔"

صفیہ :- "یا اللہ! آخر یہ کس بات کی اتنی تمہید ہے۔"

عائشہ :- بات ہی ایسی ہے۔

صفیہ :- "تو جلدی کہہ ڈالئے۔ مجھے خلجان ہو رہا ہے۔"

عائشہ :- "بات یہ ہے بہن! اغلب کو اپنی فرزندی میں لے لو۔"

صفیہ کو اس بات کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون نائب السلطنت کی بیوی جمیلہ کے لئے پیغام دینگی۔ اس جمیلہ کے لئے جو ایک عیسائی باپ کی بیٹی اور اس عیسائی ماں کی دختر ہے جو تھوڑے ہی عرصہ سے مسلمان ہوئی ہے۔ وہ سکتہ کے عالم میں بیٹھی رہ گئی۔ عائشہ نے کہا۔ کیا میری بات ناگوار گزری ہے۔

نہیں --- مجھے حیرت نے خاموش کردیا ہے۔ کہاں تم' کہاں میں۔"

عائشہ :- "حیرت نہ کرو۔ میں جواب چاہتی ہوں۔"

صفیہ :- "اماں (ہاجرہ) اور بھائی جان (زیاد) کو اس کا اختیار ہے۔"

عائشہ :- "میں جانتی تھی تم یہی جواب دو گی۔ (ہاجرہ سے) میں اماں جان آپ سے درخواست کرتی ہوں۔"

ہاجرہ :- "تم نے امیر ابوالفضر سے دریافت کرلیا ہے ......؟"

عائشہ :- "جی ہاں۔ ان کی ہی اجازت سے آئی ہوں۔"

ہاجرہ :- "مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ میں زیاد کو بھی رضامند کرلوں گی۔"

عائشہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ انہوں نے کہا۔ بہت بہت شکریہ!"

عائشہ نے اس خوشی میں موتیوں کی ایک مالا جمیلہ کی گردن میں ڈالدی۔ اور اس کی پیشانی چوم لی۔ اس طرح منگنی کی رسم ادا ہو گئی۔

خاتون خاموش ہو گئیں۔

(۴۱)

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

اسی روز جب عائشہ رخصت ہوگئیں۔ اور زیاد آئے تو ہاجرہ نے ان سے کہا کہ عائشہ نے اغلب کے لئے پیام دیا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔"

زیاد نے کہا' مگر ہمیں جمیلہ پر کیا اختیار ہے۔ اس کی ماں سے پوچھنا چاہئے۔

ہاجرہ :- "وہ اس معاملے کو تم پر چھوڑتی ہے۔"

زیاد :- یہ ان کی شرافت ہے۔ میں تو چاہتا تھا کہ خود صفیہ کی شادی ہو جاتی۔ ابھی وہ جوان ہیں اور ان کی خواستگاری کئی مرد مسلمان کر رہے ہیں۔"

ہاجرہ :- "میں نے کئی مرتبہ اس ذکر کو چھیڑا تھا۔ وہ اس کے لئے تیار نہیں ہے۔"

زیاد :- "تم نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ اسلام عقد ثانی کی اجازت دیتا ہے۔"

ہاجرہ :- "سب کچھ بتا دیا تھا۔ اب جمیلہ کے متعلق کہو۔"

زیاد :- "وہ رضامند ہیں۔"

ہاجرہ :- "اگر تم رضامند ہو تو وہ بھی ہیں۔"

زیاد :- لڑکا اچھا ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں تو رشتہ مناسب ہی رہیگا۔"

ہاجرہ :- تو سنو' میں نے تمہاری رضامندی کی ذمہ واری لے لی تھی۔ آج منگنی کی رسم ادا ہوگئی ہے۔"

زیاد :- "اچھا ہوا ہمیں کوچ کا حکم ہو گیا ہے۔ کل صبح کی نماز پڑھ کر روانہ ہو جانا ہے۔"

ہاجرہ :- "ہم سب بھی تیار ہیں۔ ہم صفیہ کو بتا دیں۔"

زیاد :۔ "بتا دیجئے۔" اور ہاجرہ نے صفیہ کے پاس جا کر کہا۔ ہم نے منگنی کا ذکر زیاد سے کردیا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اب صبح طیرمین کی طرف کوچ ہوگا۔" صفیہ کا چہرہ شگفتہ ہوگیا۔ جمیلہ بھی وہاں آگئی۔ صفیہ نے اس سے کہا۔ جمیلہ تم روز پوچھا کرتی تھیں کب طیرمین چلوگی۔ آج حکم ہوگیا ہے۔ اب صبح چلیں گے۔ جمیلہ خوشی سے ناچنے لگی۔ ان سب نے اسی وقت سے تیاری شروع کردی اور اگلے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی لشکر کی روانگی شروع ہوگئی۔ زیاد بھی مکان پر آکر مسلح ہوئے۔ محمل آگئے۔ ان میں ہاجرہ' صفیہ' جمیلہ اور کنیزیں سوار ہوئیں۔ محمل چلے۔ اور شہر سے باہر آکر لشکر کے درمیان پہنچا دیئے گئے۔ زیاد بھی ان کے پاس ہی آگئے۔ اور پھر لشکر نے طیرمین کی طرف کوچ کردیا۔ چونکہ طیرمین عیسائی علاقہ میں واقع تھا۔ اس لئے اس طرف کے عیسائیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں مسلمانوں کے خوف سے ویران ہوگئیں۔ ان بستیوں کے مرد و زن بڑے شہروں میں پہنچ گئے۔ زیاد نے مجاہدین اسلام کو ہدایت کی کہ وہ زراعت اور باغوں کو ہرگز نقصان نہ پہونچائیں۔ مسلمانوں نے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔ وہ ٹاؤر مینیا (طیرمین) کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عیسائی بات کو سمجھ گئے تھے کہ مسلمانوں کا ارادہ طیرمین پر حملہ کرنے کا ہے۔ چونکہ یہ ایسا مقام تھا جس سے اس تمام علاقہ پر اثر پڑتا تھا۔ اس لئے عیسائیوں نے اسے بچانے کا پورا پورا بندوبست کرلیا۔ ٹاؤرمینا میں اگرچہ کافی فوج تھی۔ کافی سامان جنگ تھا اور کافی غلبہ تھا۔ لیکن انہوں نے پھر بھی سرقوسہ کے گورنر کو مدد کے لئے لکھا تھا۔
ٹاؤرمینا میں اس وقت جو حاکم تھا۔ وہ تھیوڈوثس کا دور کا رشتہ دار تھا۔ بڑا بہادر و تجربہ کار افسر تھا۔ کئی معرکوں میں نام پیدا کرچکا تھا۔ اس نے کئی مرتبہ بحری ڈاکوؤں کو شکست دی تھی۔ لیکن اسے مسلمانوں سے لڑنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ان کا مقابلہ کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ وہ بڑا مستعد آدمی تھا۔ اس نے رات بھر شہر کا گشت لگانا شروع کردیا۔ ادھر مسلمانوں کے قریب سے قریب آنے کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ عیسائیوں میں اس بڑا ہراس پھیلا ہوا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان جس قلعہ پر حملہ کرتے ہیں جب تک اسے فتح نہیں کرلیتے اس وقت تک وہاں سے نہیں ٹلتے۔ لیکن طیرمین کا حاکم مطمئن تھا۔ اسے خوف نہ تھا۔ اس کا نام ایراٹاس تھا۔ وہ خوب جانتا تھا

کہ طیرمین کی فصیل نہایت مضبوط ہے' لشکر کافی ہے۔ نیز مسلمان جو آرہے ہیں وہ تھوڑے ہیں۔ اس لئے اسے اطمینان تھا۔ آخر کار مسلمان شہر کے سامنے پہونچ گئے۔ ان کے آنے سے عیسائیوں کا خوف اور بڑھ گیا۔ لیکن ایراٹاس نے سب کو تسلی دی اور اطمینان دلایا کہ مسلمان بہت ہی کم ہیں۔ ہمارے پاس لشکر زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ سرقوسہ سے اور مدد بھی آنے والی ہے۔ ہم مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔"

مسلمانوں نے فصیل کا معائنہ کیا۔ شہر کے گرد پھرے۔ انہیں کسی طرف کی فصیل کمزور نظر نہیں آئی۔ ہر طرف عیسائی لشکر پھیلا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے اس شہر کی ناکہ بندی کردی۔ جتنے راستے تھے سب پر زبردست پہرہ بٹھا دیا۔ اس سے طیرمین کے عیسائیوں کا تمام جزیرے سے قطع تعلق ہوگیا۔
کئی مہینے تک مسلمان محاصرہ کئے پڑے رہے وہ چاہتے تھے کہ عیسائی قلعہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ کردیں لیکن عیسائیوں کو یہ جرات نہیں ہوئی۔ مسلمانوں نے چند مرتبہ شہر پر دھاوا کیا۔ لیکن عیسائیوں نے فصیل تک نہ پہونچنے دیا۔ پتھروں اور تیروں کی بارش کرکے انہیں واپس لوٹنے پر مجبور کردیتے۔ زیاد نے کئی تدبیریں کیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ نہ تو عیسائی قلعہ سے باہر نکلے اور نہ وہ فصیل تک پہونچ سکے۔ وہ خاموشی سے محاصرہ کئے پڑے رہے جب محاصرہ نے طول کھینچا تو ایک روز صفیہ نے زیاد سے کہا۔ کیا بات ہے کہ تم طیرمین کو اب تک فتح نہیں کرسکے......؟"
زیاد نے کہا۔ عیسائی قلعہ سے باہر نہیں نکلتے۔ اور اگر ہم حملہ کرتے ہیں تو ہمیں فصیل تک جانے نہیں دیتے بڑی پرزور مدافعت کرتے ہیں۔
صفیہ :۔ "پھر کیا سوچا ہے تم نے؟"
زیاد :۔ "یہی کہ ہم محاصرہ کئے رہیں۔ جب ان کے پاس رسد نہ رہیگی تو وہ اطاعت اختیار کرلیں گے۔"
صفیہ :۔ "اس بھروسہ میں نہ رہنا۔"
زیاد :۔ "کیوں......؟"
صفیہ :۔ "اس لئے کہ ان کے پاس باہر سے رسد پہونچتی رہے گی۔"

زیاد:۔ "شاید تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کروی ہے۔"

صفیہ:۔ "میرا خیال ہے کہ ایک راستہ کھلا ہوا ہے۔"

زیاد:۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔ تمام راستوں پر ہمارا قبضہ ہے۔"

صفیہ:۔ ممکن ہے۔ لیکن ایک راستہ عام نہیں ہے۔ آج رات میرے ساتھ چلنا۔
زیاد رات کا انتظار کرنے لگے۔ عشاء کی نماز پڑھکر وہ صفیہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا تم تیار ہو۔"

صفیہ:۔ "ہاں تیار ہوں۔" زیاد نے ہنس کر کہا۔ یہ کیا تیاری ہے تم تو عرب خاتون بنی ہوئی ہو۔" جب سے صفیہ مسلمان ہوئی تھی اس وقت سے عرب خاتونوں کا سا لباس پہننے لگی تھی۔ یہ لباس اس پر بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ اور کیا بن جاؤں۔"

زیاد:۔ "ایک خوبصورت لڑکا بن جاؤ۔"

صفیہ:۔ "لاؤ لباس" اور زیاد نے ایک نوجوان مرد کا لباس لا دیا وہ اس لباس کو پہن کر ایک خوبرو نوعمر عرب بن گئی۔ زیاد نے کہا۔ یہ لباس بھی تم پر پھوٹ نکلا ہے۔ صفیہ مسکرانے لگی۔ وہ دونوں وہاں سے چلے اور فرودگاہ کے آخری کنارے پر پہونچے۔ چاند تیر رہا تھا' اور دودھیا چاندنی چمک رہی تھی۔ ہر چیز چاندنی میں نہا رہی تھی۔ بڑا خوشنما منظر تھا۔ صفیہ زیاد کو لیکر شمال کی طرف بڑھی۔ اس نے کہا میں جانتی تھی' تم نے وہ راستہ نہیں دیکھا۔"

زیاد:۔ "مگر تم شہر کی طرف کہاں چل رہی ہو۔"

صفیہ:۔ "ابھی ہمیں دور تک چلنا ہوگا۔" زیاد اس کے ساتھ چلتے رہے جوں جوں یہ آگے بڑھتے جاتے تھے سطح زمین اونچی ہوتی جاتی تھی۔ ایک جگہ پہونچکر صفیہ رک گئی۔ اس نے کہا یہاں پر ایک نالہ ہے۔ اسے تلاش کرو۔ دونوں تلاش کرنے لگے۔ ایک جگہ جھاڑیوں کے جھنڈ تھے۔ صفیہ نے خوش ہو کر کہا۔ بس اب نالہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں راستہ مل گیا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ زیاد صفیہ کے ساتھ چلے۔ وہ بیدھڑک جھاڑیوں میں گھس گئی۔ پھر زیاد بھی گھس گئے۔ جھاڑیاں بڑی تنگ اور

دشوار گزار تھیں ان کی شاخیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں تھیں۔ صفیہ شاخوں کو ہٹاتی گھستی چلی گئی زیاد نے کہا۔ تم مجھے آگے بڑھنے دو میں شاخیں ہٹاؤں گا۔

صفیہ:۔ "تم راستہ نہ نکال سکو گے اگر ذرا بھی ادھر ادھر ہو گئے تو تمام رات جھاڑیوں کی بھول بھلیوں میں گھومتے پھرو گے۔"

وہ بڑھتے رہے تقریباً" ایک گھنٹہ چل کر وہ ایک ایسے راستے پر نکلے جس کے دونوں طرف اونچی اونچی ڈھاکنیں تھیں۔ اب وہ اس راستے پر چلتے رہے۔ یہ راستہ شہر کی طرف گیا تھا۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دور سے چند سپاہیوں کو دیکھا وہ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ چاندنی میں صاف نظر آرہے تھے۔ صفیہ نے کہا اس طرف پہرہ ضرور ہے ۔ مگر معمولی ہے۔ عیسائیوں کو اطمینان ہے کہ اس طرف سے مسلمان نہیں آسکتے۔

زیاد:۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ آؤ واپس چلیں۔ انشاء اللہ ہم اس راستے سے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ!؟"

صفیہ:۔ شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں بھی اسلام اور اسلامی حکومت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔" اب یہ دونوں واپس لوٹے۔ خاتون اس قدر بیان کر کے پھر خاموش ہو گئیں۔

(۴۲)

خاتون واقعات بیان کر رہی تھیں اور نوجوان افسر غور سے سن رہے تھے۔ ابھی تک بارش ہو رہی تھی۔ بوندیں چشمہ میں زور شور سے پڑ رہی تھیں۔ ہالے بن بن کر بگڑ رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ بارش کا زور ابھی تک نہیں گھٹا ہے۔ خاتون نے کہا۔ نہ ابھی گھٹیگا۔ اس نواح میں جب بارش ہوتی ہے تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان میں کوئی سمندر ہو۔ اور اس کی کھڑکیاں کھل گئیں ہیں۔ یہاں چٹانوں سے گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے بارش کا زور معلوم نہیں ہوتا۔ اگر باہر نکل کر دیکھو تو معلوم ہو کہ بارش کا طوفان آیا ہوا ہے۔ میں عرصہ سے یہاں رہتی ہوں اور بارش کا زور دیکھتی ہوں۔ اکثر بڑے بڑے پتھر اور موٹی موٹی چٹانیں اپنی جگہ سے پھسل جاتی ہیں۔"

افسر:۔ "خنکی بڑھتی جاتی ہے۔"

خاتون :۔ ہاں رات تک کافی سردی ہو جائے گی۔ اگر ٹھنڈ معلوم ہونے لگی ہو تو کچھ اوڑھنے کو لاؤں۔"

افسر:۔ نہیں۔ ابھی ایسی سردی نہیں ہوئی ہے۔ تم داستان شروع کرو۔

خاتون نے بیان کیا ـــ زیاد اور صفیہ جس راستے سے گئے تھے اسی سے واپس آگئے۔ صفیہ پر مردانہ لباس ایسا پھب رہا تھا کہ اسے پیار کرنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ نوجوان اور حسین تھی۔ ہر لباس اس پر زیب دیتا تھا۔ زیاد کو بھی اچھا معلوم ہوا۔ لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ صفیہ واپس آکر اپنے خیمہ میں چلی گئی اور زیاد اپنی قیام گاہ پر آکر آرام کرنے لگے۔ صبح کی نماز پڑھ کر انہوں نے ایک ہزار مجاہدین منتخب کئے۔ اور انہیں اس طرف پھیلا دیا۔ جس طرف وہ رات گئے تھے۔ چونکہ اسلامی لشکر میں روزانہ نقل و حرکت ہوتی رہتی تھی۔ اس لئے قلعہ والوں نے کچھ نہ سمجھا۔ جب رات ہوگئی اور مسلمان کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تب زیاد مسلح ہوئے۔ ان کے خیمہ کے قریب ہی صفیہ اور ہاجرہ کے خیمے تھے۔ اور ان دونوں خیموں کے اس طرف ان خواتین کے خیمے تھے جو کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ آئی تھیں۔

چاند نکل آیا تھا اور چاندنی پھیل گئی تھی۔ ہر چیز چاندنی میں نہا کر خوشنما بن گئی تھی۔ اس وقت جمیلہ دوڑتی ہوئی آئی۔ اور زیاد سے بولی۔ کہاں جا رہے ہو ماموں جان! آج تو میں نے پکڑ لیا۔ تم روز چاندنی میں سیر کرنے جاتے ہو۔

زیاد :۔ "نہیں بیٹی! ہم قلعہ میں جا رہے ہیں۔"

جمیلہ :۔ "مجھے بھی لے چلو۔"

زیاد :۔ "ابھی تو ہمیں لڑنا پڑے گا۔"

جمیلہ :۔ "میں بھی لڑوں گی۔"

زیاد :۔ "شاباش! مسلمان بچوں کے بھی جذبات ہونے چاہئیں۔"

اس وقت صفیہ آگئی۔ اس نے کہا۔ "کیا جا رہے ہو۔"

زیاد :۔ "ہاں۔"

صفیہ :۔ "عشاء کی نماز سے پہلے ہی۔"

زیاد :۔ جھاڑیوں کے پاس نماز ادا کرلیں گے۔

صفیہ :۔ میں بھی چلتی۔ مگر جمیلہ ......"

جمیلہ نے جلدی سے کہا میں بھی چلوں گی۔"

زیاد :۔ تم دونوں آرام کرو۔ اگر ہو سکے تو فتح کی دعا کرنا۔

صفیہ :۔ خداوند عالم تمہیں فتح یاب کرے۔

وہ جمیلہ کو لیکر چلی گئی۔ زیاد ایک ہزار مجاہدین کے پاس آئے اور انہیں ساتھ لے کر جھاڑیوں کی طرف چلے۔ وہاں پہونچکر انہوں نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ فتح کی دعا مانگی اور پھر جھاڑیوں میں گھس گئے۔

چند سپاہی تلواروں سے جھاڑیاں صاف کرتے اور راستہ بناتے آگے چلے۔ کچھ رات گئے وہ اونچی ڈھانگوں والے راستہ پر پہونچے۔ چار چار کی قطار میں سب چلنے لگے۔ چونکہ راستہ کے دونوں طرف ڈھانگیں پہاڑ کی طرح اونچی تھیں۔ اس لئے وہاں چاندنی ابھی نہیں پھیلی تھی۔ اجالا ضرور تھا مگر ایسا نہیں کہ دور سے لوگ نظر آجائیں۔ یہ خاموشی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ جب قلعہ قریب آگیا تو زیاد نے اس دستہ کو وہیں روک دیا۔ اور اس میں سے دس آدمیوں کو لے کر کنارہ سے لگے چلے۔ وہ عیسائی پہریداروں کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ اس دروازہ پر پچیس آدمیوں کا پہرہ رہتا تھا۔ چونکہ عیسائیوں کو یہ اطمینان تھا کہ مسلمانوں کو اس راستہ کا پتہ نہ چلے گا۔ اس لئے اس طرف حفاظت کا کچھ زیادہ انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ جو پچیس آدمی پہرہ پر رہتے تھے۔ وہ بھی مستعدی کے ساتھ پہرہ نہ دیتے تھے۔ اگرچہ ابھی کچھ زیادہ رات نہیں آئی تھی مگر وہ سو گئے تھے۔ زیاد اور ان کے دس ساتھی کچھ دیر کھڑے رہ کر آہٹ لیتے رہے۔ پھر جب ان کو یقین ہو گیا کہ وہ سو رہے ہیں تو وہ بڑی آہستگی کے ساتھ بڑھے۔ اور ان کے سروں پر پہونچکر تلواریں میانوں سے کھینچ کر ایک دم حملہ آور ہوئے۔ دس آدمیوں کو تو انہوں نے پہلے ہی مار ڈالا پندرہ آدمی ہڑبڑا کر اٹھے۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی ان کے ہوش جاتے رہے اور مسلمانوں نے ان کی حیرت سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے جلدی جلدی وار کر کے دس کو اور مار ڈالا۔ پانچ جو باقی رہ گئے تھے۔ انہوں نے بھاگنے کا قصد کیا۔ پانچ مسلمان ان پر بھی جا ٹوٹے۔ اور انہوں نے ان کا بھی خاتمہ کردیا۔ زیاد نے بڑھکر دیکھا اس طرف ایک چھوٹا دروازہ تھا۔ وہ اندر کی طرف سے بند تھا۔ وہ لوٹ آئے اور دستہ کو ساتھ لیکر دروازہ پر پہونچے۔ انہوں نے تلوار کے دستہ سے دروازہ کھٹ کھٹایا۔ کچھ دیر کے بعد کسی نے بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کھولا۔ مسلمان اس کی بات نہیں سمجھے۔

جونہی دروازہ کھلا زیاد مع چند مسلمانوں کے اس میں گھس گئے جس شخص نے

دروازہ کھولا۔ وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہی مبہوت رہ گیا۔ ایک مرد مسلمان نے تلوار سے اس کی تواضع کی۔ اس کا سر کٹ کر دور جاگرا۔ زیاد نے دیکھا دروازہ کے قریب ہی بہت سے عیسائی سو رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو قتل کرنے کا اشارہ کیا۔ مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور جلدی جلدی انہیں قتل کرنے لگے۔ کئی عیسائیوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی ان پر خوف کا غلبہ ہوگیا۔ وہ کانپنے لگے۔ مسلمانوں نے انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا۔ اس طرف باہر کے پہریداروں کے علاوہ مسلمانوں نے ڈیڑھ سو عیسائیوں کو اور مار ڈالا۔ نیز اس طرف پانچ سو عیسائی سپاہی تھے۔ اب وہ جاگ گئے اور انہوں نے مسلمان آگئے' مسلمان آگئے کا شور کیا۔ یہ آواز تمام قلعہ میں گونج گئی۔ عیسائی اٹھ اٹھکر جلدی جلدی مسلح ہونے لگے۔

زیاد نے دروازہ کا رخ کیا۔ جو عیسائی ان کے سرراہ ہوئے انہوں نے بیدریغ انہیں قتل کرڈالا یا بھگا دیا۔ دو مسلمانوں نے دوڑ کر پھاٹک کھول دیا اور قلعہ سے نکل کر اسلامی لشکر کی طرف دوڑے تاکہ تمام لشکر کو چڑھا لائیں۔ لیکن اس عرصہ میں عیسائیوں نے مل کر زیاد اور ان کے ہمراہیوں پر سختی سے حملہ کردیا۔ مسلمان ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ نہایت ہی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ تنوں سے سر کٹ کٹ کر اچھلنے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔ چاندنی رات میں خوفناک تلواریں اٹھ اٹھ کر جانبازوں کے سر اڑانے لگیں۔

عیسائیوں نے اس قدر شور مچایا کہ مرد اور عورتوں کے علاوہ بچے بھی اٹھ گئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلمان قلعہ کے اندر آگھسے ہیں تو خوف و دہشت سے کانپنے لگے۔ ان کو گھروں سے باہر نکلنے کی بھی جرات نہ ہوئی۔ پادری بھی اٹھ گئے تھے۔ انہوں نے گرجاؤں میں جا کر زور زور سے گھنٹے بجانے شروع کردیئے تھے گویا وہ خداوند کو اطلاع دے رہے تھے کہ عیسائیوں پر نازک وقت آگیا ہے مدد کریں۔ متبرک چیزیں گرجاؤں کے دروازوں پر لٹکا دی گئیں اس خیال سے کہ ان کی برکت سے ہی مسلمان ڈر کر بھاگ جائیں۔ لیکن مسلمان ایسی بلائے بے درماں تھے کہ کسی چیز سے بھی نہیں ڈرے اور بڑے زور و شور سے قتال کرتے رہے۔ بے شمار عیسائیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا اور چاروں طرف سے ان پر تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ لیکن مسلمان بڑے استقلال اور بڑی جرات سے لڑنے لگے وہ بھی شہید ہو رہے تھے اور عیسائیوں کو بھی قتل کر رہے تھے۔ جبکہ ہنگامہ دارو گیر بلند تھا اور فریقین زور و شور

سے لڑ رہے تھے اس وقت اللہ اکبر کے پرشور نعرے کی آواز آئی۔ اسلامی لشکر آگیا تھا۔ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور عیسائیوں پر حملے کرنے لگے۔ یا تو عیسائیوں نے زیاد اور ان کے ہمراہیوں کو گھیرے میں لے رکھا تھا یا اب تازہ دم مسلمانوں نے آکر ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور بڑی ہی پھرتی سے انہیں قتل کرنا شروع کردیا۔ مسلمانوں کی آمد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ دوڑ دوڑ کر قلعہ کے اندر آرہے تھے اور آتے ہی تیزی سے حملے شروع کردیتے تھے۔ انہوں نے بے شمار عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ اب عیسائی یہ سمجھ گئے کہ اگر جنگ جاری رہی تو مسلمان ایک عیسائی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور امان امان چلانے لگے۔ زیاد نے اعلان کردیا کہ اب کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ عیسائی سپاہیوں کو گرفتار کرلیا جائے نیز جو لوگ گھروں میں بند ہیں۔ ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ پادریوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ گرجاؤں میں کوئی مسلمان داخل نہ ہو۔

مسلمانوں نے ان احکام پر پوری پوری تعمیل کی۔ اس طرح ٹاور مینا یعنی (طیرمین) پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

(۴۳)

طیرمین پر قبضہ ہو جانے سے اس نواح کے عیسائیوں پر ان کا ایسا رعب و خوف طاری ہوا کہ وہ سہم گئے اور ہروقت خوفزدہ رہنے لگے زیاد نے نواحی بستیوں پر کوئی تاخت نہیں کی۔ کیونکہ انہیں یہ خیال تھا کہ میسنایا سرقوسہ سے ضرور عیسائی فوجیں آ ئنگی۔ اس لئے وہ طیرمین کا بندوبست کرنے لگے اب وہ یہ چاہتے تھے کہ عیسائیوں و اخلاق اور اسلام کے بہترین قانون سے مسخر کیا جائے۔ انہوں نے اسلامی قانون رائج کردیا تھا۔ یہ قانون نہایت سہل اور بڑا ہی مفید تھا۔ جزیرہ سسلی میں عیسائیوں نے یا عیسائی حکومت بیر یطنی نے جو قوانین جاری کر رکھے تھے وہ نہایت ہی ظالمانہ ر تکلیف دہ تھے۔ نیز ایسے ایسے ٹیکس تھے جن کی ادائیگی کے بعد لوگوں کے پاس کچھ بچتا ہی نہ تھا۔ اور غریبوں اور مزدوروں کی زندگیاں ہی تلخ تھیں۔ اور جو لوگ اپنے قدیم مذہب پر تھے اور عیسائی نہ ہوئے تھے۔ ان سے جاگیردار چالیس فیصدی اپنا پچیس

فیصدی حکومت کا اور دس فیصدی پادریوں کا پیداوار پر لگان لیتے تھے اس لگان کی تشخیص وہ خود کرتے تھے۔ پیداوار کا اندازہ کرلیتے تھے اور اس اندازہ ہی پر لگان تشخیص کردیتے تھے۔ اکثر پیداوار ان کے اندازے سے بہت کم ہوتی تھی۔ لیکن وہ ایک پائی بھی معاف نہیں کرتے تھے۔ کاشتکار اس لگان کو ادا ہی نہیں کرسکتے تھے۔ عدم ادائیگی لگان میں آلات کشاورزی جانور اور نقدی سب چھین لیتے تھے اور اگر ایک سال کے اندر مطالبہ ادا نہ کرسکتے تو بیوی بچے غلام اور کنیزیں بنا لی جاتیں اس لگان کے علاوہ اور بھی طرح طرح کے ٹیکس تھے۔ اتنے ٹیکس تھے کہ ان کی فہرست بڑی لمبی بنتی تھی۔ بیچارے کسی طرح ادا ہی نہیں کرسکتے تھے۔ جو لوگ عیسائی ہو گئے تھے۔ ان پر پیداوار پر پچیس فیصدی جاگیرداروں کا پندرہ فیصدی حکومت کا اور پانچ فیصدی گرجا کا ٹیکس تھا۔ جو پادریوں کا ٹیکس کہلاتا تھا۔ عدم ادائے مطالبہ میں ان کے ساتھ یہ رعایت تھی کہ ان کی بیوی اور بچے نہیں پکڑے جاتے تھے۔ البتہ وصولیابی میں اس قدر سختی کی جاتی تھی کہ انہیں موت کا ذائقہ آجاتا تھا۔ مزدوروں اور سوداگروں پر سوائے لگان کے اور ہر قسم کے ٹیکس تھے۔ ظالم حکومت اور بے رحم عمال حکومت یہ نہیں دیکھتے تھے کہ جب کاشتکاروں سے پیداوار تمام لے لی جاتی ہے اور مزدوروں و سوداگروں سے ٹیکس کے ذریعہ انہیں نچوڑ لیا جاتا ہے تو وہ کہاں سے کھائیں۔ اور کس طرح (ا) زندہ رہیں۔

سلہ

تمام عیسائی مورخوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ عیسائی بیز نطینی حکومت میں جزیرہ سسلی ہی میں نہیں بلکہ تمام محروسہ میں نہایت ظالمانہ ٹیکس قائم تھے۔ ان ٹیکسوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ یاد بھی نہیں رہتی تھی پیداوار تمام مزارعوں سے چھین لی جاتی تھی اور اسی پر بس نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے اہل و عیال کو بھی زبردستی لے لیا جاتا اور غلام و کنیز بنا لیا جاتا تھا۔ مزدوروں کی حالت اور بھی ابتر تھی وہ تمام دن محنت مزدوری سے جو کماتے تھے اس کا زیادہ حصہ ٹیکسوں میں دے دیتے تھے اس پر بھی مطالبہ باقی رہ جاتا تو ان کے بیوی بچے چھین لیے جاتے تھے سوداگروں پر اتنے ٹیکس تھے کہ انہیں آمدنی کے علاوہ جمع میں سے بھی کچھ ادا کرنا پڑتا تھا جب ان کی گلو خلاصی ہوتی تھی۔ امیر اور پادری لوگ اس دولت سے عیش و عشرت کرتے تھے

ان ظالمانہ قوانین اور ٹیکسوں کے مقابلہ میں اسلامی قانون نہایت ہی منصفانہ اور بہت ہی ہلکا تھا۔ اسلامی حکومت نے جاگیرداری توڑ دی تھی۔ اس سے بدمعاش جاگیردار سیدھے ہو گئے تھے۔ جن زمینوں میں وہ خود کاشت کراتے تھے وہی ان کے پاس باقی رہ گئی تھیں۔ کاشتکاروں سے وہ ایک حبہ وصول نہیں کرسکتے تھے اور کاشتکاروں و جاگیرداروں پر پیداوار کا دسواں حصہ مال گزاری میں لیا جاتا تھا۔ پیداوار کی جانچ بہت احتیاط سے کی جاتی تھی۔ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک عام ٹیکس تھا اور وہ جزیہ تھا۔ یہ ٹیکس غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے صلہ میں لیا جاتا تھا۔ یہ ٹیکس کچھ زیادہ نہ تھا۔ یعنی ہر بالغ سے چار دینار اور ہر نابالغ سے دو دینار۔ اس میں بھی یہ تشخیص تھی کہ جو لوگ نادار تھے' اپاہج تھے یا جو بیوائیں تھیں= یا جو یتیم بچے تھے اور پادریوں سے یہ ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ اور کوئی ٹیکس نہیں تھا۔ یہ اسلامی ٹیکس بیزنطینی حکومت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھے۔ اس لئے انہیں عیسائی اور قدیم باشندے بڑی خوشی سے ادا کردیتے تھے۔ ایک عرصہ کے بعد انہیں اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا اور انہوں نے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرنی شروع کی۔ انہیں یہ خوف جاتا رہا کہ اگر مطالبہ ادا نہ ہوا تو ان کی بیوی و بچے ان سے چھین لئے جاویں گے۔

انصاف کے لئے جو حاکم مقرر کئے گئے اور انہیں دیوانی و فوجداری کے اختیارات دیئے گئے وہ انہی کی قوم میں سے لئے گئے۔ عدالت عالیہ میں البتہ دو جج ایک قدیم باشندوں میں سے اور ایک عیسائیوں میں سے ہوتے تھے اور چیف جج مسلمان قاضی ہوتے تھے۔ اپیل ہر عدالت ماتحت کے حکم سے ہوسکتی تھی۔ پہلے عیسائیوں کے زمانہ میں زبردستوں کی حکومت تھی وہ جو چاہتے تھے قانون بناتے تھے اور غریبوں کو ان پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ یہ قانون غریبوں کو پیسنے اور انہیں فرمانبردار بنائے رکھنے کے لئے بنائے جاتے تھے۔

امیروں اور پادریوں پر ان قوانین کی پابندی ضروری نہیں ہوتی تھی۔ یہ عیش پرست تھے۔ اور غریب ان کی عیش پرستی کے آلہ کار ...... مگر اسلامی قانون امیروں غریبوں اور عیسائیوں غیر عیسائیوں سب کے لئے یکساں تھا۔ زبردست زیردستوں پر ظلم

و ستم نہیں کرسکتے تھے۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ عیسائی غیر عیسائی سب ہی نے ان قوانین کو بہت پسند کیا۔ جب مسلمانوں کے عدل و انصاف کا چرچا ہوا تو بیکس غریب نادار اور مفلسی کا شکار اور مزدور جوق در جوق زیاد کے پاس آئے اور ان سے فریادیں کرنے لگے وہ درخواستیں کرتے تھے کہ ان کی بستیوں پر قبضہ کر کے ظالم بھیڑیوں سے انہیں آزادی دلائیں۔

جاگیرداروں اور دولت مندوں کو یہ بات کسی طرح بھی گوارا نہیں تھی کہ ان کی وہ رعایا جس کی گاڑھی کمائی پر ان کی عیاشی منحصر ہے ان سے منحرف ہو کر ان کی تباہی کا باعث بن جائے اس لئے وہ انہیں روکتے اور ہر طرح کی دھمکیاں دیتے تھے۔ دباؤ ڈالتے تھے مگر وہ رکتے ہی نہیں تھے۔ سیدھے زیاد کے پاس آ رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔

صفیہ اپنے مکان میں ٹھہری ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد اسے اپنا وطن اپنا گھر اور گھر کا ساز و سامان دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہ خوش تھی بہت خوش' اور جاگیرداروں کی طرح اس کی جاگیرداری بھی ضبط ہو گئی تھی۔ لیکن اسے اس کا مطلق بھی ملال نہیں تھا۔ اسے یہ بھی نقصان پہنچا تھا کہ اس کی کاشت میں کوئی زمین نہیں تھی اسے کوئی آمدنی نہیں رہی تھی۔ اس کے باپ نے چند باغات لگوا دیئے تھے۔ یہ باغات لاوارث ہونے کی وجہ سے پادریوں کے قبضہ میں چلے گئے اور پادری جس ملکیت پر قبضہ کرلیتے تھے اسے کسی طرح بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔ وہ باغات چھوڑنے کو اب بھی تیار نہ ہوئے۔ صفیہ نے اپنی ملکیت کا دعوی دائر کردیا سب ججوں نے ثبوت لے کر اس کا دعوی ڈگری کردیا۔ لیکن پادری قبضہ دینے کو تیار نہ ہوئے۔ مجبور ہو کر اسلامی حکومت کو مداخلت کرنی پڑی اور صفیہ کو قبضہ دلایا گیا اور جو آمدنی ان باغوں سے پادریوں کو ہو چکی تھی وہ سب واپس کرنی پڑی۔

زیاد نے چند دستے ان لوگوں کے ساتھ جو فریادی بن کر آئے تھے کردیئے ان دستوں کے ساتھ غریب کاشتکار اور مفلس مزدور ہوگئے۔ انہوں نے بے رحم ظالم جاگیرداروں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی اور مسلمان تمام علاقہ پر قبضہ کرتے چلے گئے۔

(۴۴)

اب بارش بند ہو گئی تھی۔ بادل چھٹنے لگے تھے۔ کہیں کہیں سے نیلا آسمان نظر آنے لگا تھا۔ نوجوان افسر نے کہا۔ بارش بند ہو گئی ہے۔

خاتون :۔ "جی ہاں بارش بند ہو گئی ۔ تمہیں شاید اپنے سپاہیوں کا خیال ہے اطمینان رکھو۔ وہ امن و اطمینان اور آرام کی جگہ ہیں۔

افسر:۔ یہ ٹھیک ہے مگر وہ میرے ساتھ ہیں۔ میرے بھائی ہیں' میرا فرض ہے کہ انہیں چل کر دیکھوں۔"

خاتون :۔ چلو' میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں مگر سردی بڑھ گئی ہے۔ باہر کافی سردی معلوم ہوگی۔ کچھ اوڑھ لو۔ افسر نے مسکرا کر کہا خدا کے فضل سے میں نوجوان ہوں صحت مند ہوں' طاقتور ہوں۔ انشاء اللہ مجھے ایسی معمولی سردی نقصان نہ پہنچائے گی۔ البتہ تم ضرور کچھ اوڑھ لو۔

خاتون :۔ عورتوں کو سردی کم معلوم ہوتی ہے مجھے بھی کپڑا اوڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

افسر نے مسکرا کر کہا۔ ابھی ماشاء اللہ تمہاری صحت اور طاقت اچھی ہے۔"

خاتون نے افسردہ خاطر ہو کر کہا۔ اب کہاں ہے صحت ...... ہاں کبھی تھی۔

دونوں وہاں سے نکلے اور چلے۔ جب غار سے باہر نکلے تو واقعی سردی کافی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ دونوں بڑی احتیاط سے پتھروں چٹانوں پر چڑھ کر اس جگہ پہونچے جہاں مسلمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس وقت بہت سے مسلمان اس سرنگ کے اندر سے باہر نکل آئے تھے۔ افسر نے ان سے پوچھا۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی تمہیں "کئی آدمیوں نے کہا خدا کا شکر ہے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اگر ہم اسی میدان میں رہتے جہاں مقیم تھے تو ضرور تکلیف اٹھاتے خیمے اکھڑ تے سامان اور اسباب بھیگ جاتا ممکن ہے رسد بھی بہہ جاتی۔ سردی بھی ستاتی یہاں بالکل امن رہا۔ بارش ہوتی رہی' اور ہم کھانا تیار کرتے رہے۔"

افسر:۔ کھانے سے فراغت کرلی تم نے؟؟"

سپاہی :۔ "جی ہاں۔"

افسر:۔ "کوئی باقی تو نہیں۔"

سپاہی :۔ "جی نہیں سب کھا چکے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ظہر کا وقت ہوگیا۔ ایک شخص نے ظہر کی اذان دی اور سب نے وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ افسر نے پوچھا' رات کے لئے لکڑیوں کا انتظام ہوگیا ہے۔ سب نے کہا' جی ہاں کافی لکڑیاں جمع کرلی ہیں۔

اب خاتون و افسر وہاں سے کسی قدر فاصلے پر ایک پتھر پر جا بیٹھے۔ بارش ہونے سے پتھر' چٹانیں ' درخت شاخیں پتے سب دھل کر نکھر گئے تھے۔ عجب بہار آگئی تھی۔ اور ہر چیز بڑی دلفریب ہو گئی تھی۔ ہوا کے تھپیڑے بادلوں کو اڑائے لئے جارہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی شریر بادل برس بھی پڑتا تھا۔ آسمان صاف ہوتا جارہا تھا۔ خاتون نے کہا کس قدر دلکش منظر ہوگیا ہے۔

افسر:۔ جی ہاں! خدا کی شان ہے۔ وہ مردہ چیزوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ بارش سے مردہ زمین کملائے ہوئے درخت اور پودے زندہ اور پربہار ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑا قادر ہے۔ اسی کے ہاتھ میں موت اور زندگی ہے۔

خاتون :۔ "یہی بات ہے۔"

افسر:۔ "مہربانی کر کے وہ داستان شروع کردیجئے۔"

خاتون :۔ "اچھا۔"

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔ طیرمین کے فتح ہوجانے سے صفیہ کو بہت خوشی ہوئی۔ جمیلہ نے اگرچہ اس گھر کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر اسے بھی مسرت ہوئی۔ طیرمین کا علاقہ تسخیر کرنے میں کافی عرصہ لگ گیا۔ کئی سال بیت گئے۔ جو علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہو جاتا تھا اس کے انتظام و انصرام میں مہینوں لگ جاتے تھے۔ زیاد بھی طیرمین میں ہی تھے۔ مگر وہ علیحدہ ایک اور مکان میں ٹھہرے تھے اس مکان کو دالامارت کہنے لگے تھے۔ ان کی والدہ ہاجرہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ کبھی صفیہ اور جمیلہ جاتی تھیں اور کبھی زیاد اور ہاجرہ چلے جاتے تھے۔ صفیہ کو یہ معلوم تھا کہ

ابوالنصر نے طیرمین آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ عائشہ اور اغلب بھی آویں گے۔ اس لئے وہ ان کا انتظار کر رہی تھی۔ کبھی یہ انتظار اسے تکلیف دینے لگتا تھا۔ کئی مرتبہ اس نے زیاد سے پوچھا بھی کہ امیر ابوالنصر آویں گے۔ یا نہیں وہ بتادیتے کہ ان کا بہت جلد آنے کا ارادہ ہے۔ وہ مطمئن ہو جاتی۔ ایک روز عائشہ کا قاصد صفیہ کے پاس آیا بڑے بڑے تحفے اور ایک محبت نامہ لایا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں اور امیر ابوالنصر جلد سے جلد تمہارے پاس پہونچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نیز اب تک اس لئے نہ آسکے کہ جس طرح طیرمین پر مہم بھیجی گئی اسی طرح اور کئی مقامات پر بھی بھیجی گئی ہے۔ ابھی ان مہموں کی طرف سے اطمینان نہیں ہوا۔ اطمینان ہوتے ہی ہمیں پہنچا سمجھو۔ درخواست یہ ہے کہ شادی کی تیاری کرلینا۔ اغلب ماشاء اللہ جوان ہوتے جارہے ہیں۔ ہم شادی کرنے کے لئے ہی آویں گے۔

اس خط کو پڑھ کر صفیہ بہت خوش ہوئی وہ دیکھ رہی تھی کہ جمیلہ بھی جوانی کی حد کو پہنچی جارہی ہے اس کی شوخی اور شرارت متانت و سنجیدگی میں بدل گئی تھی۔ اب وہ شرارت نہیں کرتی تھی۔ بلکہ شرم و حیا کی پتلی بن کر رہ گئی تھی۔

جمیلہ کے لئے کئی بیش قیمت تھان تھے۔ جو ریشمین تھے' کئی سونے کے زیور تھے۔ صفیہ نے ان کپڑوں سے جمیلہ کے لئے کئی جوڑے تیار کرائے اسے پہنائے اور زیورات بھی پہنا دیئے۔ وہ اس لباس اور زیورات کو پہن کر رشک پری بن گئی۔

جمیلہ جوان ہوتی جارہی تھی اور صفیہ کی عمر ڈھلتی جاتی تھی لیکن وہ اس قدر حسین اور ماہرو تھی کہ اس وقت بھی اچھی معلوم ہوتی تھی۔ صفیہ نے کوشش کر کے ایک عرب دوشیزہ سے زیاد کی شادی کرادی تھی۔ چند روز کے بعد زیاد آئے انہوں نے بتایا کہ امیر ابوالنصر مع اہل و عیال کے آرہے ہیں۔ اجازت ہو تو میں انہیں اپنے یہاں ٹھہرالوں۔ صفیہ جانتی تھی کہ وہ شادی کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ زیاد کے یہاں ہی ٹھہریں۔ چنانچہ اس نے اجازت دیدی۔ زیاد نے اپنا مکان اور صفیہ نے اپنا محل درست اور صاف کرایا۔

آخر ایک دن ابوالنصر آگئے۔ زیاد کے یہاں مقیم ہوئے اغلب واقعی جوان ہو گئے تھے۔ بڑے خوبرو نوجوان تھے۔ ان کے چہرے سے ایسا جلال ظاہر تھا کہ ان کی طرف

نظر بھر کر نہیں دیکھا جاتا تھا۔ دو تین روز قیام کرنے کے بعد ایک دن عائشہ صفیہ کے گھر اچانک پہنچ گئیں۔ تھوڑی دیر پہلے جمیلہ نے غسل کر کے لباس بدلا تھا اور کنیزوں نے اس کا سنگھار کردیا تھا۔ عائشہ اس مست شباب کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ ان کی نظروں میں تو شوخ و شریر اور باتونی جمیلہ بسی ہوئی تھی۔ مگر اب بہار کی نوشگفتہ کلی اور سنجیدہ متین اور شرمیلی ہوگئی تھی۔ پہلے وہ بھاگی پھرتی تھی مگر اب بڑی نزاکت سے قدم اٹھاتی تھی۔ ادا و ناز سے کمر کئی کئی بل کھاتی تھی۔ شباب نے اسے دشمن ایمان بنا دیا تھا۔

جمیلہ پہلے تو شرمائی پھر سلام کیا۔ اور وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کیا عائشہ سمجھ گئیں۔ انہوں نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ واہ واہ ہم تو تجھے وہی شوخ اور شریر جمیلہ سمجھ رہے تھے۔ جو بغیر شرارت کے رہتی ہی نہ تھی۔ تم تو ماشاء اللہ حسن و جمال کا پیکر ہو گئی ہو۔ جمیلہ کی دلفریب آنکھیں شرم سے جھک گئیں اسی وقت صفیہ آگئی۔ وہ عائشہ سے بغلگیر ہوگئی۔ جمیلہ کو موقع مل گیا وہ کھسک گئی۔ یہ دونوں باتیں کرتی ہوئی صوفہ پر جا بیٹھیں۔ مدت کے بعد ملی تھیں بڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔

کھانا کھایا کھانے کے وقت جمیلہ آگئی تھی۔ عائشہ نے کہا' بہن صفیہ جمیلہ کو تو ایک لحہ کو بھی الگ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"صفیہ نے مسکرا کر کہا۔ وہ تو تمہاری ہی ہے۔"

جمیلہ کھانا کھا کر پھر بھاگ گئی۔ عائشہ نے شادی کی تاریخ مقرر کرنے کو کہا۔

انہوں نے ہاجرہ اور صفیہ سے مشورہ کر کے شادی کی تاریخ مقرر کردی۔

دن گزرتے دیر نہیں لگتی۔ تاریخ آگئی' اور جمیلہ کی شادی ہوگئی۔

خاتون اتنا بیان کر کے خاموش ہوگئیں۔

(۴۵)

خاتون نے افسر سے کہا۔ اب بہت تھوڑا حال بیان کرنا باقی رہ گیا ہے۔

افسر نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ ابھی بہت سا حال باقی رہ گیا ہے۔ ابھی تو یہی نہیں معلوم ہوا کہ "تم کون ہو۔ کب سے اور کس لئے یہاں مقیم ہو۔ میرے آنے کی کیوں منتظر تھیں۔ خاتون نے کہا' یہ سب کچھ بیان کردوں گی۔

"اچھا تو بیان کرو۔ خاتون نے کہا' اغلب اور جمیلہ میں بڑی محبت ہوگئی ایسی جس کی مثال کم ہوگی۔ جمیلہ اغلب پر جان دیتی تھی اور اغلب جمیلہ پر۔ اکثر اغلب جمیلہ کے ساتھ طیرمین سے باہر چلے جاتے۔ وہ نقاب ڈال کر جاتی اور گھنٹوں جنگلوں اور باغوں میں گھومتے رہتے۔ اکثر دونوں صفیہ کے باغ میں رہ جاتے۔ اغلب جمیلہ کو گھوڑے کی سواری اور ہتھیار چلانے کی مشق سکھاتے تھے۔ چنانچہ ایک روز دونوں باغیچے میں بیٹھے تھے۔ اغلب نے کہا 'جمیلہ میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اس زمانے کی بے نظیر حسینہ مجھے عطا کردی۔

جمیلہ شرما گئی اس کی دلکش آنکھوں پر مژگان کی چلمن پڑ گئی۔ اغلب نے کہا۔

اچھا جی شرما رہی ہو۔ یاد ہے وہ شرارت جب ہم تمہارے گھر مہمان ہوئے تھے تو تم نے قاب میں میوے سامنے لا رکھے تھے اور بڑی دلداری کے ساتھ کہا تھا۔ کھایئے' میری امی جان نے بھی مجھ سے کھانے کو کہا تھا۔ تم چٹاخ سے بول اٹھی تھیں۔ کھا چکے' یہ تو شرما جائیں گے۔ "آج کون شرما رہا ہے۔"

جمیلہ نے ایمان شکن حیا بار نظروں سے انہیں دیکھا۔ اس کے مسیحا صفت لبوں پر ہوش ربا تبسم کھل گیا۔ اس نے کہا' اس وقت تم شرماتے تھے اور اب ......؟ اغلب نے اس کے پھول سے رخساروں کو دیکھ کر کہا۔ تم شرما رہی ہو۔

جمیلہ نے انہیں دیکھا مسکرائی اور نظریں نیچی کرلیں۔ اغلب نے کہا تم سسلی کی حسین ساحرہ ہو۔ جمیلہ نے کہا ایسا نہ کہئے۔ میں نے سنا ہے اس جزیرے میں دلربا سرے حسین ساحرہ گزری ہے۔ اس ملک کے قدیم باشندوں کا خیال ہے کہ امرہے ہر سو برس کے بعد آگ میں غسل کر کے جوان اور خوبصورت ہو جاتی ہے۔

اغلب :۔ "مگر وہ تم سے کم ہی خوبصورت ہوگی۔"

جمیلہ نے سامنے کی طرف دیکھا۔ سسلی کا ایک قدیم باشندہ جو نوجوان تھا۔ کچھ فاصلے پر کھڑا اسے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے اغلب سے کہا یہ کون شخص سامنے کھڑا ہے؟" اغلب پر جمیلہ چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس بت طناز کو دیکھ رہے تھے۔ بھول گئے تھے کہ وہ کہاں ہیں۔ انہوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سامنے ایک نوجوان قدیمی سسلی کے باشندوں کے لباس میں کھڑا ہوا نظر آیا۔ انہیں اس کی یہ جسارت بڑی ناگوار گزری انہوں نے غضب ناک نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ وہاں

سے لپکا۔ اغلب اس کے پیچھے جھپٹے۔ مگر وہ باغ سے باہر نکل کر غائب ہوگیا۔ انہوں نے ہرچند اسے تلاش کیا مگر نہ ملا۔ وہ واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے جمیلہ سے کہا۔ نہ معلوم کہاں غائب ہوگیا وہ۔

جمیلہ :۔ "جانے دو۔"

اغلب :۔ اس کی آنکھوں سے شیطنیت ظاہر ہوتی تھی۔ مل جاتا تو اچھا ہی تھا۔

جمیلہ :۔ "وہ گورنمنٹ اسلامیہ کی حفاظت میں ہے۔"

اغلب :۔ میرا خیال ایسا نہیں ہے۔ وہ کہیں دور سے آیا ہے۔

جمیلہ :۔ اب گھر چلو۔

اغلب :۔ ہاں چلنا چاہئے۔ اور دونوں وہاں سے چلے۔ ایک روز جمیلہ نقاب ڈالے پائیں باغ میں جارہی تھی۔ جونہی دروازے کے اندر داخل ہوئی اسے وہی نوجوان نظر آیا۔ جو ایک روز باغیچہ میں ملا تھا۔ سسلی کا قدیم باشندہ اس نے کہا۔ ٹھہرو روز۔

جمیلہ بڑی متعجب ہوئی۔ یہ اس کا بچپن کا نام تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے کہا' تم شاید اس لئے حیران ہو رہی ہو کہ میں نے تمہارا بچپن کا عیسائی نام لے لیا۔ میں نے تمہارے متعلق سب کچھ معلوم کرلیا ہے۔ تم فیمی کی بیٹی ہو' غدار فیمی کی۔ جو مسلمانوں کو یہاں چڑھا لایا تھا۔ لیکن یہ عیسائیوں کا خیال ہے وہ بھی سب کا نہیں۔ بعض کا سسلی کے قدیم باشندے اور عیسائیوں کی اکثریت گورنمنٹ اسلامیہ کو رحمت خداوندی سمجھتی ہے۔

جمیلہ نے کہا جو لوگ خدا کو نہیں جانتے نہ مانتے ہیں وہ اس کے قائل کیسے ہوگئے۔

نوجوان :۔ "کیا ہم خدا کو نہیں مانتے۔ مشتری جنتون کو خدا مانتے ہیں۔ مگر ان باتوں کو چھوڑو۔ وقت کم ہے' مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ تمہارا نام روز ہی ٹھیک تھا۔ گلاب کا پھول تم گلاب کے پھول سے بھی زیادہ حسین ہو۔ افسوس یہ ہے کہ تمہاری شادی ہوگئی ایک شاہزادے سے' مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے۔ مگر میری محبت نفس پرستی کی محبت نہیں ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں دل و جان سے۔ میں تمہیں بہن بنانا چاہتا ہوں۔ بولو میری بہن بننا منظور کرتی ہو۔

جمیلہ :۔ ضرور' بہن بننا تو اچھا ہے' تمہارا نام کیا ہے۔ مجھے اپنے بھائی کا نام معلوم

ہونا چاہئے۔

نوجوان :۔ میرا نام الارک ہے۔ میں عیسائی ہوگیا ہوں۔ اور میں نے شادی کرلی ہے۔ لوسیانا ہرکلیس کی بہن سے۔ شاید تم نے ہرکلیس کا نام سنا ہو؟ جمیلہ نے کہا' سنا ہے' ان کی قبر پر کئی مرتبہ اپنی امی کے ساتھ جا چکی ہوں۔

الارک :۔ مجھے تمہارے متعلق سب باتیں لوسیانا نے ہی بتائی تھیں وہ بیمار ہوئی اور چند ہی روز ہوئے کہ مرگئی ہے۔ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ میرا مقصد تمہاری مدد کرنا ہے۔ جب تک رہوں گا تمہاری مدد کروں گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سرقوسہ کے گورنر نے کئی آدمیوں کو امیر ابوالفہر کے قتل پر مامور کیا ہے۔ ممکن ہے اغلب کو بھی قتل کرڈالیں۔ میں تمہیں آگاہ کرنے آیا ہوں۔ تم ابوالفہر اور اغلب دونوں کو ہوشیار کردینا۔

جمیلہ ہول گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ الارک نے کہا تم گھبرا گئیں میری بہن کو گھبرانا نہیں چاہئے اور جب تک اس کا بڑا بھائی جو باپ کے برابر ہے زندہ ہے اس وقت تک ہرگز نہیں گھبرانا چاہئے دیکھو اغلب آرہے ہیں۔ میں جارہا ہوں وہ مجھے دیکھ کر مشکوک ہو جائیں گے۔ جب تم انہیں سب کچھ سمجھا دو گی تب میں ان سے ملوں گا۔ وہ چلا فوراً" ہی اغلب آگئے۔ انہوں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ رشک کا تیر ان کے سینہ کے پار ہوگیا۔ مگر انہوں نے ضبط کیا انہیں جمیلہ پر پورا پورا اطمینان تھا۔ انہوں نے جمیلہ سے پوچھا۔ "کون تھا وہ جمیلہ۔"

جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ وہی تھے جو اس روز ہمیں اور تمہیں باغ میں ملے تھے۔

اغلب :۔ "کیا کہتا تھا۔؟"

جمیلہ :۔ "اگر سب باتیں بتاؤں گی تو شاید تمہیں ناگوار گزرے اس لئے اغلب نے قطع کلام کرکے کہا۔ سب باتیں بتاؤ۔

جمیلہ :۔ "کہتے تھے مجھے تم سے محبت ہے۔ بے پناہ محبت ہے' تم گلاب کے پھول سے زیادہ حسین ہو......

جمیلہ اغلب کو دیکھ رہی تھی مسکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ اغلب کا چہرہ جوش سے سرخ ہوگیا۔ انہوں نے کہا بدمعاش۔

جمیلہ :۔ یہ تم نے کیا کہہ دیا تم نے ساری بات تو سنی ہی نہیں۔ اسی لئے میں سب باتیں سنانا نہ چاہتی تھی۔

اغلب :۔ "سناؤ۔"

جمیلہ :۔ انہوں نے مجھے بہن بنا لیا ہے۔

اغلب نے حیرت سے کہا۔ "بہن بنا لیا ہے۔"

جمیلہ نے شوخی سے کہا۔ جی ہاں"

اغلب :۔ "جب تک مجھ سے بڑی غلطی ہوئی میں نے برا کیا کہ اسے برا کہا۔ اسی لئے اسلام جلد کسی سے بدظن ہو جانے کی ممانعت کرتا ہے۔ میں نے بڑا گناہ کیا۔ خدا معاف کرے' یہ حق العباد ہے۔ میں اس سے مل کر معافی مانگوں گا۔ جمیلہ نے کہا وہ میرے بڑے بھائی ہوگئے ہیں۔ کہتے تھے اغلب اور ابوالنصر کے قتل پر سرقوسہ کے گورنر نے کچھ آدمی متعین کیے ہیں۔ انہیں ہوشیار کردینا۔ میں یہ سن کر ہول گئی وہ کہنے لگے۔ میری بہن کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ جب تک تمہارا بڑا بھائی جو باپ کے برابر ہے زندہ ہے ہرگز نہ گھبراؤ۔

اغلب :۔ شریف آدمی میں نے فضول ہی انہیں برا کہہ کر ایک عظیم گناہ کیا میں ان سے معافی چاہوں گا ...... انہیں ڈھونڈوں گا۔

جمیلہ :۔ اب وہ نہ ملیں گے شاید کسی روز خود ہی تمہارے پاس آئیں۔

اغلب :۔ میں دیکھوں تو شاید مل جائیں۔ انہوں نے انہیں تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ آخر لوٹ آئے اور جمیلہ کے ساتھ مکان پر آگئے۔

(۴۶)

خاتون نے کہنا شروع کیا۔

اب اصل داستان شروع ہونے والی ہے۔ وہ داستان جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جس نے مجھے بے چین کر رکھا ہے مگر ایک بات بتاؤ پہلے تم۔

افسر:۔ "کیا ......؟"

خاتون :۔ "تم کون ہو' تمہارا نام کیا ہے۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟"

افسر:۔ کیا یہ بتانا ضروری ہے؟"

خاتون :۔ "ہاں تاکہ میں سمجھ لوں۔ جس کا مجھے انتظار تھا جس کی مجھے بشارت دی گئی ہے' وہ تم ہی ہو۔

افسر:۔ "مگر ابھی میں اس بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

خاتون :۔ "کیوں۔؟"

افسر:۔ "چند مصلحتیں ہیں۔"

خاتون :۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ کسی پر یہ باتیں ظاہر نہ کرونگی۔"

۔اچھا تو سنو۔" افسر نے نہایت آہستگی سے خاتون کے کان میں کچھ کہنا شروع کیا۔ "وہ بڑے غور سے سنتی جاتیں تھیں۔ ان کے لبوں پر تبسم کھلتا جاتا تھا۔ آنکھوں میں چمک آتی جاتی تھی۔ جب افسر کہہ چکے تو انہوں نے کہا' خدا کا شکر ہے جن کی مجھے بشارت دی گئی تھی۔ جن کی میں منتظر تھی وہ آگئے' اب میں بہت جلد اس داستان کو ختم کروں گی۔

انہوں نے کہا' اغلب نے یہ واقعہ ابوالنصر سے بھی کہدیا۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہوشیار رہیں اور خود بھی احتیاط کرتے اور ہوشیار رہنے لگے۔ ایک دن وہ صفیہ کے ہاں شام کے وقت آئے۔ جمیلہ وہیں تھی وہ باتیں کرتے رہے۔ دن چھپے انہوں نے جانا چاہا' مگر صفیہ نے روک لیا اور کہا کھانا کھا کر جانا۔ وہ خود بھی جانا نہ چاہتے تھے۔ جمیلہ کے پاس سے جانے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا۔ وہ مغرب کی نماز پڑھ کر آئے۔ جمیلہ نماز پڑھ چکی تھی۔ صفیہ پڑھ رہی تھی۔ وہ سیدھے جمیلہ کے پاس چلے گئے۔ جمیلہ نے کہا۔

"تم تو جا رہے تھے۔" اغلب نے مسکرا کر کہا۔ "تم جانے بھی دو۔"

جمیلہ نے تبسم کے پھول بکھیرتے ہوئے کہا۔ میں نے روکا تھا۔"

اغلب :۔ تم ...... تم تو ایسی ظالم ہو کہ توبہ ہی بھلی۔ دیکھنے میں کیسی معصوم جیسے بالکل مظلوم ہو اور درپردہ بڑی ظالم' قاتل ایسے ایسے ظلم کرتی ہو کہ خدا کی پناہ! ناکردہ گناہوں کی سزا دیتی ہو۔ ہمارا بھی اللہ ہے دم بخود ہیں۔ صرف یہ کہہ کر رہ جاتے ہیں۔

او ظالم مظلوم نما عہد میں تیرے
ناکردہ گناہوں کی سزا یاد رہیگی

جمیلہ :۔ خوب' برا کہنے کا یہ نیا طریقہ نکالا ہے۔ کہئے برا کہئے اور جی کھول کر کہئے۔

اغلب :۔ مشکل تو یہی ہے کہ برا کہنے کی بھی جرات نہیں۔ لرزتے ہیں' کانپتے ہیں۔ جمیلہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔ اتنا کچھ تو لرزتے اور کانپتے کہا گیا ہے اگر ڈر نہ ہوتا تو خدا جانے

کیا کیا کہتے۔"

اغلب کچھ کہنا چاہتے تھے کہ صفیہ آگئی۔ اس نے کہا کھانا تیار ہے اغلب نے کہا بھوک تو ہے نہیں۔ لیکن منگوا لیجئے۔ صفیہ چلی گئی۔ جمیلہ نے کہا بغیر بھوک کے کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

اغلب :۔ "تمہارا بس تو کھانا بھی نہ دو۔ خدا امی جان (صفیہ) کو جیتا رکھے ان کی بدولت مل جاتا ہے۔"

جمیلہ :۔ "اور یہ دو دو آدمیوں کا کھانا شاید میں کھا جاتی

اغلب :۔ "تمہاری صورت میں یہی تو صفت ہے کہ دیکھا اور بھوک لگی۔"

جمیلہ :۔ "ایک شیر پال لو اس کی صورت دیکھتے ہی بھوک بھاگ جایا کرےگی۔"

اغلب نے شریر جمیلہ کو دیکھا' وہ مسکرا رہی تھی۔ انہوں نے کہا' شیر پالنے کی ضرورت نہیں ۔ یہ خوبی بھی تم میں موجود ہے۔ ہنس کر باتیں کرو تو بھوک لگنے لگے۔ بگڑ جاؤ تو چھ دن بھی بھوک نہ لگے۔

جمیلہ :۔ مگر میں نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ تم نے چھ دن تک کھانا نہ کھایا ہو۔"

اغلب :۔ تم بگڑی ہی کب ہو۔" صفیہ آگئی کنیزیں کھانا لے آئیں سب نے ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر باتیں کرنے لگے۔ عشاء کا وقت ہوگیا اور اغلب مسجد میں نماز پڑھنے چلے گئے اور جمیلہ و صفیہ نے گھر میں نماز پڑھی۔ اغلب نماز پڑھ کر آئے۔ انہوں نے صفیہ سے اجازت لی۔ اور چلے رات اندھیری تھی۔ اس وقت ان کے ساتھ کوئی غلام یا سپاہی نہ تھا۔ تنہا ہی آئے تھے اور تنہا ہی چلے۔ وہ ان کے والد ابوالخطر زیاد کے پاس ہی دارالامارت کے ایک حصہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ جگہ یہاں سے کافی فاصلہ پر تھی۔ اغلب اطمینان سے چلے جارہے تھے ایک مقام ایسا آیا جہاں پر آبادی کم تھی۔ ایک بڑے میدان کے بیچ میں سے راستہ جاتا تھا۔ اور راستے کے دونوں کناروں پر لمبے درختوں کی قطاریں تھیں۔ اغلب چلے جارہے تھے کہ انہیں قریب ہی کھٹکا معلوم ہوا۔ فوراً" ان کا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر ہوگیا۔ ہر مسلمان ہروقت تلوار اور خنجر اپنے پاس رکھتا تھا۔ انہوں نے گھوم کر دیکھا۔ دو آدمی تلواریں سونتے ہوئے ان کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔ اغلب وہیں رک گئے انہوں نے جلدی سے تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے۔ جب وہ قریب آئے تو انہوں نے انہیں پہچانا۔ وہ عیسائی تھے۔ انہیں فوراً" یاد آگیا کہ جمیلہ کے منہ بولے

بھائی الارک نے جن لوگوں کے متعلق کہا تھا یہ وہی ہیں۔ انہیں بڑا جوش اور غصہ آیا۔ آنے والوں نے آتے ہی ایک ساتھ ان پر حملہ کیا۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے ایک جھکی دی اور پینترا بدلکر دوسرے کے تلوار ماری اس کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ وہ تلملا کر گرا اور دوسرے عیسائی نے جلدی سے وار کیا۔ اغلب نے تلوار پر روکا۔ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ انہوں نے ٹوٹا ہوا حصہ دشمن کے کھینچ مارا وہ پہلو سے بچا گیا۔ مگر اس نے جلد ہی سنبھل کر وار کیا۔ اغلب نے خنجر نکالا۔ مگر تلوار اور خنجر کا مقابلہ کیا۔ پھر بھی وہ پینترا بدل کر بچ گئے۔ عیسائی دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ آواز آئی خبردار۔ ساتھ ہی کوئی دوڑ کر آیا۔ وہ قدیم باشندوں جیسا لباس پہنے تھا۔

عیسائی نے کہا ۔ "آؤ اس کا خاتمہ کردو۔" اس نے آتے ہی عیسائی پر وار کیا۔ اور اس کا سر اڑا دیا۔ اغلب اسے دیکھتے رہے۔ اس نے کہا۔ بدبخت بدکار' منع کردیا تھا اور پھر بھی حملہ آور ہوئے۔

اغلب نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا' شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ میری زندگی میں یہ بدکار تمہیں اور امیر کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ کہکر وہ چلنے لگا۔ اغلب کے ذہن میں فوراً" آگیا کہ وہ الارک ہیں۔ انہوں نے کہا ذرا ٹھہریئے۔"

وہ رک گئے۔ اغلب نے کہا 'کیا تمہارا نام الارک ہے۔؟"

انہوں نے کہا شاید تمہیں روز نے سب کچھ بتا دیا ہے۔

اغلب :۔ جی ہاں! انہیں روز نہ کہئے جمیلہ کہئے۔

الارک :۔ سنا ہے روز گلاب کے پھول کو کہتے ہیں۔ معلوم نہیں جمیلہ کسے کہتے ہیں......؟"

اغلب نے کہا۔ اس بات کو رہنے دو مجھے افسوس ہے کہ باوجودیکہ تم نے مکاروں کے مکر سے آگاہ کردیا تھا۔ مگر پھر میں احمق بن گیا۔

الارک :۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ اتفاق سے مجھے ان کے مشورہ کی اطلاع ہوگئی اور میں ان کے پیچھے لگ گیا۔ مگر افسوس ہے میں ذرا دیر میں پہونچا۔

اغلب :۔ "نہیں تم عین وقت پر آئے میری تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ اگر تم نہ آجاتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔ تم میرے محسن ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔

الارک :۔ "ایسا نہ کہئے۔ میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ یہ

مناسب نہیں ہے کہ آپ مجھے لے چلیں۔ اس بات کو شہرت بھی نہ دیجئے کہ میں آگیا تھا۔ اور وہ چلے گئے اغلب نے بھی انہیں نہیں روکا۔ دوسرا عیسائی جس کا ہاتھ کٹا تھا بیہوش پڑا تھا۔ اغلب نے چلنے کا قصد کیا ہی تھا کہ دو مسلمان سامنے سے آگئے۔ دونوں سپاہی تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ بے ہوش عیسائی کو قاضی کے حضور میں لیجائیں تاکہ وہ اس کا بیان لے سکیں۔ اور خود وہاں سے گھر چلے گئے۔

سپاہیوں نے اسے اٹھایا اور قاضی کے پاس لے گئے انہوں نے عیسائی کو ہوش میں لانے کی تدبیر کی وہ ہوش میں آگیا۔ اس نے بتایا کہ سرقوسہ کے گورنر نے پچیس آدمی شہزادہ اغلب اور امیر ابوالنصر کے قتل پر مامور کئے ہیں۔ اس سے ان کے نام پوچھے گئے۔ مگر اس نے نہیں بتائے آخر اسے قتل کی سزا دی گئی۔

(۴۷)

اب طیرمین میں اس بات کی شہرت ہوگئی کہ عیسائیوں نے پچیس ایسے اوباش عیسائی بھیجے ہیں جو اغلب اور ابوالنصر کو قتل کرنے کی فکر میں ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں جوش پھیل گیا اور وہ عیسائیوں سے کبیدہ خاطر ہوگئے۔ ابوالنصر نے یہ اعلان کرادیا کہ جو عیسائی طیرمین کے رہنے والے ہیں۔ وہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں ہیں۔ وہ جزیہ دیتے ہیں ان کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ان پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے نہ ہی ان سے قطع تعلق کیا جائے۔ البتہ جو عیسائی باہر سے آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے حاکم سے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے۔ وہ ہماری ذمہ داری میں نہیں ہیں انہیں گرفتار کرلیا جائے۔ مگر ان پر کوئی سختی نہ کی جائے۔ اسی اعلان میں عیسائیوں سے بھی یہ کہا گیا کہ وہ ایسے عیسائیوں کا سراغ لگا دیں جو بد ارادہ سے سرقوسہ یا کسی اور مقام سے طیرمین میں آئے ہیں۔ ایسے عیسائیوں کو جو ان لوگوں کا سراغ لگا کر اطلاع دیں گے انہیں انعام دیا جائے گا اور جو لوگ انہیں پناہ دیں گے اپنے یہاں ٹھہرائیں گے۔ یا ان کی کسی قسم کی مدد کریں گے وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرینگے تو انہیں سزا دی جائے گی۔

عائشہ نے اغلب کے بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور الارک کے لئے دعا خیر کی۔ ابوالنصر نے اغلب سے کہا کہ وہ الارک کو تلاش کریں تاکہ انہیں ان کی مہربانی کا

صلہ دیا جائے۔

دوسرے ہی روز یہ خبر صفیہ اور جمیلہ کو بھی ہوگئی۔ ان دونوں نے بھی خدا کا شکر ادا کیا اور الارک کے حق میں دعا کی۔ صفیہ نے جمیلہ سے کہا۔ بیٹی خدا نے تیرا سہاگ باقی رکھا۔ الارک نے بروقت مدد کر کے اپنی بہن کے سرتاج کو بچالیا۔ اگر وہ تجھ سے پھر ملیں تو مجھ سے انہیں ضرور ملانا۔ میں ان کا شکریہ ادا کروں گی۔ جمیلہ الارک کی بہت زیادہ مشکور ہوئی تھی۔ وہ خود بھی چاہتی تھی کہ الارک اس سے ملے اور وہ اپنی احسان مندی کا اظہار کرے۔

صفیہ اور جمیلہ دونوں اغلب کے یہاں گئیں۔ صفیہ نے عائشہ کو مبارکباد دی اور اغلب کو خوب پیار کیا۔

عائشہ نے مسکرا کر کہا۔ جمیلہ کے بھائی الارک نے اغلب کی بروقت مدد کی۔ میرے دل میں ان کی بڑی عزت ہوگئی ہے۔

صفیہ :۔ "الارک نے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا۔ لیکن ان کی تنبیہ اور ہدایت سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ خدا کا احسان ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا۔ غلطی مجھ سے بھی ہوئی کہ میں نے انہیں رات کے وقت تنہا آنے دیا۔

عائشہ :۔ "میں یا تم مشیت کو کیسے روک سکتے ہیں۔ خدا کو جو منظور ہوتا اس کے ویسے ہی اسباب ہو جاتے ہیں اور وہ ہو کر رہتا ہے۔"

اغلب اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ جمیلہ کا دل ان سے باتیں کرنے اور انہیں کچھ ہدایتیں کرنے کو چاہتا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھی ادھر ادھر عائشہ صفیہ کی نظروں سے بچتی اغلب کے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اغلب کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے کمرہ میں چاند گھس آیا ہو۔ انہوں نے اس کا استقبال کیا۔

جمیلہ نے کہا یہ تم نے کیا غلطی کی تھی۔ تنہا کیوں آئے ......؟

اغلب نے نادم ہو کر کہا۔ غلطی ہونی تھی ہوگئی۔ اب احتیاط رکھوں گا۔

جمیلہ :۔ نہیں تمہیں اپنی بہادری پر بڑا ناز ہے۔

اغلب :۔ میں نے کبھی اپنی دلیری پر غرور نہیں کیا۔ صرف یہ سمجھ لو کہ میں ایک مجاہد ہوں۔

جمیلہ نے تیکھی چتون سے دیکھ کر کہا۔ بڑے مجاہد' آخر تم نے احتیاط کیوں نہیں کی۔ کیا سمجھتے تھے۔

اغلب :۔ کہہ نہیں رہا کہ غلطی ہوگئی۔ رہ گئی بہادری وہ تمہارے سامنے آتے ہی گرد ہو جاتی ہے۔

جمیلہ :۔ "غصہ تو بہت ہی آرہا ہے۔"

اغلب نے کچھ خوشامد کچھ شرارت کے لہجہ میں کہا۔ ایسا غضب نہ کرنا۔ بس تمہارا غصہ ہی برا ہے۔

جمیلہ :۔ "تم کسی سے ڈرتے تھوڑا ہی ہو۔"

اغلب :۔ "تم سے بہت ڈرتا ہوں۔ دیکھ لو بدن میں تھرتھری پڑی ہوئی ہے۔"

جمیلہ :۔ "بس باتیں بنالو۔"

اغلب :۔ "اچھا غصہ تھوک دو۔"

جمیلہ :۔ "جی تو یہ چاہتا ہے کہ ....

اغلب نے قطع کلام کر کے کہا۔ نہیں نہیں۔ اگر تم نے اپنے جی کا کہا کیا تو میری کمبختی آجائے گی۔

اغلب نے کچھ اس انداز سے یہ فقرے کہے کہ جمیلہ کو ہنسی آگئی۔ اغلب خوش ہوگئے۔ انہوں نے کہا خدا کا شکر ہے تمہیں ہنسی آگئی۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

جمیلہ :۔ "اچھا آئندہ کے لئے کیا کہتے ہو۔"

اغلب :۔ "پوری پوری احتیاط رکھوں گا۔ تم تو غضب جلال کی ایسی دیوی بن گئی تھیں کہ میری روح تک تھرا گئی تھی۔ آجاؤ اب تو بیٹھ جاؤ۔ جمیلہ بڑے انداز اور بڑی ادا کے ساتھ بیٹھی حقیقت میں اسے غصہ آگیا تھا اور غصہ کے عالم میں وہ ایسی بھلی اور پیاری معلوم ہو رہی تھی کہ بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہتا تھا۔ اغلب نے یہ بات اسے بتائی تھی۔ وہ مسکرانے لگی اور یہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔

اس روز سے اغلب نے بڑی احتیاط شروع کردی۔ ابوالفہر بھی احتیاط کرنے لگے۔

ایک روز ابوالفہر اور اغلب پریڈ سے واپس آرہے تھے کہ اغلب نے الارک کو دیکھا وہ انہیں دیکھ کر جلدی جلدی قدم اٹھانے اور دوسری طرف نکل جانے کی کوشش کر رہے تھے ......

اغلب نے آواز دی۔ الارک ٹھہرو۔

انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں۔ اغلب نے ان کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔

اور پھر پکارا۔ "الارک۔"

اب مجبورا" الارک کو ٹھہرنا پڑا۔ انہوں نے اغلب کو سلام کیا۔ اغلب ان کے پاس پہونچکر گھوڑے سے اترے اور بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرکے بولے "میرے محسن۔"

الارک :۔ ایسا نہ کہئے۔ میں آپ کا خادم ہوں۔"

اتنے میں ابوالفہر بھی وہاں آگئے وہ بھی گھوڑے سے اتر پڑے۔ انہوں نے بڑے تپاک سے مصافحہ کر کے کہا۔ تم ہمارے خاندان کے محسن ہو۔

الارک :۔ "ایسا نہ کہئے۔ آپ بادشاہ کے نائب ہیں۔ میں آپکی رعایا' محسن نہیں' خادم ہوں۔"

ابوالفہر :۔ "تم ہمارے عزیز ہو۔ لیکن ہم سے نفرت کیوں کرتے ہو۔"

الارک :۔ "توبہ کیجئے میں اور نفرت کروں۔"

ابوالفہر :۔ "پھر ہم سے بچتے کیوں ہو۔"

الارک :۔ "اس لئے کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی احسان جتانا چاہتا ہوں۔"

اور پھر ابوالفہر انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور انہیں طلیطلہ کا کوتوال مقرر کردیا۔ الارک اس عہدہ سے بہت خوش ہوئے۔ اغلب نے جمیلہ سے کہا۔ تمہارے بھائی اور میرے محسن آئے ہیں۔

جمیلہ :۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

اغلب :۔ "ضرور کرو۔"

صفیہ اور عائشہ پردہ میں چلی گئیں۔ جمیلہ چہرہ پر نقاب ڈال کر بیٹھ گئی۔ اغلب الارک کو لائے اور وہاں سے چلے گئے۔ جمیلہ نے کہا' میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

الارک نے مسکرا کر کہا۔ جس زبان سے تم نے مجھے بھائی بتایا ہے۔ پھر ہنس کر بولے۔ مگر بہن بھی کہیں بھائی کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

جمیلہ :۔ تم نے مجھ پر اور نائب السلطنت کے خاندان پر بڑا احسان کیا ہے۔"

الارک :۔ اس کا صلہ پالیا۔ آج نائب السلطنت نے مجھے طرمین کا کوتوال مقرر کردیا ہے۔

جمیلہ :۔ مگر جو احسان تم نے کیا ہے اس کے مقابلے میں یہ کوئی صلہ نہیں ہے۔"

الارک :۔ "بہن تمہارا دل خوش ہوگیا' مجھے صلہ مل گیا۔"

جمیلہ نے کچھ پیش کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور باپ ہوں تمہیں دے سکتا ہوں تم سے لے نہیں سکتا۔

کچھ دیر اور بیٹھ کر وہ چلے گئے۔ انہوں نے اسی روز کوتوالی کا چارج لے لیا۔ تمام مسلمان ان کے مشکور تھے۔ ان کے طرز عمل سے چند ہی روز میں سسلی کے قدیم باشندے اور عیسائی اور مسلمان سب خوش ہوگئے انہوں نے پندرہ ہی روز میں دس وہ عیسائی گرفتار کرلئے جو اغلب اور ابوالفہر کے قتل پر مامور ہو کر آئے تھے۔ اس سے ان کی اور شہرت ہوگئی اور مسلمانوں میں وہ اور بھی ہردلعزیز ہوگئے۔

ابوالفہر کچھ بے فکر ہوگئے۔ کبھی کبھی وہ تنہا بھی کہیں آنے جانے لگے الارک نے انہیں تنبیہہ کی وہ سمجھے خطرہ ٹل گیا۔ ایک روز وہ پریڈ سے آرہے تھے کئی سپاہی ساتھ تھے۔ ایک پریشان حال عیسائی انہیں ملا اور ایک درخواست انہیں پیش کی۔ وہ درخواست پڑھنے لگے۔ اور عیسائی نے جلدی سے خنجر نکال کر بڑی پھرتی سے ان کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ انہوں نے آہ کی۔ مسلمانوں نے اس عیسائی کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اور زخمی ابوالفہر کو گھر لے کر روانہ ہوئے۔ لیکن وہ راستہ ہی میں شہید ہوگئے۔ گھر لاش پہونچی۔ ان کے مرنے کی خبر سنتے ہی عائشہ بے ہوش ہوگئیں اور تمام گھر میں کہرام مچ گیا۔ جب شہر والوں کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو سب کو بڑا صدمہ ہوا۔ فوراً" تمام بازار اور کاروبار بند ہوگئے۔ اور مسلمانوں کو عیسائیوں پر بڑا جوش آیا۔ لیکن زیاد اور علماء نے مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔ اور ناخوشگوار واقعہ کوئی پیش نہ آیا۔

(۴۸)

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

ابوالفہر بڑے ہردلعزیز تھے۔ ان کی موت کا صدمہ سب ہی کو ہوا۔ جب ان کی شہادت کی خبر قیروان پہنچی تو وہاں بھی کہرام مچ گیا امیر قیروان نے حکم دے دیا کہ تمام

جزیرہ سسلی پر فوراً قبضہ کرلیا جائے۔ ابوالفہر کے بھائی ابن عبداللہ کو کچھ فوج دے کر سسلی روانہ کیا گیا۔ ان کے ساتھ ایسے سائنسدان بھیجے جو آتشگیر مادہ سے کام لینا جانتے تھے جن کی عقل و فہم کا تمام افریقہ میں شہرہ تھا۔ یہ سب لوگ عرب تھے ان میں اعلیٰ درجہ کے نجومی بھی تھے گھڑی ساز بھی تھے بحری سرنگیں بنانے والے بھی تھے بم بنانے والے بھی تھے جو فصیل میں دراڑیں کھولتے چلے جائیں ان لوگوں نے بغداد میں جا کر تعلیم حاصل کی اور جو کچھ سیکھ کر آئے تھے اس سے کچھ زیادہ ہی بنا لیتے تھے۔ امیر قیروان نے ان کی تنخواہیں مقرر کر دی تھیں وہ رات دن ایجادات میں مصروف رہتے تھے۔

ابن عبداللہ فوج لے کر روانہ ہوئے یہ لشکر جہازوں میں سوار ہو کر گیا اس لشکر کے ہر سپاہی کے دل میں بڑا جوش تھا انہیں اس بات پر غصہ تھا کہ ابوالفہر کو عیسائیوں نے دغا بازی سے شہید کردیا تھا۔

یہ فوج بھی مزارا کے بندرگاہ پر اتری۔ وہاں سے ابن عبداللہ سیدھے پلرمو گئے۔ کیونکہ انہیں ایک تو گورنری کا چارج لینا تھا دوسرے اپنی بھاوج اور بھتیجے کو تسلی دینا تھی۔ عائشہ جمیلہ اغلب کے ساتھ پلرمو آگئی تھیں اور صفیہ طرمین ہی میں رہ گئی تھی۔

لیکن ابوالفہر سے عائشہ کو ایسی محبت تھی کہ باوجود ضبط و صبر کرنے کے گھلتی چلی گئیں اور آخر اپنے شوہر کی وفات کے چند ہی مہینے بعد خود بھی داغ مفارقت دے گئیں ان کی موت کا اغلب اور جمیلہ دونوں ہی کو بڑا صدمہ ہوا یہ صدمہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ ہوا کہ مرتے مرتے عائشہ کی یہ خواہش رہی کہ وہ اغلب کی اولاد کو کھلائے حالانکہ جمیلہ کو امید تھی اور بچہ پیدا ہونے کے دن قریب تھے ابن عبداللہ نے پلرمو پہونچ کر اغلب کو تسلی دی انہوں نے انہیں یعنی اغلب کو بیٹا بنا لیا ان کی کنیت ابو اغلب ہوگئی۔ انہوں نے کوشش کی کہ اغلب اور جمیلہ کا غم دور ہو جائے اور وہ خوش رہیں وہ جمیلہ کو اس لئے بھی خوش رکھنا چاہتے تھے کہ اس کے غم کا اثر بچے پر نہ ہو انہوں نے اغلب سے کہا میں اپنے بھائی اور تمہارے باپ کا انتقام لینے کے لئے آیا ہوں تم میرے ساتھ چلو۔"

اغلب تیار ہو گئے انہوں نے ایک چھوٹا سا بیڑا جہازوں کا تیار کیا اور کئی جہازوں میں زیر آب چلنے والی سرنگ لگائی یہ ایک موٹا تار تھا جس کے اندر کیمیاوی مادہ بھرا

ہو، تھا اور جس میں اپنے جہاز سے آگ لگا دی جاتی تھی وہ اس زمانہ کا تار (1) پیڈو بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک کوئی چیز تھی اس بیڑے میں مجاہدین اسلام روانہ ہوئے ابن عبد اللہ یعنی ابو اغلب اور اغلب بھی چلے پانچ جہازوں پر اغلب کو افسر مقرر کیا گیا ایک جہاز ان میں ایسا بھی تھا جس میں زیر آب سرنگ لگی ہوئی تھی۔ یہ بیڑا کو رلیون کی طرف روانہ ہوا۔

کو رلیون بلوسو سے اکیس میل کے فاصلے پر لب ساحل واقع تھا سرقوسہ کے گورنر کو اس لشکر کشی کی اطلاع ہو گئی تھی اس نے سو جہازوں میں آٹھ ہزار لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور مسلمان کل تیس چھوٹے جہازوں میں تھے اور لشکر چار ہزار کے قریب تھا دونوں جہازوں کا مقابلہ کو رلیون کے قریب ہو گیا سب سے آگے شاہزادہ اغلب کے جہاز تھے۔ عیسائی جہازوں کو دیکھتے ہی ان کا جوش ہیجان میں آ گیا۔ انہوں نے اپنے جہازوں کو بڑھا دیا۔

عیسائیوں کے پندرہ جہازوں نے شاہزادہ اغلب کے پانچ جہازوں پر چیل کی طرح جھپٹا مارا۔ اغلب کے جہازوں نے لنگر ڈالدیئے اور دشمنوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے عیسائی جہاز دوڑے چلے آ رہے تھے۔ جس جہاز میں زیر آب سرنگیں تھیں اس میں دو سائنسدان بیٹھے تھے دونوں نے دو تار پانی میں ڈالے اور چرخی کے ذریعہ سے ان تاروں کو سمندر میں تیزی سے دوڑا دیا ـــ عیسائیوں کے بڑے دو جہاز نہایت تیزی سے آ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسلامی چھوٹے جہازوں کو غرق کر دیں گے سائنسدان تیزی سے چرخیاں گھماتے رہے انہوں نے اندازہ لگا کر تار کو آگ دکھائی کہ نی پندرہ منٹ میں عیسائیوں کے ایک جہاز میں ہولناک دھماکا ہوا دھماکے کے ساتھ ہی جہاز کا پیندا اڑ گیا سینکڑوں عیسائی سمندر میں جا پڑے جہاز میں پانی بھر گیا وہ چکرا کر ڈوبنے لگا دوسرے جہازوں کے عیسائیوں کو اس قدر حیرت ہوئی کہ وہ دم بخود رہ گئے دوسرا جہاز جو ڈوبنے والے جہاز سے کچھ فاصلے پر آ رہا تھا ڈگمگایا اور پھر اس میں بھی دھماکا ہوا اور اس کا بھی پیندا پھٹ گیا اس کے بھی عیسائی سمندر میں غرق ہو گئے اور وہ جہاز بھی چکر کھانے اور ڈوبنے لگا ان دونوں ڈوبنے والے جہازوں نے ایسا گرداب

(1) تاریخ اندلس جلد سوم صفحہ ۲۵ پر اس نئی قسم کے تارپیڈو کا نام "نارالیونانیہ" لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک اس عجیب قسم کے تار کا نام کوئی نہیں رکھا گیا تھا۔ عیسائی اسے "نارالیونانیہ" کہتے تھے اور عرب زیر آب سرنگ کہتے تھے اس سے دشمن کے جہازوں کے پیندے پھٹ جاتے تھے زمانہ حال میں اسے تارپیڈو کہا [illegible]

پیدا کیا کہ ایک تیسرے عیسائی جہاز کو بھی کھینچ لیا اور وہ بھی چکر کھا کر ڈوبنے لگا۔

عیسائیوں نے شور مچایا جادو گروں نے جادو شروع کر دیا جہاز پیچھے ہٹاؤ اور واپس چلو۔

عربوں نے یہ تار پیڈو مار کر جہازوں کے پیندے اڑانے کی نئی تجویز ایجاد کی تھی۔ عیسائیوں نے اسے مسلمانوں کا جادو بتایا انہوں نے اپنے جہاز روک لئے ان پر کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ وہ واپس بھاگ کھڑے ہوئے انہوں نے اپنے ان سپاہیوں اور ملاحوں کو بچانے کی کوشش نہیں کی جو مدد ملنے کی امید میں تیر رہے تھے اگر وہ چھوٹی کشتیاں چھوڑ دیتے تو بہت سے فوجی اور ملاح بچائے جا سکتے تھے مگر انہیں تو خود اپنی فکر پڑ گئی اور وہ بھاگ نکلے مسلمانوں نے اپنے جہاز ان کے تعاقب میں دوڑائے عیسائی کو رلیون کی بندرگاہ سے بھی آگے نکل گئے اسلامی جہاز بندرگاہ پر پہونچے۔ مسلمان ساحل پر اترنے لگے کچھ عیسائی فوجیں ساحل پر موجود تھیں انہوں نے حیرت سے اپنے جہازوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا ان کی سمجھ ہی میں نہ آیا کہ ان کے جہاز بزدلی کے ساتھ کیوں بھاگے جا رہے ہیں ان کی حیرت دور نہ ہوئی تھی کہ مسلمانوں نے ساحل پر اتر کر ان پر حملہ کر دیا اور اس سختی سے حملہ کیا کہ صفوں پر صفیں الٹ دیں لاشوں پر لاشیں ڈال دیں عیسائیوں نے بھی پورے جوش سے ان کا مقابلہ کیا لیکن وہ مسلمانوں کو نہ روک سکے ان کی بھاری تعداد چشم زدن میں ماری گئی کئی افسر کام آئے مسلمان دس بارہ شہید ہوئے وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں مار ڈالا یا گرفتار کر لیا اور دوڑتے ہوئے کو رلیون کے اندر داخل ہو گئے عیسائیوں نے امان امان چلانا شروع کر دیا مسلمانوں نے تلواریں روک لیں انہیں قتل نہیں کیا مگر سب کو گرفتار کر لیا سرکاری خزانے اور دولتمندوں کی دولت پر قبضہ کر لیا پھر ڈھائی سو آدمیوں کو کو رلیون پر چھوڑا اور دوسرے روز پلاٹائی کی طرف بڑھے وہ بندرگاہ سے نکل کر تھوڑی ہی دور بڑھے تھے کہ عیسائیوں کا وہی بیڑہ مل گیا جو اپنے تین جہاز غرق کرا کر بھاگا تھا اب اسلامی جہاز اس کی طرف بڑھے اور وہ بھی مقابلے کے لئے تیار ہو گیا آج ابو اغلب کے جہاز آگے تھے اور وہ جہاز جن میں زیر آب سرنگ لگی ہوئی تھیں پیش پیش تھے ان جہازوں سے سرنگیں پھینکی گئیں دونوں جہازوں میں سے دو دو سرنگیں چلیں۔

پھر تھوڑی ہی دیر میں زور کے دھماکے ہوئے دو جہازوں کے پیندے اڑ گئے اور سپاہی پانی میں غوطے کھانے لگے ملاحوں نے جہاز [illegible] نکال کر سمندر میں

بیہ سیلن جہازوں نے ایسا بھنور کر لیا کہ تمام کشتیاں کھنچ کر ان کے پاس پہنچ گئیں اور ملاحوں کے ساتھ ہی ڈوب گئیں عیسائیوں نے اپنے جہاز پیچھے ہٹا لئے لیکن پھر فوراً ہی دو جہاز اور پھٹ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی غرق ہو گئے عیسائیوں کی ہمتیں پست ہو گئیں وہ بقیہ جہازوں کو لے کر تیزی سے بھاگے پلاٹامی کے عیسائی فصیل پر کھڑے جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے وہ بھی ہول گئے اور اپنے بیڑے کے بھاگتے ہی انہوں نے بھی قلعہ پر سفید جھنڈا ہرا دیا ابو اغلب نے اغلب کو ایک ہزار مسلمانوں کے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا اغلب نے جاتے ہی قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

(۵۹)

خاتون کچھ سوچنے لگیں۔ افسر نے کہا۔ کیا سوچنے لگی ہو تم۔"
وہ کچھ چونک پڑیں انہوں نے کہا کیا سوچ رہی ہوں....؟ کیا بتاؤں۔"
افسر:۔ "کوئی بات یاد آ گئی ہے۔"
خاتون:۔ "یاد سب کچھ ہے اگر یاد نہ ہوتا تو یہ داستان کیسے بیان کرتی۔"
افسر:۔ "تم اس وقت کچھ افسردہ خاطر ہو گئی ہو۔"
خاتون:۔ "کبھی کبھی میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے شائد اب خدا رحم کرے اور میں پھر خوشی کے وہ دن دیکھوں جس کی مجھے تمنا ہے۔"
افسر:۔ خدا ایسا ہی کرے میں تمہیں خوش کرنے کے لئے اور تمہاری خوشی واپس دلانے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔

خاتون کا چہرہ چمک اٹھا۔ انہوں نے کہا یقین ہے میں اپنی خوشی پالونگی تم سے یہی توقع ہے وعدہ کرتی ہوں کہ اب میں افسردہ خاطر نہ ہوں گی۔"
افسر:۔ اچھا تو شروع کرو باقی داستان اس وقت سرپلی وہاں آ گئی اس نے افسر کو دیکھ کر کہا اچھا تم یہاں بیٹھے ہو۔ میرا اور رفےنس کا تو یہ خیال تھا کہ تم خاتون کے ساتھ غار میں چلے گئے ہو۔"
افسر:۔ ہم غار میں نہیں گئے منظر خوشنما معلوم ہوا یہیں بیٹھ گئے۔ آؤ بیٹھو اور سنو خاتون ایک داستان بیان کر رہی ہیں۔" پھر سرپلی خاتون کے قریب بیٹھ گئی اور کہا کیا انہوں نے خاتون تم سے اپنا راز بیان کر دیا۔"
افسر:۔ ابھی نہیں کیا۔
:۔ "جو داستان میں بیان کر رہی ہوں میرا راز بھی اسی میں ہے۔"

سرپلی:۔ "جب تو میں ضرور سنوں گی۔"
افسر:۔ "شروع کیجئے۔"
خاتون:۔ "مگر انہیں (سرپلی کو) اشارہ کر کے ادھوری داستان میں کیا لطف آئے گا۔"
سرپلی:۔ "مجھے راز تو معلوم ہو جائے گا۔"
خاتون:۔ "ہاں راز تو ضرور معلوم ہو جائے گا اور راز ہی کیا مجھ غمزہ کی غمناک داستان ہے وہ سن لو گی۔"
سرپلی:۔ "وہی داستان سہی۔ اور خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔

جب پلاٹامی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو ابو اغلب یعنی ابن عبد اللہ نے پلرمو سے کچھ اور فوج طلب کی ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ تمام جزیرہ پر قبضہ کر لیں انہیں امیر قیروان نے اسی ہدایت سے بھیجا تھا اور امدادی فوجیں آنے سے پہلے مسلمان شہر ماری نیو کی طرف بڑھے۔ یہ شہر بھی سمندر کے کنارے پر واقع تھا عیسائی بیڑے نے جب اسلامی جہازوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ خلیج میسنیا کی طرف ٹل گیا اور مسلمانوں نے ماری نیو پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس عرصہ میں پلرمو سے فوج آ گئی اس فوج کے ساتھ الارک بھی آئے انہوں نے اغلب سے بتایا کہ جمیلہ نے انہیں بھیجا ہے اغلب کو ان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔

اب امیر ابو اغلب نے میسینا پر لشکر کشی کی انہوں نے وہ جہاز جوان کے ساتھ آئے تھے اور وہ جہاز جن میں امدادی فوج آئی تھی اغلب کی سرکردگی میں میسینا کی طرف روانہ کئے اور چلتے وقت اغلب سے کہا۔ "بیٹا یہ مہم تمہاری قوت تمہارے تحمل اور تمہارے استقلال و بہادری کے امتحان کے لئے روانہ کی جا رہی ہے بیجا جوش نہ کرنا سپاہیوں کے آرام کا خیال رکھنا زیادہ خونریزی نہ کرنا دشمن امان طلب کرے تو فوراً امان دینا۔ اس کا خیال رکھنا کہ تم قیروان کے شاہی خاندان سے ہو۔ جاؤ خدا تمہاری مدد کرے۔

الارک سے انہوں نے کہا تم سنجیدہ ہو اس ملک کے حالات سے واقف ہو شاہزادہ اغلب کی صحیح رہنمائی و حفاظت کرنا۔"

اور یہ لشکر روانہ ہوا چونکہ اس کا رخ میسینا کی طرف تھا اس لئے عیسائی دنیا میں تہلکہ مچ گیا سرقوسہ اور وہاں سے قسطنطنیہ تک یہ خبر پہنچا دی گئی اور مدد طلب کی گئی میسینا نہایت مضبوط شہر تھا اس کا بندرگاہ چار میل میں تھا ایک ہزار سے زیادہ جہاز ایک وقت میں بندرگاہ میں آ سکتے تھے خلیج میسینا جزیرہ سسلی کو اٹلی سے علیحدہ

کرتی ہے شہر میسینہ نہایت اہم اور بہت بڑا مقام تھا اس کے قبضہ میں آجانے کے یہ معنے تھے کہ جزیرہ سسلی قسطنطنیہ اور اٹلی سے کٹ گیا اور سارے جزیرے پر قبضہ ہو گیا۔

اول اغلب نے ایلی مینا پر یورش کی عیسائیوں نے اس شہر پر مسلمانوں کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔

لیکن مسلمانوں نے عیسائیوں کو گھاس اور پھونس کی طرح کاٹ ڈالا عیسائیوں نے امان طلب کی انہیں امان دے دی گئی فوجی لوگ گرفتار کر لئے گئے ایک عیسائی نے اغلب کو اطلاع دی کہ ایلی مینا پر جو عیسائی حاکم ہے اور اب جس نے اطاعت اختیار کر لی ہے اس کا نام ٹیرینس ہے وہ امیر ابو النضر کے قتل کی سازش میں شریک تھا۔

اغلب کا خون جوش انتقام سے کھولنے لگا انہوں نے فوراً اسے اپنے روبرو طلب کر کے پوچھا کیا تم امیر ابو النضر کے قتل کی سازش میں شریک تھے ٹیرینس نے جواب دیا۔ "جی ہاں ---- مگر آپ مجھ سے انتقام نہیں لے سکتے کیونکہ آپ مجھے پناہ دے چکے ہیں۔"

اغلب :- "میں نے تمہیں کب پناہ دی ہے؟"

ٹیرینیس :- "پناہ نہیں امان دی ہے آپ نے جزیہ مقرر کیا ہے اور میں نے جزیہ ادا کر دیا ہے اب میں اسلامی گورنمنٹ کی ذمہ داری میں ہوں۔" یہ اس نے درست کہا تھا جب ایلی مینا پر قبضہ ہو گیا تو لوگوں نے جزیہ ادا کرنا شروع کر دیا تھا ٹیرینیس نے بھی جزیہ ادا کر دیا تھا وہ ذمی بن گیا تھا اور حکومت اسلام کی پناہ اور ذمہ داری میں آگیا تھا لیکن اس کے متعلق فتویٰ لینا ضروری تھا علمائے اسلام ہر اسلامی لشکر کے ساتھ ہوتے تھے اغلب نے عالموں کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا اور کہا کہ جب ٹیرینیس سے جزیہ لیا گیا تو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ وہ امیر ابو النضر نائب السلطنت کے قتل کی سازش میں شریک ہے اور یہ بات اب معلوم ہوئی ہے کیا ٹیرینیس پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ علماء نے بڑے غور و خوض کے بعد کہا ٹیرینیس پر اب مقدمہ نہیں چل سکتا کیونکہ وہ ذمی ہو گیا ہے۔"

اغلب مجبور ہو گئے الارک کے سامنے یہ کارروائی ہوئی تھی اغلب نے ٹیرینس کو چھوڑ دیا الارک نے کہا جو مذہب ایسے دشمن کو بھی معاف کرنے کی ہدایت کرتا ہے جس نے مسلمانوں کے قتل میں شرکت کی ہے وہ سچا مذہب ہے میں ایک عرصہ سے

غور کر رہا تھا کہ مجھے مسلمان ہو جانا چاہیئے۔ آج وہ وقت آگیا ہے مجھے مسلمان کر لیجئے۔ اغلب اور تمام مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی نیز جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تھا تو تمام مسلمان بہت زیادہ خوش ہوتے تھے چنانچہ الارک کو مسلمان کر لیا گیا۔

اغلب وہاں سے لشکر کو جہازوں میں سوار کر کے میسینا پہونچے میسینا کا عظیم بندرگاہ عیسائی جہازوں سے بھرا پڑا تھا لیکن ان تمام جہازوں کے ملاحوں و بحری افسروں اور سپاہیوں کو یہ بات معلوم تھی کہ مسلمانوں کے پاس کوئی ایسی جادو کی چیز ہے جس سے وہ عیسائیوں کے جہازوں کی پیندیاں پھاڑ دیتے ہیں اور وہ جہاز ڈوب جاتا ہے اس لئے سب لوگ خوف زدہ تھے۔

اسلامی جہاز عیسائی جہازوں سے کچھ فاصلہ پر لنگر انداز ہو گئے عین مغرب کے وقت یہ لوگ وہاں پہنچے تھے فوراً ہر جہاز میں مغرب کی اذان ہوئی اور مسلمانوں نے ہر جہاز میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی مسلمان پہاڑوں پر ہوتے یا بیابانوں میں یا دریاؤں میں ہوتے یا سمندر میں نماز ضرور پڑھتے تھے عشا کی نماز کے بعد الارک پانچ سو مسلمانوں کو لے کر خشکی پر اترے اور قلعہ میسینا کی پشت پر پہونچ کر صبح کا انتظار کرنے لگے۔

جب صبح ہوئی اور آفتاب نے افق مشرق سے سر نکالا تو عیسائی جہازوں کے لوگوں نے اور قلعہ میسینا کی فوجوں نے اسلامی جہازوں کی طرف دیکھنا شروع کیا ان کا خیال تھا کہ مسلمان صبح ہوتے ہی جہازوں سے حملہ کریں گے۔

ابھی عیسائی سمندر کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ الارک جن کا اسلامی نام مسعود رکھا گیا تھا کمندوں کے ذریعہ سے قلعہ کی پشت (۱) پر چڑھ گئے اور انہوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر حملہ کر دیا عیسائی گھبرا گئے وہ مقابلہ ہی نہ کر سکے۔

الارک نے جلدی سے قلعہ کے اوپر سے بیز نطینی جھنڈا اتار کر اسلامی جھنڈا لہرا دیا مسلمانوں نے دیکھ لیا جہازوں میں جو مسلمان تھے انہوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا ادھر قلعہ کے عیسائیوں نے شور کیا عیسائی جہاز والوں نے پلٹ کر دیکھا انہیں قلعہ پر اسلامی جھنڈا لہراتا نظر آیا ان کے دل سینوں میں ڈوب گئے وہ لنگر اٹھا کر دوسری طرف سے اپنے جہاز نکال لے گئے اس طرح ایک عظیم الشان بندرگاہ میسینار پر بلا ایک قطرہ خون کا بہائے مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا یہ فتح عظیم الشان فتح تھی اس فتح سے اسلامی قوت بڑھ گئی اور عیسائیوں کا زور ٹوٹ گیا۔"

از تاریخ اخبار اندلس جلد دوم صفحہ ۲۷

(۵۰)

خاتون نے کہا۔ اغلب کی فتح یابی کی خبریں پلرمو میں آ رہی تھیں۔ ان کے چچا باغ باغ ہو رہے تھے جمیلہ بھی خوش تھی بہت ہی خوش ------ ابو اغلب اکثر جمیلہ کے پاس آتے اور کہتے اغلب نام پیدا کر رہا ہے اسلام کی خدمت کر رہا ہے بڑا دلیر اور با حوصلہ نوجوان ہے خدا اس کی مدد کرے اور اسے اپنی حفاظت میں رکھے جمیلہ بھی پھولی نہیں سماتی تھی جب میسینا کی فتح یابی کی خبر آئی تو ابو اغلب نے سجدہ شکر ادا کیا اور اغلب کو لکھا کہ میسینا کا معقول انتظام کر کے واپس چلے آؤ جمیلہ کو بھی انہوں نے بتا دیا ----- وہ اور بھی خوش ہوئی۔ اس عرصہ میں جمیلہ کے لڑکی پیدا ہوئی لڑکی بالکل اپنی ماں پر گئی تھی وہی حسین آنکھیں خوبصورت چہرہ موزوں ناک چھوٹا سا دہن اسے دیکھتے ہی اس پر پیار آتا تھا۔ رنگت ایسی تھی جیسے گلاب کے پھولوں کے عرق میں میدا سمو کر گڑیا بنا دیا ہو سفید اور اس پر ہلکا گلابی پن غالب ابو اغلب کے سامنے جب نام رکھنے کے لئے پیش کی گئی تو انہوں نے بے اختیار اسے اپنے سینہ سے لگا لیا کہنے لگے واہ واہ خدا نے جنت سے حور کی بچی بھیج دی۔ اس کا نام عذرا ٹھیک رہے گا۔ اور اس کا نام عذرا رکھدیا گیا ابو اغلب نے بڑی خیرات کی تمام مسجدوں میں کھانا بھجوایا اور ہر مسجد کے امام سے درخواست کی کہ عذرا کی درازی عمر اور خوش اقبالی کی دعائیں مانگیں کئی روز تک پانچوں وقت ہر مسجد میں دعائیں مانگی گئیں۔ جمیلہ کو خیال تھا کہ شائد بیٹی پیدا ہونے سے ابو اغلب کچھ خوش نہ ہوں مگر جب اس نے سنا کہ انہوں نے بڑی خیرات کی ہے اور اس کی درازی عمر اور خوش اقبالی کی دعائیں منگوائی ہیں تو وہ ان کی بہت شکر گزار ہوئی ابو اغلب نے جمیلہ اور عذرا دونوں کی خدمت میں بے شمار کنیزیں مقرر کر دیں نیز کھانے پینے کی مقوی اور زود ہضم چیزیں جمیلہ کو دی جانے لگیں جمیلہ اور بھی نکھر گئی پہلے سے زیادہ حسین نظر آنے لگی اب وہ عورت بن گئی تھی پیکر حسن و جمال عورت ------ جمیلہ اغلب کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی آخر اس نے سنا کہ ان کے جہاز ساحل پر آنے لگے اس کی خوشی کی حد نہ رہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ چچا نے ان کے استقبال کا انتظام کیا ہے وہ قصر شاہی میں تھی یہ قصر اس قدر اونچا تھا کہ اس کی چھت سے بندرگاہ نظر آ رہا تھا شوق دید میں جمیلہ چھت پر چڑھ گئی اس نے دیکھا کہ جلوس بندرگاہ سے ہی مرتب کر لیا گیا ہے سب سے آگے پیدل

ہیں ان کے پیچھے سوار ہیں دیکھتے ہی دیکھتے بندرگاہ سے شہر تک جلوس پھیل گیا شہر سے بے شمار لوگ استقبال کے لئے باہر چلے گئے اللہ اکبر اور اغلب زندہ باد کے نعروں سے زمین و آسمان گونج رہے تھے اب جمیلہ اتر آئی کئی دھماکے بڑے زور کے ہوئے اسے بتایا گیا کہ پٹاخے چھوڑے گئے ہیں اور جلوس شہر میں داخل ہو گیا ہے وہ چاہتی تھی کہ جلوس جلدی ختم ہو جائے اور اغلب سیدھے اس کے پاس چلے آئیں وہ انہیں اس ننھی کی گڑیا کو دیکھانا چاہتی تھی جو دن بدن نکھرتی اور حسین ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اسے معلوم ہوا کہ جلوس دارالامارت میں پہنچ گیا ہے اور چچا نے وہاں بھتیجے کا نہایت شاندار استقبال کیا ہے بھرے مجمع میں انہیں اپنے سینہ سے لگا کر اپنی محبت اور شفقت کا اظہار کیا ہے اسے معلوم ہوا کہ اغلب چچا کو قیدیوں کی تعداد شمار کرا رہے ہیں اور مال غنیمت پیش کر رہے ہیں اس نے کہا یہ بھی کوئی ضروری کام تھا یہ نہ سمجھا کوئی انتظار کر رہا ہے پہلے یہاں چلے آتے پھر جا کر قیدی اور مال غنیمت سنبھلوا دیتے ------ مگر یہ مرد ہوتے ہی سنگ دل اور بیوفا ہیں۔"

وہ رک گئی اس کے دل نے کہا۔ وہ سنگ دل نہیں ہیں بے وفا بھی نہیں ہیں اچھا ہی کیا انہوں نے جو سیدھے یہاں نہ آئے چچا یہ سمجھتے کہ دلہن کی دید کا کس قدر اشتیاق تھا مجھے چچا جان کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ..... بہت اچھا کیا انہوں نے سب کاموں سے نپٹ کر اطمینان سے آویں گے اس روز اس نے اپنی بہترین پوشاک پہنی تھی سچ مچ حور معلوم ہو رہی تھی عذرا کو بھی اچھے کپڑے پہنائے تھے وہ اب پانچ مہینے کی ہو گئی تھی ماں کو خوش دیکھ کر ہنس رہی تھی جیسے وہ بھی خوش ہو رہی ہو جمیلہ نے اس سے دل بہلانے کے لئے باتیں شروع کیں۔ بتاؤ عذرا! کون آ رہے ہیں آج میں اس قدر مسرور کیوں ہوں۔ تم اس قدر خوش کیوں ہو؟ بے بات ہنس رہی ہو۔ آج تو مکان کے در و دیوار بھی مسکرا رہے ہیں بتاؤ کون آ رہے ہیں؟"

اسی وقت کنیزیں دوڑتی ہوئی آئیں اور خبر لائیں۔ "شاہزادے آ رہے ہیں۔"

جمیلہ کارواں رواں خوش ہو گیا جوش مسرت سے چہرہ ارغوانی ہو گیا آنکھوں میں چمک آ گئی وہ ان کے استقبال کے لئے چلی مگر وہ آ بھی گئے اور جمیلہ کو دیکھتے کچھ مسحور ہو گئے انہوں نے کہا سسلی کی حسین ساحرہ سلام!"

جمیلہ نے شوخی سے کہا "خوش رہو۔ اور جلدی سے عذرا کو ان کی طرف بڑھا کر کہا۔ "لو اپنی چنچلی کو سنبھالو۔"

اغلب نے عذرا کو نہیں دیکھا تھا اب جو اس پر نظر گئی تو خوش ہو گئے اور انہوں

نے جلدی سے عذرا کو لے کر سینہ سے لگایا بھینچا اور پھر اس کا منہ چوم کر کہا ہمارا چاند...... حسین گڑیا ...... خدا کا شکر ہے۔

جمیلہ اور بھی خوش ہو گئی۔ اغلب بیٹھ کر عذرا کو پیار کرنے لگے جمیلہ چاہتی تھی کہ اغلب اس سے بھی مخاطب ہوں اس سے باتیں کریں مگر وہ تو اس پانچ مہینہ کی بچی کو کھلا رہے تھے وہ ہنس رہی تھی اور وہ خوش ہو رہے تھے۔

اغلب کے آنے سے نہ صرف جمیلہ کو نہ صرف ابو اغلب کو بلکہ تمام مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی جمیلہ کے دن عید اور راتیں شب برات ہو رہی تھیں کہ خوشی کو گہن لگنا شروع ہوا طیرمین سے خبر آئی کہ زیاد نے وفات پائی جمیلہ اور اغلب دونوں کو ان کی وفات کا بڑا رنج ہوا ...... جمیلہ کو اپنی ماں یاد آئی اس نے اغلب سے کہا کہ امی جان کو دیکھے عرصہ ہو گیا اس سے ملنے کو جی چاہتا ہے اغلب نے کہا میں خود تم سے یہی کہنے والا تھا چچا جان سے اجازت لوں گا۔"

مگر انہیں اجازت لینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ابو اغلب نے انہیں زیاد کی جگہ طیرمین کا گورنر مقرر کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ جلد ہی وہاں جا کر چارج لے لیں وہ تیاری کرنے لگے جمیلہ اور اغلب دونوں نے صفیہ کے لئے بے شمار تحائف لئے اور جن چیزوں سے صفیہ کو انسیت تھی یا جن چیزوں کو وہ زیادہ پسند کرتی تھی وہ سب چیزیں بڑی افراط سے لے لی گئیں۔"

بڑے آدمیوں کو تیاری میں کچھ دیر نہیں لگتی وہ بھی تیار ہو گئے چچا نے بھتیجے کو اس طرح رخصت کیا جیسے وہ اپنے بیٹے کو رخصت کر رہے ہوں۔"

یہ لوگ چلے اور جلد ہی طیرمین پہونچ گئے جمیلہ کو اپنی ماں کے پاس پہنچنے کی جلدی تھی تاکہ وہ اسے عذرا کو دکھائے وہ سیدھے صفیہ ہی کے مکان پر پہنچے وہاں دیکھا تو صفیہ بیمار تھی ایک مہینہ سے بھی زیادہ سے بخار آ رہا تھا اور صاحب فراش ہو گئی تھی اغلب اور جمیلہ کی ساری خوشی اسے بیمار دیکھ کر جاتی رہی تھی اور صفیہ ان دونوں کو دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہو گئی تھی اور جب اس نے عذرا کو دیکھا تو اس قدر خوش ہوئی کہ اس کے چہرے پر رونق آ گئی مگر فوراً ہی اداس ہو گئی اس نے کہا۔ اللہ! مجھے اس بچی کے تماشے دیکھنے کی مہلت دے۔"

یہ سن کر جمیلہ کا دل ہل گیا اغلب کو بھی رنج ہوا انہوں نے دوسرے ہی روز سے شہر کے طبیبوں کا علاج شروع کیا صفیہ نے بھی مرض پر غالب آنے کی کوشش کی

تو اس نے کہا نہیں بچی کو مجھ سے الگ رکھو کہیں میری بیماری کا اثر اس پر نہ ہو جائے میں اسے دور ہی سے دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتی ہوں اگر خدا نے رحم کیا اور میں اچھی ہو گئی تو خوب لوں گی اور خوب پیار کروں گی خوب کھلاؤں گی۔"

لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی جوں جوں علاج ہوتا رہا اس کی طبیعت اور بگڑتی رہی آخر وہ وقت آ پہونچا جس کا علاج انسان کے پاس نہیں ہے اور موت نے آ دبایا اور صفیہ ایک روز اچانک مر گئی اور دل کی حرکت بند ہو گئی جمیلہ اور اغلب دونوں کو سخت صدمہ ہوا۔

(۵۱)

خاتون نے بیان کرنا شروع کیا۔ اگرچہ جمیلہ کو اپنی ماں کے مرنے کا بڑا ہی صدمہ ہوا لیکن رفتہ رفتہ یہ صدمہ کم ہونے لگا دنیا کی دلفریبیاں اسے اپنی طرف لبھانے لگیں عذرا نے اس کا غم دور کرنے میں بڑی مدد دی اس کی عمر ایک سال کے قریب ہو گئی تھی۔ جب جمیلہ صفیہ کو یاد کر کے رونے لگتی تو عذرا بھی رونے لگتی اور ایسے روتی کہ جمیلہ اپنا رونا بھول کر اسے چپ کرانے میں لگ جاتی۔ اس نے یہ سمجھ لیا کہ عذرا اسے روتا دیکھ کر خود بھی رونے لگتی ہے۔ اس لئے اس نے رونا بند کر دیا مگر کبھی کبھی جب غم کا غلبہ ہوتا تو وہ پریشان و غمزدہ ہو جاتی۔ عذرا اسے دیکھ کر پہلے ہنستی اور اسے ہنسانے کی کوشش کرتی۔ جب وہ نہ ہنستی تو وہ خود بھی رونے کے لئے ہونٹ نکال دیتی۔ مجبوراً" جمیلہ کو بہ جبر مسکرانا پڑتا۔ اس طرح وہ رفتہ رفتہ غم بھولنے اور عذرا کو خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

عذرا کی دیکھ بھال کے لئے کئی کنیزیں تھیں۔ کئی لڑکے اور لڑکیاں اسے کھلانے کے لئے تھیں۔ سیر کرانے کے لئے کئی غلام تھے۔ اسے دن میں دو مرتبہ نہلایا جاتا اور تین مرتبہ اس کے کپڑے بدلے جاتے۔ وہ پھول تھی' پھولوں سے بھی زیادہ احتیاط سے ہاتھوں چھاؤں میں رکھی جاتی تھی۔

جمیلہ اور اغلب دونوں اسے دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ اگر ذرا بھی اس کا کان گرم ہو جاتا تو دونوں ہول جاتے داد و دش شروع ہو جاتی۔ اور جب تک اسے آرام نہ ہو جاتا دونوں فکر مند اور پریشان رہتے۔

اغلب نے طیرمین کی حکومت کا چارج لے لیا تھا۔ اگرچہ وہ نوجوان تھے اور حکومت کے کاموں سے ناواقف بھی تھے انہیں اپنے باپ اور چچا کے پاس رہ کر امور حکومت سیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مگر جس سنجیدگی اور حسن تدبیر سے انہوں نے حکومت شروع کی اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ناواقف ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ جانتے ہیں۔ انہوں نے حکومت کے ہر شعبہ پر نظر رکھنی اور دیکھ بھال کرنی شروع کردی۔ خود بھی عدالت کرنے لگے۔ حق و انصاف سے فیصلے دیتے مسلم اور غیر مسلم سب ان کے فیصلوں سے خوش تھے۔

جمیلہ کے پاس اکثر مسلم خواتین عرب اور بربر کی دوشیزائیں اور غیر مسلم عورتیں اور لڑکیاں آتی رہتی تھیں۔ بعض ملنے کے لئے آتیں۔ بعض کسی کام سے جو ایک بار مل لیتی بار بار اس سے ملنے آتی۔ وہ بڑی خلیق اور خوش مزاج تھی۔

الارک اگرچہ پلرمو کے کوتوال تھے۔ مگر وہ کئی مرتبہ جمیلہ اغلب عذرا کو دیکھنے آچکے تھے۔ انہیں بھی عذرا سے کچھ ایسی انسیت ہوگئی کہ انہوں نے پلرمو کی کوتوالی سے استعفا دیدیا۔ اور طیرمین میں ہی آکر رہنے لگے۔ اغلب نے اپنے چچا ابواغلب سے منظوری لے کر انہیں طیرمین کا کوتوال مقرر کردیا۔

طیرمین میں ایک سال قصریانہ سے عیسائی سوداگروں کا ایک قافلہ آیا اس قافلے میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی قافلہ کا سردار ایک معزز عیسائی تھا۔ اس کی بیوی بھی تھی وہ جوان اور خوبصورت تھی۔ ایک روز وہ کچھ سامان لیکر جمیلہ کو دکھانے آئی۔ جمیلہ اکثر سوداگروں سے مال خریدا کرتی تھی۔ وہ عورت اچھی اچھی چیزیں لائی تھی۔ اس وقت کنیزیں عذرا کو بنا سنوار کر لائیں۔ اب عذرا کی عمر پانچ سال کے قریب ہو گئی تھی۔ وہ میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگی تھی۔ ہر وقت جمیلہ کے دم کے ساتھ رہتی تھی۔ عیسائی سوداگر عورت نے اسے دیکھا اور دیکھتی رہ گئیں۔ اپنا مال تجارت بھی دکھانا بھول گئی۔ جمیلہ ماں تھی' وہ پیار کی نظریں خوب سمجھ لیتی تھی۔ سمجھ گئی کہ عذرا سے اس عورت کو بھی ماں جیسی محبت ہوگئی ہے۔ اس نے عورت سے کہا۔ دکھاؤ نا تم اپنا مال۔ اس عورت کے ساتھ کئی کنیزیں آئی تھیں۔ انہوں نے سامان کے صندوق لا لا کر رکھ دیئے تھے۔ عورت ہوشیار تھی۔ اس نے کہا مجھے تو اس بی بی نے "اپنی طرف مائل کرلیا ہے۔ بڑی اچھی بچی ہے۔ عذرا نے پوچھا تم کیا لائی ہو ......؟

عورت نے کہا۔ بڑی اچھی چیزیں لائی ہوں۔ دیکھو گی۔

عذرا :۔ دیکھوں گی پسند ہوں گی تو لے بھی لوں گی۔

وہ مینا اور طوطے کی طرح وہ باتیں یاد کرلیتی تھی۔ جمیلہ جو دوسروں سے کیا کرتی تھیں۔ سوداگر عورتوں سے وہ ویسی ہی باتیں کرتی تھی۔ عورت بہت خوش ہوئی۔ اس نے کہا۔ تمہیں ضرور پسند آجائیں گی سب چیزیں۔

اس نے چابیوں کا گچھا نکالا اور سامان نکال نکال کر سجانے لگی۔ ایک چھوٹی سی خوبصورت اونی شال اس نے عذرا کے سامنے ڈالدی اور ایک جوڑی چھوٹے بندوں کی جس میں بڑے بڑے سچے موتی لٹک رہے تھے۔ عذرا کی طرف بڑھایا۔ اور کہا یہ بندوں کی جوڑی پسند ہے تمہیں۔ عذرا نے جمیلہ کی طرف دیکھا' جمیلہ نے کہا تمہیں پسند ہے؟

عذرا :۔ تمہیں پسند ہیں ......؟ جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ ہاں اچھے ہیں۔ عذرا نے سوداگرہ سے کہا۔ اچھے ہیں۔ سوداگرہ خاتون نے کہا۔ اچھا تو رکھ لیجئے۔ جمیلہ نے عذرا سے کہا۔ دام پوچھو بیٹی اس کے۔

سوداگرہ :۔ "یہ تمہاری نذر ہیں اور یہ شال بھی۔

"عذرا :۔ "امی! شال اچھی ہے۔

جمیلہ :۔ "اچھی ہے۔" جمیلہ نے کئی چیزیں اس سے خریدیں۔ ان کی قیمت ادا کی نیز بندوں اور شال کی قیمت جمیلہ نے ادا کرنی چاہی مگر اس نے نہیں لی۔ وہ چلی گئی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ وہ آئی۔ محض عذرا کو دیکھنے اس کی باتیں سننے اور اسے کھلانے جب وہ آتی اس کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ضرور لاتی ایک روز اس نے جمیلہ سے کہا۔ مجھے عذرا سے بہت محبت ہو گئی ہے۔ اسے دیکھے بغیر چین نہیں پڑتی۔ ذرا اسے دیکھنے ہی کیلئے آتی ہوں۔ اسے مجھے دیدو۔ جمیلہ مسکراتی رہی۔ اس نے عذرا سے پوچھا جاؤ گی تم ان کے ساتھ۔ عذرا نے کہا ہاں جی اور سوداگرہ اسے سیر کرا کے واپس لے آئی اسی دن قاصد ابواغلب کا خط لے کر آیا۔ اغلب نے لکھا تھا کہ فوراً" پلرمو جا کر حالات کا جائزہ لو۔ خط پڑھ کر جمیلہ کو کہنے لگا کہ میں پلرمو جا رہا ہوں

یا تو میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔ یا تمہیں اپنے پاس ہی بلالوں گا۔

اور جمیلہ عذرا کو لے کر منہ دھونے چلی گئی۔ دوسرے روز جب اغلب رخصت ہونے لگے تو جمیلہ کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ چیخ چیخ کر روئے نہ معلوم کیوں وہ اس وقت ان سے جدا ہونا نہ چاہتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ انہیں روک

سلے یا خود ان کے ساتھ چلے۔ مگر دونوں باتوں کا موقع نہیں رہا تھا۔ نہ ہی انہیں روک سکتی تھی اور نہ انِ کے ساتھ جاسکتی تھی۔ مگر اس کے چہرے سے اسکے قلبی صدمے کا اظہار ہو رہا تھا۔ اغلب نے کہا' تمہیں اس عارضی جدائی کا صدمہ ہے غم نہ کرو۔ میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔

جمیلہ :۔ "انشاء اللہ تو کہہ لیجئے۔"

اغلب :۔ "انشاء اللہ!" پھر انہوں نے عذرا کو پیار کیا اور چلے گئے۔ جمیلہ اس روز بڑی غمگین اور پریشان رہی۔

(۵۲)

سوداگرہ عورت برابر آتی جاتی تھی۔ اسے عذرا سے ایسی محبت ہو گئی تھی کہ سارا سارا دن جمیلہ کے پاس ہی گزار دیتی۔ اسے یہ معلوم تھا کہ عذرا سیر کی بہت شوقین ہے۔ کئی کئی غلام اسے ٹہلانے اور سیر کرانے کے لئے لیجاتے ہیں۔ اور کئی مرتبہ وہ ان کے ساتھ عذرا کو سیر کرانے لیجا بھی چکی تھی۔ عام طور پر عذرا کے ساتھ مسلم غلام جاتے تھے لیکن کبھی کبھی عیسائی بھی چلے جاتے تھے۔

سوداگرہ کا ارادہ طیرمین میں سے جلد جانے کا تھا۔ مگر اسے کئی مہینے ہو گئے تھے اور وہ وہیں مقیم تھی۔ حالانکہ اس کا تمام سامان سوداگری فروخت ہو چکا تھا۔ اس نے خود جمیلہ سے یہ بات کہی تھی کہ عذرا کی محبت کی زنجیر اس کے پیروں میں ایسی پڑی ہے کہ اسے جانے نہیں دیتی۔ جمیلہ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کہاں کی رہنے والی ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ قصریانہ کے نواح کی رہنے والی ہے۔

الارک (سعود) اکثر جمیلہ کے پاس آتے رہتے تھے۔ جمیلہ ان سے پردہ کرتی تھی۔ کبھی چہرہ پر نقاب ڈال کر ان کے پاس آجاتی اور کبھی پردہ کے پیچھے سے باتیں کرلیتی۔ ایک روز جب الارک آئے تو عیسائی عورت وہیں تھی اور عذرا سے باتیں کر رہی تھی۔ جمیلہ نقاب ڈالے الارک سے فاصلہ پر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ الارک نے عیسائی عورت سے کہا۔ تمہارا تو جانے کا ارادہ تھا۔

سوداگرہ :۔ جی ہاں! اس بچی کی محبت نہیں جانے دیتی۔

الارک :۔ تم نے کئی عیسائیوں کو کس لئے بلایا ہے؟"

سوداگرہ :۔ نے چونک کر الارک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

الارک :۔ تم جانتی ہو کہ میں شہر کا کوتوال ہوں۔ کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ سوداگرہ نے کچھ مطمئن ہو کر کہا۔ ٹھیک ہے۔ میں نے کچھ تھوڑا سا مال اور منگایا ہے۔

الارک :۔ مال سوداگری کا نہیں ہے۔

سوداگرہ کے چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ مگر فوراً اس نے چہرہ کی رنگت بحال کر کے کہا کہ میں نے عذرا کو تحفے دینے کے لئے کچھ چیزیں منگائی ہیں۔

الارک :۔ لیکن جو عیسائی آئے ہیں ان کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ کچھ اچھے آدمی نہیں ہیں۔ ان کی شہرت خراب ہے۔

سوداگرہ :۔ مگر وہ میرے پرانے ملازم ہے۔ اور ان سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

الارک :۔ پھر بھی تمہیں انہیں زیادہ عرصہ تک روکنا نہیں چاہئے۔

سوداگرہ :۔ نہ روکوں گی۔ انہیں جلد ہی چلتا کردوں گی۔

جمیلہ یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ یہ اسے اچھا نہ معلوم ہوا کہ الارک اس کے سامنے سوداگرہ کو تنبیہہ کریں۔ اس نے کہا یہ خاتون بہت نیک ہیں۔ آپ ان کی طرف سے مشکوک کیوں ہو رہے ہیں۔

الارک :۔ میری یہ مجال نہیں ہے کہ اپنی بہن کی سہیلی سے مشکوک ہوں۔ مگر میں کوتوال ہوں اور مجھے تمام حالات پر نظر رکھنی پڑتی ہیں۔ جو عیسائی ان کا سامان لے کر آئے ہیں۔ وہ جرائم پیشہ ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے کئی جعلساز ہیں۔ اور کئی بڑے فریبی اور مکار ہیں۔ اور انہیں ان جرموں میں عیسائی حکومت نے سزا بھی دی تھی۔ سوداگرہ نے کہا میں نے ان کی ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ پھر بھی اگر آپ کو اعتراض ہے تو میں انہیں یہاں رہنے نہ دوں گی۔ بہت جلد رخصت کردوں گی۔

الارک :۔ معاف کرنا۔ میں نے تمہارے ملازموں کے متعلق اپنی ان معلومات کا اظہار کردیا۔ جو مجھے خاص طریقے پر معلوم ہوئی ہیں۔

سوداگرہ :۔ مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ بلکہ میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھ ان کے برے فعلوں سے آگاہ کردیا۔

اب الارک نے جمیلہ سے کہا۔ اغلب کا خط آیا ہے۔ ملاحظہ ہو' وہ ابھی نہیں

آرہے ہیں۔ امیر عباس نائب السلطنت منتخب ہوئے ہیں۔ انہوں نے انھیں روک لیا ہے۔ جمیلہ کو اس خبر سے قلبی اذیت پہنچی۔ اس لئے اس وقت خط پڑھنا مناسب نہ سمجھا۔ عیسائی سوداگرہ چلی گئی۔ اب الارک نے جمیلہ سے کہا۔ یہ عورت تمہاری سہیلی بن گئی میں اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر کروں تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر میرے دل میں اس کی طرف سے عجیب عجیب قسم کے شبہات اور خدشے گزرتے رہتے ہیں۔ یہ عذرا کو بری طرح چاہتی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ تمہارے کوئی برائی نہ کرے۔ عذرا کو اس کے ساتھ کہیں نہ بھیجا کرو۔

جمیلہ ہول سی گئی۔ عذرا اس کی بھی جان تھی۔ اس نے کہا' تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ عذرا کو مجھ سے چھین لے گی.....؟

الارک :۔ "مجھے اندیشہ ہے۔ جو لوگ اس کا سامان لیکر آئے ہیں۔ عجب نہیں کہ وہ اسی کام کے لئے بلائے گئے ہوں۔ اس لئے مناسب سمجھو تو احتیاط کرو۔

جمیلہ :۔ "ضرور احتیاط کروں گی۔"

الارک چلے گئے۔ جمیلہ نے خط کھول کر پڑھا۔ اس خط میں اغلب نے اپنے نہ آنے کی مجبوری کے ساتھ ساتھ جمیلہ کے متعلق بہت کچھ لکھا تھا وہ اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئی آخر میں انہوں لکھا تھا کہ وہ بہت جلد آنے کی کوشش کریں گے۔

اب سوداگرہ کم آنے لگی تھی۔ اس کے وہ آدمی جو اس کا سامان لیکر آئے تھے۔ کہیں چلے گئے تھے۔ جمیلہ کو اس سوداگرہ سے کچھ انسیت سی ہوگئی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ پہلے کی طرح آتی جاتی رہے مگر الارک کی وجہ سے کہہ نہ سکتی تھی۔ ایک روز جب سوداگرہ آئی تو کچھ ملول تھی۔ جمیلہ نے ملال کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔ اس کا ایک بھائی ہے وہ بیمار ہوگیا ہے وہ اگلے روز اپنے وطن چلی جائے گی۔

جمیلہ کو بھی افسوس ہوا۔ اس نے پوچھا کیا وہ پھر آئے گی؟"

اس نے کہا وہ آنے کی کوشش کرے گی۔ بغیر عذرا کو دیکھے وہ جی نہیں سکتی اس لئے آئے گی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کا شوہر سرقوسہ اور قسطنطنیہ گیا تھا معلوم ہوا ہے کہ وہ میسنیا ہو کر اپنے وطن پہنچ گیا ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ آئے دوسرے روز جمیلہ نے سنا کہ وہ عورت چلی گئی اس کے چلے جانے کی خبر سن کر اسے کچھ خوشی سی ہوئی۔ مگر فوراً" ہی اس کی جدائی کا خیال کر کے ملال بھی ہوا۔ ادھر اغلب کو گئے ہوئے چھ مہینے سے زیادہ ہوگئے تھے۔ عذرا کی عمر چھ سال کے

قریب ہو گئی تھی وہ اب اور بھی پیاری پیاری باتیں کرنے لگی تھی اور جوں جوں بڑی ہوتی جاتی تھی۔ دیکھنے والوں کو اس پر اور بھی پیار آتا تھا عیسائی سوداگرہ عورت کو گئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ ایک روز شام کے وقت حسب معمول ایک غلام عذرا کو لیکر شہر کے قریب والے باغ میں گیا اسے واپسی میں دیر ہوگئی۔ وہ عذرا کو لیکر چلا۔ باغ میں کئی مالی تھے۔ ان میں سے ایک مالی اس لئے ساتھ ہولیا کہ عذرا اور غلام کو شہر کے دروازہ تک پہنچا آئے جب وہ ایک۔ ایسے مقام پر پہونچے جس کے دونوں طرف باغ تھے اور درختوں کے سایہ کی وجہ سے وہاں کچھ اندھیرا سا تھا۔ کہ دفعتاً" کئی سیاہ پوشوں نے غلام اور مالی دونوں پر اچانک حملہ کردیا اس سے قبل کہ وہ تلواریں نکالیں دونوں زخمی ہو کر گر پڑے۔ ایک سیاہ پوش نے جلدی سے عذرا کو اٹھایا اس کا منہ بند کیا اور وہاں سے فرار ہوگیا۔ دوسرے سیاہ پوش اس کے ساتھ ہولئے۔ غلام اور مالی دونوں بے ہوش ہوگئے۔

جمیلہ عذرا کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب مغرب کی اذان ہو گئی اور وہ نہ آئی تب اس کا دل نہ معلوم طور پر غم و فکر سے بیٹھنے لگا۔ اس نے مغرب کی نماز پڑھی اور کئی غلاموں کو عذرا اور غلام کو لانے کے لئے بھیجا۔ عشاء سے پہلے وہ مالی اور غلام کو زخموں سے چور بے ہوشی کے عالم میں اٹھا کر لائے۔ عذرا نہیں آئی۔ جمیلہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اسے غش آگیا۔

اور خاتون دلگیر ہو کر خاموش ہوگئیں۔

(۵۴)

نوجوان افسر پر ان کی داستان کا بڑا اثر پڑا تھا۔ انہوں نے کہا عجیب حالات بیان کررہی ہو تم۔ خاتون نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا۔ میری داستان ختم ہونے کے قریب آگئی ہے۔ واقعی یہ داستان عجیب ہے اور دکھ دینے والی بھی ــــ وہ افق کی طرف دیکھنے لگیں۔ افسر نے کہا۔ مگر ابھی تو یہ داستان بالکل نامکمل ہے۔ خاتون نے کہا میں جانتی ہوں مگر اسے مکمل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ شاید تمہاری کوششوں سے اس کی کڑیاں مل جائیں۔

افسر:۔ اور میں ضرور کوشش کروں گا۔ لیکن جو حال باقی رہ گیا ہے اسے تو سنا دیجئے۔

سرلی نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا۔ میں بھی باقی داستان سننے کے لئے بے چین ہوں۔

خاتون :۔ اور میں سنانے کے لئے بے چین ہوں۔

سرلی :۔ مظلوم جمیلہ کا کیا ہوا ......؟

خاتون :۔ وہ برباد ہو گئی۔ اب اس کی بربادی کی داستان ہی باقی ہے۔

معلوم نہیں جمیلہ سے ایسا کون سا گناہ سرزد ہوا تھا جس کی پاداش میں اسے صبر آزما تکلیفیں دنیا بھر کی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔

افسر:۔ خدا امتحان لیتا ہے اپنے نیک بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ اچھا پھر کیا ہوا ؟

...... اور خاتون نے کہنا شروع کیا۔

غلام اور مالی کی فوراً مرہم پٹی کی گئی۔ جمیلہ کی بے ہوشی کی الارک کو اطلاع دی گئی۔ وہ دوڑے ہوئے آئے۔ دیکھا جمیلہ بالکل بے ہوش ہے ۔ فوراً طبیب بلائے گئے۔ انہوں نے دوادوش کی۔ صبح جمیلہ کو ہوش آیا۔ اس نے سہمی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ الارک ساری رات اس کے پاس بیٹھے رہے۔ نیز طبیب بھی موجود رہے تھے۔ جب اسے ہوش آنے لگا تھا تو طبیبوں نے الارک سے کہدیا تھا کہ صدمہ سے ان کے دل و دماغ دونوں بہت زیادہ کمزور ہو گئے ہیں۔ اگر اور کوئی صدمہ پہنچ گیا تو ان کی جان کی خیر نہیں۔ ہوش آنے پر ان سے ایسی باتیں کی جائیں جن سے ان کی طبیعت کو سکون اور فرحت حاصل ہو۔

الارک نے انہیں کوئی مفرح چیز پلائی۔ وہ بے مدعا چھت کی طرف دیکھتی رہی اسے ہوش تو آگیا تھا۔ مگر حواس درست نہیں ہوئے تھے۔ سوچنے اور سمجھنے کی قوت واپس نہیں آئی تھی۔ یہ حالت بھی خطرہ سے خالی نہیں تھی۔ خوف تھا کہ کہیں دماغ نہ الٹ جائے۔ طبیبوں نے کئی دوائیں اور استعمال کیں۔ رفتہ رفتہ اس کے حواس درست ہونے لگے اور دوپہر تک اس کی تمام قوتیں عود کر آئیں۔ اس نے الارک سے پوچھا مجھے کیا ہو گیا تھا؟۔

الارک نے کہا تمہیں غشی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ جمیلہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا اف میں نے کوئی ہولناک خواب دیکھا ہے۔ الارک نے ٹالنے کے لئے کہا۔ خواب کا خیال نہیں کیا کرتے۔ تم آرام کرو۔

جمیلہ :۔ نہیں خواب سنو۔ میں نے دیکھا غلام عذرا کو سیر کرانے کے لئے لے گیا اور

اسے کسی نے زخمی کردیا اور میری بچی عذرا کو اٹھا کر لے گیا۔ توبہ کیسا خوفناک خواب تھا۔ الارک نے کہا بہن طبیب کہتے ہیں کہ تم اپنے دماغ پر زور مت دو آرام کرو۔ خواب کو بھول جاؤ۔

جمیلہ :۔ میری بچی کہاں ہے؟ عذرا ..... میں اسے پیار کرلوں۔ پھر سو جاؤں گی۔

الارک :۔ وہ تمہارے پاس بیٹھی رہی تھی ابھی سوئی ہے۔ اسے سونے دو تم بھی سو جاؤ۔ ایک بوڑھے طبیب نے کہا۔ محترمہ' سو جاؤ' سونے سے تمہاری طبیعت بھی ہلکی ہو جائے گی۔ الارک نے اسے خوش کرنے کے لئے پر لطف قصے سنائے اور وہ سو گئی۔ کنیزیں اور طبیب اس کی دیکھ بھال کے لئے رہ گئے۔ الارک نے رات ہی کو کئی سپاہی سیاہ پوشوں کے تعاقب میں دوڑا دیئے تھے انہیں یہ یقین تھا۔ کہ دوپہر تک وہ لوگ عذرا کو ان سے چھین کر لے آویں گے۔ اسی لئے انہوں نے جمیلہ کی تسلی کے لئے یہ کہہ دیا تھا کہ عذرا سو گئی ہے۔

لیکن دوپہر ہو گیا اور وہ لوگ واپس نہیں آئے۔ اب الارک کو فکر ہوا انہوں نے سو سوار مختلف راستوں پر ہر طرف دوڑا دیئے۔ شہر میں جاسوس چھوڑ دیئے اور کچھ جاسوس ملحقہ دیہاتوں اور قصبوں و شہروں میں بھیج دیئے۔ یہ اعلان کرا دیا کہ جو عذرا کو لائے یا اس کی خبر دے اسے ایک ہزار دینار انعام میں دیئے جاویں گے۔ غرض وہ جو کچھ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔

شام کے وقت جمیلہ جاگ گئی۔ اب تازہ دم ہو گئی تھی۔ اسے ہلکی غذا کھانے کو دی گئی۔ اس کے جسم میں توانائی آئی۔ اس نے پھر عذرا کو یاد کیا۔ الارک موجود تھے۔ انہوں نے بہانہ کردیا کہ کئی غلام اسے سیر کرانے کے لئے گئے ہیں۔ جمیلہ کو معلوم تھا کہ عذرا اس وقت روزانہ سیر کرتی ہے اس لئے اسے یقین آگیا اس نے اٹھنا چاہا۔ مگر اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ اٹھا نہ گیا۔ طبیب بھی موجود تھے انہوں نے کہا ابھی آپ اٹھنے کی کوشش نہ کریں۔ جمیلہ نے کہا۔ یہ آخر مجھے ہو کیا گیا۔ مجھ سے اٹھا کیوں نہیں جاتا ......؟ ایک طبیب نے کہا۔ تمہارے دماغ کو سخت اذیت پہنچی ہے چونکہ دماغ تمام جسم کا سردار ہے اس لئے کمزوری لاحق ہو گئی ۔ دماغ میں قوت آتے ہی سارے جسم میں قوت آجائے گی۔

جمیلہ :۔ یہ بات نہیں ہے۔ عذرا کو دیکھتے ہی میں اٹھ بیٹھوں گی۔ وہ مجھ سے بڑی محبت کرتی تھی۔ مجھے اس حال میں چھوڑ کر سیر کرنے چلی کیسے گئی ......؟

الارک کا دل بھر آیا۔ مگر انہوں نے ضبط کیا اور کہا' وہ نہیں جاتی تھی مگر میں نے اصرار کرکے بھیج دیا۔ انشاء اللہ ابھی آجائے گی۔

جمیلہ :۔ کچھ غلاموں کو بھیج دو۔ وہ اسے جلدی لے کر آجائیں۔

بہت اچھا۔ الارک نے کہا اور وہاں سے باہر آئے۔ جو سوار انہوں نے بھیجے تھے ان میں سے کئی واپس آگئے تھے اور انہوں نے اپنی دوڑ دھوپ اور کوششوں کی روداد سنا کر ناکام واپس آنے کا اظہار کیا۔ الارک کو بڑا صدمہ ہوا۔ انہیں سینے میں اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ اب تک تو وہ جھوٹی تسلیوں سے جمیلہ کو بہلاتے رہے تھے۔ لیکن اب کیا کریں گے کیسے اسے سمجھائینگے انہیں خوف تھا وہ عذرا کی گمشدگی کی خبر سن کر کہیں دیوانی نہ ہوجائے یا مر نہ جائے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے صبح ہی ایک قاصد پلرمو روانہ کر دیا تھا۔ اغلب کو عذرا کے غائب ہو جانے کی اطلاع دیکر جلد آنے کے لئے خط لکھ دیا تھا۔ اس خط میں جمیلہ کی حالت بھی لکھ دی تھی اور قاصد کو ہدایت کی تھی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے پلرمو پہونچ جائے۔

وہ دن چھپے تک وہیں بیٹھے رہے۔ جب مغرب کی اذان ہوئی تو مسجد میں جا کر نماز پڑھی۔ نماز پڑھکر واپس آئے ان کا دل جمیلہ کے پاس جانے کو نہ چاہتا تھا لیکن ڈرتے تھے کہ اس پر غم کا غلبہ نہ ہو جائے۔ اس لئے آہستہ آہستہ مکان میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا کہ جمیلہ نے اشاروں سے نماز ادا کرکے دعا مانگی ہے اس وقت وہ اپنے ہاتھوں کو جو دعا کے لئے اٹھائے تھے چھوڑ رہی تھی۔ جمیلہ نے ان کی طرف دیکھا اس نے کہا۔ "تم میری عذرا کو نہیں لائے۔"

الارک سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ خاموش کرسی پر بیٹھ گئے۔ جمیلہ نے جلدی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کہاں ہے میری بچی؟ تم بولتے کیوں نہیں۔" الارک اب سنبھلے لیکن کوئی بات ان کے ذہن میں نہیں آئی۔ بے ساختہ ان کی زبان سے نکل گیا وہ ملی نہیں۔

جمیلہ نے تعجب سے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ ملی نہیں کہاں گئی۔

الارک :۔ بہن تمہارا خواب صحیح تھا۔ حوصلہ کرو تم مسلمان ہو' اسلام نے صبر کی تلقین کی ہے' غم سے بدحواس نہ ہو جانا' عذرا کو کوئی لے گیا ہے اور غلام کو زخمی کرگیا۔ جمیلہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ طبیبوں نے الارک کو اشارہ کرکے بتایا کہ یہ اچھا ہوا جوش غم کا بند ٹوٹ

گیا۔ اسے رونے دو۔ الارک نے اسے رونے سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

وہ دیر تک روتی رہی۔ الارک کے بھی آنسو نکل آئے۔ انہوں نے کہا بہن صبر کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ضرور عذرا کو ڈھونڈ نکالوں گا۔

انہوں نے اسے تسلی دی چونکہ رونے سے دل کا غبار نکل گیا تھ اس لئے وہ کچھ رات گئے خاموش ہوگئی۔ الارک کے اصرار پر اس نے کچھ کھایا بھی اور سو بھی گئی۔ الارک اور طبیب دوسرے کمرے میں سوئے۔ کنیزیں اس کی نگرانی کرتی رہیں صبح کو وہ بیدار ہوئی الارک صبح کی نماز پڑھکر جب آرہے تھے تو ایک عیسائی ان سے ملا۔ اس نے کہا' جو لڑکی گم ہوئی ہے مجھے معلوم ہے وہ کہاں ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ الارک خوش ہوگئے وہ دوڑے ہوئے جمیلہ کے پاس آئے۔ اس نے اٹھکر وضو کرکے نماز پڑھ لی تھی۔ الارک نے اسے یہ خوشخبری سنا کر کہا میں عیسائی کے ساتھ جارہا ہوں۔ تم میرے واپس آنے کا انتظار کرنا۔

اب جمیلہ نے ان کے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ مجبور ہو کر الارک اسے ساتھ لیکر پچاس سواروں کے ساتھ عیسائی مخبر کے ہمراہ چلے۔

(۵۴)

خاتون نے کہا' کاش جمیلہ الارک کے ساتھ چلنے پر اصرار نہ کرتی اور طیرمین ہی میں رہتی اور اغلب کے آنے اور الارک کے عذرا کو لانے کا انتظار کرتی تو وہ برباد نہ ہوتی۔ اس کی دنیا تاراج نہ ہوجاتی۔ لیکن عذرا کی محبت نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے نہ دیا۔ وہ چلی الارک ساتھ تھے۔ اور پچاس سوار بھی ہمراہ تھے۔ اس وقت الارک اور جمیلہ دونوں کی عقلوں پر ایسے پردے پڑے کہ انہوں نے مخبر سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے کس نے بھیجا ہے عذرا کہاں ہے۔ اس نے کب اسے دیکھا تھا اور وہ کہاں لے جارہا ہے؟......

چنانچہ اس روز تمام دن چلتے رہے۔ شام کے وقت ایک بستی میں قیام کیا دوسرے روز پھر روانہ ہوئے غرض اسی طرح کئی روز پہاڑوں میں چلتے رہے ایک روز ایک غار کے کنارے جا کر مقیم ہوئے۔ یہاں الارک نے مخبر سے پوچھا وہ انہیں کہاں لے جارہا ہے.....؟ مخبر نے جواب دیا جہاں وہ لڑکی ہے۔

الارک :۔ "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

مخبر:- وہ مقام قریب ہی ہے۔
الارک :- لیکن یہ کیا بات ہے کہ جس روز لڑکی گم ہوئی ہے تم اس کے تیسرے روز ہم سے ملے اور اب ہمیں چلتے ہوئے کئی روز ہوگئے ہیں اور اب تک وہ جگہ نہیں آئی تم نے اس لڑکی کو کہاں دیکھا تھا۔
مخبر:- میں نے اسی بستی میں دیکھا تھا۔ جو اول روز ہمارے راستہ میں آئی تھی۔
مگر وہ لوگ وہاں نہیں ٹھہرے تھے میں جانتا ہوں وہ کہاں گئے ہیں۔
دوسرے روز پھر اس کے ساتھ سب چلے۔ پندرہ روز کے بعد وہ ایسی جگہ لے کر پہنچا۔ جہاں گڑگڑاہٹ کی آوازیں زیاد آتی رہتی تھیں اور بعض وقت زمین اور پتھر لرزنے لگتے تھے۔ جمیلہ نے الارک سے پوچھا۔ ہم کہاں آگئے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے ....؟ الارک نے سمجھایا کہ اس وقت ہم اس پہاڑ پر آگئے ہیں جو کوہ آتش فشاں سے ملا ہوا ہے۔
جمیلہ :- یہاں تو بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔
الارک :- ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔
مخبر اس پہاڑ پر ان سب کو چھوڑ کر پتہ لگانے کے لئے گیا۔ وہ ایک روز غائب رہا۔ دوسرے روز اس نے آکر بتایا کہ لڑکی موجود ہے لیکن اگر سپاہی ساتھ چلے تو خوف ہے کہ وہ ڈر کر اسے چھپا نہ دیں۔ یا مار نہ ڈالیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ چار پانچ سپاہی میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ الارک چار سپاہیوں کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ جمیلہ تمام دن انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ نہیں آئے۔ دوسرے روز کچھ دن چڑھے مخبر آیا اس نے بتایا کہ لڑکی کے ملنے کی امید ہے الارک نے جمیلہ کو بلایا ہے اور لوگوں کو یہیں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے۔ جمیلہ بغیر سوچے سمجھے مخبر کے ساتھ ہوگئی۔ وہ اسے ساتھ لیکر ایک پرفضا مقام پر پہنچا۔ وہاں کئی خیمے نصب تھے۔ مخبر ایک خیمے کے اندر جمیلہ کو لے گیا اور اسے بٹھا کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک گرانڈیل عیسائی خیمہ کے اندر داخل ہوا جمیلہ سمجھ رہی تھی الارک آویں گے مگر وہ نہیں آئے۔ جمیلہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔ عیسائی نے اطمینان سے بیٹھ کر کہا تم حیران ہو رہی ہو تم نہیں جانتی ہو تمہیں میں نے دیکھتے ہی اپنا سب کچھ تم پر نثار کردیا تھا۔ تم ایک روز اپنے باغ میں ٹہل رہی تھیں میں نے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ دیر تک دیکھتا رہا۔ جب تم چلی گئیں تو میں نے معلوم کیا مجھے پتہ چلا تم اغلب کی بیوی ہو۔ میرے حوصلے پست ہوگئے میں نے تمہیں بھولنے کی کوشش کی مگر نہ بھول سکا۔ کئی مرتبہ تمہاری زیارت کرنے گیا۔ کئی مرتبہ دور سے اور ایک مرتبہ پاس سے تمہیں دیکھا اور بھی دیوانہ ہوگیا۔ اور میں اکثر طبرین میں جانے لگا۔ آخری مرتبہ جب گیا تو اعلان سنا کہ تمہاری لڑکی غائب ہو گئی ہے۔ میرے دماغ میں فوراً" ایک تجویز آئی اور میں نے اس پر عمل کیا۔ ایک شخص کو کافی معاوضہ دیکر الارک کے پاس بھیجا۔ میں نے تمہارے متعلق سب ہی حالات معلوم کرلئے تھے۔ کچھ تمہارے غلاموں سے اور کچھ دوسرے لوگوں سے وہ شخص بڑا چالاک ہے اس نے لڑکی کا پتہ بتانے کا اقرار کیا۔ الارک اور تم چلے آئے کل وہ الارک (1) کو ایک دوسرے مقام پر چھوڑ آیا اور آج تمہیں یہاں پہنچا دیا۔ سنو مجھے معلوم ہے کہ تمہارا نام روز تھا۔ تم گلاب کے پھول سے زیادہ حسین ہو۔ میرا نام اپولو ہے۔ میں سرقوسہ کے علاقہ کا بڑا جاگیردار ہوں۔ تمہیں لے کر قسطنطنیہ چلا جاؤں گا اور شاہزادیوں کی طرح تمہیں رکھوں گا۔
اپولو کہے جارہا تھا۔ اور جمیلہ بت بنی بیٹھی سن رہی تھی۔ وہ دھوکا کھا گئی تھی عیسائی کے پنجہ میں گرفتار ہوگئی تھی۔ اس کی عصمت خطرہ میں پڑگئی تھی۔ اس نے اسلامی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ عصمت اور آبرو کی قیمت سمجھتی تھی اس نے طے کرلیا کہ جان دیدے گی مگر عصمت پر دھبہ نہ آنے دے گی۔
اپولو نے کہا۔ میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری بچی کو بھی تلاش کر کے تمہارے پاس پہنچادوں گا۔ تمہیں ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔
جمیلہ سوچنے لگی کہ عذرا کی محبت میں اندھی ہو کر وہ عیسائی کے پنجہ میں آپھنسی اور اب اور اندھی ہو کر عصمت کی قربانی کی نوبت نہ آنے دیگی۔ اس نے کہا' تم نہیں جانتے میں مسلمان ہوں اور مسلمان عورتیں اپنی عزت و عصمت کو جان سے زیادہ سمجھتی ہیں۔ اچھا یہ ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو۔ الارک نے مجھ سے محبت کی لیکن وہ بھائی بن گئے۔ تم بھی بھائی بن جاوَ۔ میں بہن بنکر تم سے بھی محبت کروں گی۔ لیکن اور کوئی خیال تمہارے دل میں ہے تو اسے نکال ڈالو۔ میں ہرگز بدکار نہ بنوں گی۔
اپولو نے قہقہ لگا کر کہا۔ میں الارک نہیں ہوں۔ تمہیں میری بات ماننی ہی پڑے گی۔ خوشی سے یا جبر سے۔
جمیلہ خاموش ہوگئی۔ اپولو چلا گیا۔ اس نے اس کے لئے کھانا بھیجا۔ اس نے کھالیا۔ کیونکہ وہ سمجھ گئی کہ اگر کھانا نہیں کھایا تو قوت جسمانی جواب دیجائیگی۔ اور

(1) اس کے بعد الارک کا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گئے' مارے گئے یا کیا ہوئے۔

پھر وہ آنے والے خطروں کا مقابلہ نہ کرسکے گی۔

اپولو دوسرے روز وہاں سے چل پڑا۔ اور کئی دن تک وہ اور اس کے ساتھی چلتے رہے۔ جمیلہ کو معلوم نہ ہوسکا۔ کہ وہ کہاں لے جائی جارہی ہے۔ اس نے اپولو سے ایک روز پوچھا بھی۔ اس نے کچھ نہیں بتایا اس کے بعد اس نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔

جمیلہ نے ایک دن کوشش کرکے ایک خنجر حاصل کرلیا اور اسے اپنے کپڑوں میں چھپالیا۔ ایک رات کو جب وہ سو رہی تھی تو اپولو اس کے خیمہ میں گھس آیا۔ وہ جاگ گئی اور نہایت خاموشی سے سرک کر خیمے سے باہر نکل گئی۔ اندھیرے کی وجہ سے اپولو اسے نہ دیکھ سکا۔ جمیلہ خیمہ سے نکل کر کچھ دور تو جھکی جھکی دبے قدموں چلی۔

آخر جب خیموں سے فاصلہ پر پہنچ گئی تو بے تحاشا بھاگی۔ اور پتھروں و چٹانوں کو پھلانگتی گرتی پڑتی بڑھتی چلی گئی۔

چاند کی آخری تاریخیں تھیں۔ چاند افق سے جھانک رہا تھا۔ کچھ کچھ اجالا پھیل گیا تھا اور وہ درندہ اور گزندہ جانوروں کے خوف سے بے نیاز بھاگتی رہی۔ جب پسینہ میں شرابور اور تھک کر چور ہوگئی تو ایک اونچی چٹان پر بیٹھ گئی' بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور رفتہ رفتہ دن کی روشنی رات پر غالب آگئی اسے دور تک کی چیزیں نظر آنے لگیں۔ اس نے دیکھا وہ پہاڑ کے بہت ہی بلند حصہ پر چڑھ گئی ہے دن میں وہ شاید ہرگز بھی اتنی اونچائی پر نہ چڑھ سکتی۔ مگر اسے خیمے نظر نہیں آرہے تھے۔ چونکہ وہ رات کو کم سوئی تھی اس لئے نیند کے جھونکے آنے لگے وہ غار میں گھس گئی اور پتھروں پر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ سوگئی۔ جب اٹھی اور غار سے باہر آئی تو دیکھا کہ دوپہر ہوگیا تھا۔ اب اسے بھوک معلوم ہوئی۔ وہاں کھانے کو کیا تھا۔ اس نے درختوں کے پتے چبائے اور وہاں سے چلی۔ اسے خوف تھا کہ کہیں اپولو نہ آجائے وہ دوسری طرف پہاڑ سے اترنے لگی۔ سنبھل سنبھل کر بڑی مشکل سے کئی چٹانیں نیچے اتری تھک گئی اور بیٹھ گئی۔ یہاں سے پہاڑی پھل نظر آئے اس نے وہ توڑ کر کھائے پانی کہیں نہیں ملا۔ وہ رات تک چلتی رہی اور رات اس نے پہاڑ پر تنہا گزار دی صبح پھر چلی۔

غرض اسے اس پہاڑ پر گھومتے ہوئے پندرہ دن ہوگئے اسے ایک پانی کا چشمہ ملا وہ اس کے کنارے کنارے چل پڑی۔ ایک روز ایک خانقاہ میں جا نکلی وہاں ایک بوڑھے پادری سے اس کی ملاقات ہوئی اس پادری نے اس کی بڑی خاطر کی۔ جمیلہ اس عرصہ

میں بہت کمزور اور دبلی ہوگئی تھی اس نے پادری کو اپنی ساری داستان سنائی پادری کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے اسے تسلی دی اور اپنی بیٹی بنالیا۔ اس نے بتایا کہ وہ طیرمین سے بہت دور آگئی ہے اور اس سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اسے طیرمین پہونچاویں گے۔

(۵۵)

خاتون نے کہا۔

وہ پادری بہت ہی نیک اور خدا رسیدہ تھے۔ ان کا وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ اس خانقاہ میں نوجوان' جوان' ادھیڑ اور بوڑھی ہر عمر کی ننیں تھیں۔ نوجوان اور جوان ننیں ادھیڑ عمر کی ننوں کو سسٹر (بہن) اور بوڑھی ننوں کو مدر (ماں) کہتی تھیں اور ان کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ اس خانقاہ میں جوان ادھیڑ اور بوڑھے پادری بھی تھے۔ لیکن وہ پادری جو جمیلہ کو لے گئے تھے۔ بشپ تھے سب ان کا حکم مانتے تھے اور ان کا احترام کرتے تھے۔ جمیلہ سے بشپ کو بڑی محبت ہوگئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ جمیلہ عیسائی ہوجائے۔ لیکن جب کبھی وہ جمیلہ سے مذہبی بحث یا گفتگو کرتے تو وہ انہیں زچ کردیتی۔ اور یہ ثابت کردیتی کہ توحید اسلام میں ہے۔ عیسائیت میں نہیں انہوں نے مذہبی تذکرہ کرنا ہی بند کردیا تھا۔ ننیں بھی اس سے محبت کرنے لگی تھیں۔ جمیلہ پانچوں وقت نماز وقت پر پڑھتی تھی۔ اسے عذرا کی یاد ہروقت بے چین رکھتی تھی۔ اب اسے ایک اور خوف پیدا ہوگیا تھا وہ یہ کہ کہیں اغلب اس سے بدظن ہوکر کبیدہ خاطر نہ ہوجائیں۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس کے پر لگ جائیں اور وہ اڑکر طیرمین پہنچ جائے اس نے کئی مرتبہ بشپ سے ذکر کیا وہ کہدیتے کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ یا تو کوئی قافلہ یا معتبر شخص طیرمین یا اس کے قریب جانیوالا مل جائے تو اسے بھیجدیں۔

جمیلہ بھی انتظار کرنے لگی اور انتظار ہی انتظار میں ایک سال گزر گیا۔ اب جمیلہ ہروقت مغموم اور پریشان رہنے لگی۔ بشپ اس کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے انہوں نے ایک دن اس سے کہا۔ بیٹی تم ہروقت رنجیدہ رہنے لگی ہو اس رنج و غم کا تمہاری صحت پر اثر پڑ رہا ہے۔ اب تک نہ کوئی قافلہ ملا اور نہ کوئی معتبر شخص ملا۔ تم غم نہ کرو میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔

وہ بن مانس ہی تھا۔ جعفر نے کہا۔ میں نے سنا تھا کہ اس علاقے میں بن مانس رہتے ہیں۔ اور جب میں نے قصریانہ کے علاقہ میں داخل ہو کر سائیکلوپ کے متعلق سنا تو میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ مردم خور آدمیوں یا بن مانس میں سے ممکن ہو تو کسی کو پکڑ لیں۔ چنانچہ آج یہ پکڑ لائے۔ یہ سائیکلوپ نہیں ہے نہ دیوتا ہے بلکہ بن مانس ہے۔ تمہارے بزرگ ان سے ڈرتے تھے اس لئے انہوں نے ان کے متعلق دوراز فہم عجیب عجیب روائتیں گھڑ لیں۔ ایسی ہی سیریس دیوی ' دلربا سرے ' پرس ' مشتری ' بنتون اور دوسرے دیویوں اور دیوتاؤں کا حال ہے۔ اب فے نس بھی اس وقت وہاں آگیا تھا۔ وہ بھی سربی بھی ' سیاح بھی دیکھ رہے تھے۔ بڑی حیرت سے آج ان کی سمجھ میں آگیا کہ وہ بن مانس کو دیوتا سمجھتے رہے تھے۔ وہ خاموش تھے۔ مگر ابھی تک دل میں ڈر رہے تھے۔ جعفر نے اسے زنجیروں میں جکڑ لیا تھا مگر وہ ایسا طاقتور تھا کہ جب زور کرتا تھا زنجیروں کی کڑیاں کھل جاتی تھیں۔ پھر اسے ریشم کے مضبوط رسوں میں باندھا گیا۔ جعفر نے جمیلہ سے پوچھا کہ تمہارے کھانے پینے کا کیا انتظام تھا۔ جمیلہ نے کہا۔ درویش کہیں سے کچی چاندی لے آتے تھے۔ میں بستی میں لے جا کر اسے فروخت کر کے سامان لے آتی تھی۔ ایک بستی یہاں سے ایک دن کی راہ پر پہاڑ کے درمیان میں ہے۔

پھر دوسرے روز یہ سب لوگ وہاں سے سیفالو کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ بن مانس ان کے ساتھ تھا۔ وہ کچی پکی چیزیں سب چٹ کر جاتا تھا۔ وہ بولتا بھی تھا۔ مگر اس کی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بندھا رہنے سے وہ مضمحل رہنے لگا۔ جس بستی میں سے یہ لوگ گزرے اور وہاں کے لوگوں نے اس بن مانس کو دیکھا۔ انہیں بڑا تعجب ہوا۔ وہ سیفالو کے قریب ایک بڑی خانقاہ میں پہونچے وہاں ایک بوڑھے پادری نے کہا تم اس بن مانس(۱) کو چھوڑ دو۔ یہ زندہ نہیں رہے گا۔ بہت عرصہ ہوا۔ جب دو بن مانس ایسے ہی پکڑ کر سرقوسہ پہنچائے گئے تھے۔ انہیں قسطنطنیہ لے جانا چاہتے تھے مگر وہ مر گئے۔ ان کی لاشیں قسطنطنیہ پہونچائی گئیں تھی۔

وہ بن مانس بھی کمزور ہو گیا تھا۔ حالانکہ اسے کھانے کو کافی دیا جاتا تھا۔ لیکن پنپتا ہی نہیں تھا۔ آخر جعفر نے اسے چھوڑ دیا۔ اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ جعفر نے اس روز وہیں قیام کیا اور دوسرے روز سیفالو کی طرف روانہ ہوئے۔ سیفالو قریب ہی رہ

(۱) ہرمز نے سائیکلوپ کو ایک وحشی اور بن مانس لکھا ہے کہ یہ لوگ سمندر کے کنارہ جزیرہ (صقلیہ) سسلی کے شمالی حصے میں دیکھے جاتے تھے۔ اس نے ان کے عجیب و غریب قصے لکھے ہیں۔

گیا تھا۔ وہ سیفالو میں شام کے وقت پہونچے وہاں ایک اسلامی دستہ رہتا تھا۔ جعفر شہر کے اندر نہیں گئے۔ انہوں نے اس خانقاہ کے قریب قیام کیا۔ جو عیسائیوں کا مامن تھا۔ اس میں بے شمار تیس اور پادری رہتے تھے۔ جعفر اس طرح سے وہاں ٹھہرے جیسے دن چھپنے کی وجہ سے انہوں نے قیام کر دیا ہو۔ انہوں نے سپاہیوں کو ہدایت کر دی کہ کوئی پادری یا نن باہر نہ جانے پائے۔ سپاہی ان کی نگرانی کرنے لگے۔

پھر صبح کی نماز پڑھ کر پانچ سپاہیوں کو ساتھ لیکر جعفر خانقاہ کی طرف چلے۔ انہوں نے سیاح ' سربی ' فے نس اور جمیلہ کو ساتھ لے لیا۔ جمیلہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالنے لگی تھی۔ جعفر نے خانقاہ کے دروازہ پر پہونچکر وہاں کے بڑے پادری کو بلایا۔ وہ بھی بشپ کہلاتا تھا۔ اس نے جب جعفر اور اس کے ساتھ پانچ سپاہیوں کو دیکھا تو ڈر گیا۔ اس نے بڑے ادب سے جعفر کو سلام کیا اور ان سب کو اندر لے گیا۔ ایک کمرے میں جو نہایت شاندار اور آراستہ تھا بٹھایا۔

اب جعفر نے کہا۔ کہ تمہاری خانقاہ میں ایک لڑکی روزلیا نامی ہے اسے فوراً ہمارے سامنے پیش کرو۔"

بشپ(۲) ڈر رہا تھا اس نے کہا' ابھی حاضر کرتا ہوں۔

وہ گیا اور جلد ہی روزلیا کو اپنے ساتھ لے آیا۔ جعفر نے دیکھا' یہ وہی حسینہ تھی جو انہیں پہاڑ پر ملی تھی۔ جس کے ساتھ ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اور جس نے بکرا زخمی ہونے پر کہا تھا۔ تم نے اس غریب بکرے کو تیر کا نشانہ بنایا بے رحم کہیں کے۔ وہ اس شعلہ کو دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ روزلیا نے اول انہیں شرمیلی نظروں سے دیکھا اور پھر سربی کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھی اور ماں کہکر اس کی گود میں جا پڑی۔ سربی نے اسے سینے سے لگا لیا۔

جمیلہ اس کو دیکھتی رہی وہ چھ برس کی تھی جب اس سے جدا ہوئی تھی اس کی نگاہوں میں وہی چنچل لڑکی بسی ہوئی تھی۔ مگر اب وہ ایک مست شباب حسینہ ہو گئی تھی۔ لیکن اس نے اسے پہچان لیا۔ اس کی محبت نے جوش مارا اور ایسی بے خود ہوئی کہ پردہ کا خیال نہیں کیا۔ نقاب الٹ دیا اور آواز دی عذرا!"

روزلیا نے اس کی طرف دیکھا مگر پہچان نہ سکی۔ جمیلہ نے کہا' تم مجھے بھول گئیں عذرا۔ میں تمہیں نہیں بھولی۔ میں تمہاری امی ہوں ...... امی یاد کرو۔

(۲) سی پی اسکاٹ صاحب نے اپنی تاریخ اخبار اندلس جلد دوم میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا رعب سسلی میں ایسا تھا کہ عامہ بجز مسلمان کو دیکھتے ہی عیسائی کانپ جاتے تھے۔

روزلیا اب بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ جمیلہ نے کہا نہیں پہچانا۔ یاد کرو' تم طبرین میں رہتی تھیں باغوں میں سیر کرنے جاتی تھیں میری گود میں کھیلتی تھیں۔ ایک عیسائی سوداگر نے تمہیں ایک اونی شال اور بندے دیئے تھے یہ رہی وہ شال اور یہ رہے وہ بندے انہیں دیکھو' پہچانو اور مجھے بھی پہچانو! میں نے انہیں حفاظت سے رکھا ہے۔

روزلیا اس طرح آہستہ آہستہ اٹھنے لگی جیسے وہ بیدار ہو رہی ہے اس نے شال اور بندے دیکھے۔ اپنی آنکھیں بند کیں۔ کچھ سوچا' شاید اسے سب کچھ یاد آگیا۔ وہ اٹھ کر جمیلہ سے لپٹ گئی۔ اس نے کہا امی ...... میری امی!"

جمیلہ کے آنسو جاری ہوگئے۔ عذرا بھی رونے لگی اوروں کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے۔ اس طرح مدت کے بچھڑے ہوئے ملے۔

(۵۷)

عذرا کے ملنے سے جعفر' جمیلہ' سرپی اور سیاح سبھی کو خوشی ہوئی وہ اسے لیکر چلے۔ بشپ کو کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ اسلامی فرودگاہ پر آگئے ۔ سرپی نے کہا بیٹی۔ کس نے تجھے پہاڑ پر جانے کے لئے کہا تھا......؟"

اب ہم روزلیا کو عذرا ہی لکھیں گے۔ اس نے کہا' پجاری جی نے' وہ میرے پاس آئے انہوں نے کہا۔ تمہیں مارسے بس کی بات یاد ہے۔ میں نے کہا یاد ہے۔ وہ بولے تم یہ مندر کے کپڑے اتار کر اپنے اچھے کپڑے پہن لو۔ اور سامنے والی پہاڑی پر چلی جاؤ۔ وہاں خوش قسمتی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ میں چلی گئی۔

سرپی :۔ پھر کیا ہوا......؟"

عذرا :۔ وہاں مجھے ایک مہنت ملا۔ وہ مجھے ساتھ لیکر چلا۔ اس نے مجھ سے کہا پجاری تم سے محبت کرتے ہیں ...... اس نے بہت بری بری باتیں کیں۔ مجھ پر دست درازی کرنے لگا۔ اتفاق سے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی وہاں آگیا۔ اسے دیکھتے ہی وہ مہنت بھاگ کھڑا ہوا۔ اس سے غلطی ہوئی وہ ایک کھڈ میں گر گیا اور گرتے ہی مرگیا۔ اب میں واپس قصریانہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ ادھیڑ عمر کے آدمی نے مجھ سے میرے حالات پوچھے میں نے اس ڈر سے غلط حالات بتائے کہ کہیں پھر وہ مجھے قصریانہ نہ لے جائے۔ وہ مجھے ساتھ لیکر چلے۔ راستہ میں (جعفر کی طرف اشارہ کرکے) یہ ملے ہم

دونوں یعنی میں اور ادھیڑ عمر کا آدمی چلے۔ ہمیں عیسائیوں کا ایک قافلہ مل گیا۔ ہم دونوں اس قافلے کے ساتھ ہوگئے۔ ایک روز ایک راہب نے میرے ساتھی کو ایک غار میں دھکا دیدیا اور وہ مرگیا۔

فے نس :۔ مگر بیٹی بوڑھے سیاح نے تو کہا تھا تمہیں کئی آدمی پہاڑی پر ملے۔ انہوں نے تمہیں بے بس کر کے گھوڑے پر لاد لیا تھا۔ ایک کھوہ میں ٹھہرے وہاں ایک آدمی تمہارے پاس رہ گیا باقی کہیں چلے گئے۔ وہ تمہیں دھمکا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ تم نے خود اس سے یہ حالات بیان کیئے تھے۔

عذرا :۔ "میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا۔ نہ ایسا ہوا تھا۔ معلوم نہیں انہوں نے کس مصلحت سے یہ باتیں کہیں۔

جمیلہ :۔ "بیٹی عذرا تم نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا ہے۔"

عذرا :۔ "جی ہاں۔ خواب کی طرح یاد ہیں۔ میں ٹھیک بیان نہیں کرسکتی۔

جمیلہ :۔ "بیٹی تم مجھے پورے بارہ برس کے بعد ملی ہو وہ بھی ان (جعفر کی طرف اشارہ کرکے) نیک دل نوجوان کی بدولت

بیساختہ جعفر کی زبان سے نکلا۔ نیک دل نہیں بیرحم کہئے۔

عذرا انہیں دیکھ کر مسکرانے لگی۔ اس کا تبسم بجلیاں گرانے لگا۔ جمیلہ نے کہا۔ "یہ کیا معمہ ہے ......؟" عذرا نے کہا مجھ سے سنئیے۔ یہ مجھے ملے تھے انہوں نے ایک پہاڑی بکرے کو تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ میری زبان سے نکل گیا تھا بیرحم کہیں کے۔

جمیلہ :۔ "اچھا تو تم پہلے بھی مل چکے ہو۔"

عذرا :۔ "میں نے پہلے بھی تو عرض کیا تھا کہ یہ ملے تھے۔"

جعفر :۔ "اور مجھے فے نس نے بتایا تھا کہ میں نے دلربا سرسے کو دیکھا ہے۔"

عذرا :۔ لوگوں نے مجھے دلربا سرسے ہی سمجھا تھا۔ ایک چھوٹا سا قافلہ ملا۔ اور قافلے والے مجھے دلربا سرسے سمجھ کر ڈر گئے اور بھاگ چلے گئے۔

جعفر :۔ "مجھے فے نس نے ایسی ایسی داستانیں سنائیں جو یقین نہیں آئیں۔ مثلاً" یہ کہ دلربا سرسے سو برس کے بعد آگ میں نہا کر نوجوان اور خوش جمال ہو جاتی ہے۔ سائیکلوپ دیوتا ہیں۔ حالانکہ میں نے انہیں دکھایا کہ جنہیں یہ لوگ سائیکلوپ کہتے ہیں وہ بن مانس ہیں ایک بن مانس میں نے پکڑ لیا تھا۔ جسے لوگ دلربا سرسے سمجھے وہ عذرا تھیں۔ دراصل لوگ اوہام پرست ہیں کسی چیز کو دیکھ کر عجیب عجیب روایتیں اس کے

متعلق گھڑ لیتے ہیں۔ اس ملک کی پرانی قومیں بڑی تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔

فے نس :۔ میں نے بھی غور کیا تو مجھے تمہاری باتیں ٹھیک ہی معلوم ہوتی ہیں واقعی ہمارے عقیدے کمزور مذہبی روائتوں پر مبنی ہوتے ہیں ان میں اصلیت و سچائی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ہر بات سے ڈرتے ہیں اور تم مسلمان کسی بات سے بھی نہیں ڈرتے۔ مگر تم جس خدا کو مانتے ہو اسے تم نے دیکھا تو ہے ہی نہیں۔

جعفر:۔ "خدا کو کوئی آنکھ دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی وہ ایسا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے۔ وہ لامحدود ہے۔ اسی وجہ سے ہر جگہ بڑی قدرت والا ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے تمام چیزوں کا خالق ہے وہی خدا ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔"

فے نس :۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔ میں اپنے باطل عقیدوں سے توبہ کرتا ہوں۔ مجھے آپ مسلمان کرلیجئے۔ جعفر نے اسے مسلمان کرلیا۔ سرپی بھی مسلمان ہوگئی اور عذرا کو بھی کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا گیا۔ جعفر نے کہا۔ تم نے دیکھا کہ قربانی نہیں دی گئی اور زلزلے بند ہوگئے کیوں ؟ اس لئے کہ کوہ آتش فشاں کا مادہ خارج ہوگیا۔ نہ اب گڑگڑاہٹ سننے میں آتی ہے۔ نہ زلزلے آتے ہیں۔

فے نس :۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔

ابھی اسی قدر باتیں ہوئی تھیں کہ سیفالو کے قلعہ سے ڈھائی سو سوار نکلے۔ وہ مسلمانوں کے اس قافلہ کو دیکھ کر کچھ حیران ہو کر ٹھٹکے۔ اور پھر ان کی طرف بڑھ کر آئے۔ جعفر نے دیکھ لیا۔ وہ خود بھی ان کی طرف بڑھے۔ جب ان کے قریب پہنچے تو وہ لوگ جلدی جلدی گھوڑوں سے اترے اور انہوں نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ سرپی' فے نس اور عذرا نے بڑی حیرت سے دیکھا۔ ان سواروں کے سردار نے کہا کہ خدا کا شکر ہے آپ آگئے آپکے بلانے کے لئے تو قاصد بھیجے گئے ہیں۔ جعفر نے کہا کیوں؟ ایسی کیا نئی بات ہوگئی ہے۔

سردار:۔ "اعلیٰ حضرت امیر ابراہیم نے سرقوسہ پر لشکرکشی کا حکم دیدیا ہے۔"

بحری اور بری فوجیں تیار کھڑی ہیں۔ یہ مہم آپ کی سرکردگی میں بھیجی جائے گی۔

صرف آپ کے آنے کا انتظار تھا۔

قیروان میں ابراہیم بن احمد تخت نشین ہوئے تھے۔ انہوں نے سرقوسہ فتح کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

جعفر کو یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے کہا ہم بھی آگئے ہیں۔

سردار:۔ تیار ہوجایئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔

جعفر نے واپس آکر کوچ کا حکم دے دیا۔ جلدی جلدی تیاری کی گئی اور سب روانہ ہوئے انہوں نے سفر تیزی سے جاری رکھا۔ تیسرے روز پلرمو کے سامنے جا پہونچے۔ اب پلرمو اور اس کے مضافات کی ہیئت ہی بدل گئی تھی۔ پلرمو کے گرد میلوں تک باغ اور باغیچے لگے ہوئے تھے ہر باغ میں خوشنما عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ فوارے جاری تھے۔ نہریں رواں تھیں یہ خطہ جنت کا ٹکڑا ہوگیا تھا۔ چونکہ دن چھپنے کے قریب تھا اور ابھی پلرمو چار میل دور تھا۔ اس لئے انہوں نے اسی جگہ ایک باغ میں قیام کردیا۔ باغ کے تمام ملازمین جعفر کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے انہیں کچھ احکام دیئے اور وہ چلے گئے جعفر تنہا ایک خوشنما فوارہ کے پاس بیٹھے تھے کہ عذرا حسن و جمال کی بارش کرتے ہوئے آئی۔ اس نے جعفر سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟"

جعفر نے سنجیدگی سے کہا' انسان!"

عذرا نے شوخی سے کہا۔ مجھے اس میں کچھ شک ہی ہے۔ انسانوں سے لوگ ڈرا نہیں کرتے۔ آپ سے ڈرتے ہیں۔

جعفر نے اس سسلی کی ساحرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ جیسے تم دلربا سرے سسلی کی مشہور جادوگرنی بن گئی تھیں اسی طرح مجھے بھی کچھ بنانا چاہتی ہو؟"

عذرا :۔ "آخر یہ سوار باغوں کے ملازم آپ کی اس قدر تعظیم کیوں کرتے ہیں؟"

جعفر:۔ "یہ بات تو ان سے ہی پوچھو۔"

عذرا :۔ "نہ بتاؤ۔ ہمیں معلوم ہو ہی جائے گی۔"

جعفر نے مسکرا کر کہا ساحرہ جو ٹھہریں۔"

وہ چلی گئی۔ دوسرے روز جعفر نے وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ کہ قصریانہ کے چند لوگ آئے اور انہوں نے کہا ہم پجاری کو لائے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پجاری کو ان کے سامنے پیش کیا۔ جعفر نے فے نس اور عذرا سے مشورہ کیا۔ عذرا نے کہا انہیں رہا کردیجئے۔ جعفر نے انہیں رہا کردیا۔ پجاری کو سب باتیں بتائی گئیں۔ وہ مسلمان ہوگئے سب کو ان کے مسلمان ہونے سے خوشی ہوئی۔ اب یہ سب پلرمو کی طرف روانہ ہوئے۔

(۵۸)

پلرمو اب عیسائیوں کے زمانہ کا پلرمو نہیں رہا تھا۔ نہایت عالیشان شہر ہوگیا تھا۔ سڑکیں کشادہ ہو گئی تھیں بازار کشادہ ہو گئے تھے۔ بازار میں کئی پارک بنائے گئے تھے۔ مسلمانوں نے نہایت عمدہ محلات بنائے تھے۔ ہر محل میں پائیں باغ تھا۔ ہر باغ میں کئی کئی فوارے ہر وقت چلتے تھے باغوں میں قسم قسم کے میوے پھل خوشرنگ و خوشنما اور خوشبودار پھولوں کے درخت اور پودے لگائے تھے۔ ان میں چھوٹی چھوٹی نہروں کا جال پھیلا دیا تھا۔ غرض پلرمو کو ارم زار بنا دیا تھا۔ مسجد نہایت وسیع اور عالیشان بنائی تھی اس کی منبت کاری لاجواب تھی۔

ایک عالیشان محل میں جعفر پہونچے۔ جمیلہ' عذرا اور سرپی زنانخانہ میں چلی گئیں اور فے نس و سیاح مردانہ میں رہ گئے۔ سپاہی اپنے گھروں کو رخصت ہوگئے۔ عذرا نے محل دیکھا بڑا ہی دلکش بنا تھا۔ تعجب ہوتا تھا کہ عربوں نے ایسی نفیس عمارتیں بنائی ہیں جن کی نظیر یورپ بھر میں نہیں مل سکتی۔ بے شمار کنیزیں تھیں۔ عذرا نے کہا' جعفر ضرور کوئی بڑے آدمی ہیں۔

سرقوسہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ نارالیونانیہ (تار پیڈوں کا باوا آدم) مختلف جہازوں میں بڑی حفاظت و احتیاط سے رکھی گئی تھیں۔ نیز جہازی بیڑے روانہ ہوئے خشکی کی طرف سے فوجیں چلیں۔ جعفر اس تمام سپاہ کے سپہ سالار اعظم بنائے گئے۔ وہ بھی چلے۔ جمیلہ' عذرا' سرپی اور فے نس سب ان کے ساتھ ہوگئے اور بھی کئی قبیلوں کے لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ لے کر چلے۔ عیسائیوں کو اس حملے کی اطلاع پہلے ہی ہوگئی تھی انہوں نے سرقوسہ کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کرلیا تھا۔ اس وقت قسطنطنیہ کا بادشاہ باسل تھا۔ نہایت بیدار مغز اور جفاکش تھا۔ اس نے سرقوسہ پر اپنی پوری قوت بھیجدی تھی۔ نہایت بہترین فوجیں اور اس زمانہ کے جنگجو اور تجربہ کار افسر تھے۔ پانچسو بڑے جہازوں میں یہ فوج بھر کر لائی گئی تھی۔ سرقوسہ کے گورنر نے بھی اس علاقہ کے بہادر اور سرفروش لوگوں کو فوج میں بھرتی کرلیا تھا۔ رسد اور سامان جنگ کافی تعداد میں جمع کرلیا تھا۔

اسلامی فوجیں خشکی اور سمندر کی طرف سے پہنچنی شروع ہوئیں۔ ان فوجوں کی تعداد مشکل سے بیس ہزار ہوسکی۔ عیسائی فوجیں ساٹھ ہزار سے زیادہ تھی۔ ان کے جہاز بندرگاہ میں نہایت ترتیب سے لنگر انداز تھے۔ ان جہازوں نے سمندر اور شہر کے درمیان مضبوط دیوار سی قائم کرلی تھی۔ عیسائیوں نے مدافعت کا انتظام ایسا کرلیا تھا کہ سرقوسہ کی فتح ناممکن معلوم ہوتی تھی۔

مسلمانوں نے خشکی کی طرف سے شہر کا محاصرہ شروع کردیا تھا۔ بحر روم میں جہاز اس طرح پھیلا دیئے تھے کہ عیسائیوں کو مزید کمک نہ پہنچ سکے۔ اور بندرگاہ میں جو عیسائیوں کے جہاز ہیں وہ بھی سمندر میں نہ آسکیں۔ اب دنیا بھر کی نگاہیں اس مہم کی طرف لگ گئی تھیں۔ یورپ کی فوجیں بھی کچھ آچکی تھیں۔ نیز سرقوسہ کے باہر بھی ایک مختصر شہر آباد تھا۔ لیکن مسلمانوں کے آنے کی خبر سنکر عیسائیوں نے یہ شہر خالی کردیا تھا۔ اور اندرون قلعہ تمام دولت و سامان لے کر چلے گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس خالی شہر پر قبضہ کرلیا تھا۔ جعفر نے سرقوسہ کے قریب پہونچکر تمام بحری اور بری فوج کا چارج لے لیا تھا۔ انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ قیروان سے کچھ امدادی فوجیں آئی ہیں۔ اور وہ اغلب کے ماتحت ہیں انہوں نے جمیلہ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ یہ دعا مانگی کہ وہ ابوالفہر کے بیٹے اور جمیلہ کے شوہر اغلب ہوں۔ یہ فوج جہازوں میں آئی تھی اور بحر روم میں تھی۔

جعفر نے حملہ کی تیاری شروع کی۔ انہوں نے ایک ہی وقت میں خشکی اور تری دونوں طرف یلغار کرنے کا ارادہ کرلیا۔ نارالیونانیہ نالیاں کھود کر سرنگ کے ذریعہ سے برجوں کے نیچے تک پہنچادی گئی تھیں۔ ادھر سمندر میں پھینکدی گئیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پھٹنے والی تار پیڈو کی قسم کی سرنگیں خشکی اور تری دونوں میں یکساں کام دیتی تھیں اور عیسائی ان سے کانپتے (۱) تھے۔

لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ عیسائی پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انہیں قلعہ کے قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ جعفر نے ایک روز سرقوسہ کے گورنر کے پاس پیغام بھیجا۔ اگر تم اطاعت کرلو تو سب کی جان بخشی کردیجائیگی۔ عیسائی

---

(۱) اخبار اندلس کی جلد دوم صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے کہ نارالیونانیہ سمندر میں اور شہر کے حصوں میں پھینکی گئیں اور عیسائی کانپ رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں وہ پھٹ کر شہر کو جلاکر خاکستر نہ کردیں اور جہازوں کو غرق نہ کر ڈالیں۔

حاکم نے اس کا سخت جواب دیا۔ جعفر نے بری اور بحری فوجی افسروں کے پاس پیغام بھیجدیئے کہ اگلے روز پرزور حملہ کر کے شہر فتح کرلیا جائے۔

مسلمان تیار ہو گئے اور دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی سب سے پہلے اسلامی جہاز جوش میں آگر بڑھے ادھر خشکی میں فوجوں نے پیشقدمی کی۔ عیسائی ہوشیار ہوگئے۔ بہت سے جہاز عیسائی جہازوں کے قریب پہنچ گئے۔ عیسائیوں نے تیر برسانے شروع کئے جہاز بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ عیسائی جہازوں سے مل گئے مسلمان عیسائیوں کے جہاز میں کود گئے اور انہوں نے جہازوں کے سپاہیوں اور ملاحوں کو قتل کر کے سمندر میں پھینکنا شروع کردیا۔ سمندر کا نیلگوں پانی سرخ ہونے لگا۔

عیسائی بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے۔

اور جو مسلمان ان کی زد میں آجاتے تھے انہیں قتل بھی کردیتے تھے۔ لیکن مسلمان ایسے پرزور حملے کر رہے تھے کہ ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا تھا۔ اور وہ یا تو قتل ہو جاتے تھے یا سمندر میں کود کر ڈوب جاتے تھے۔ مسلمانوں نے کئی سو جہازوں پر قبضہ کرلیا تھا اور عیسائی جہازوں پر ناراالیونانیہ پھٹیں اور وہ جہاز معہ سپاہیوں اور ملاحوں کے غرق ہوگئے۔ اس سے عیسائیوں پر خوف چھاگیا اور وہ جہازوں کو چھوڑ چھوڑ کر بندر پر اترے اور بھاگ کر قلعہ میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے عیسائی جہازوں پر قبضہ کرلیا۔

ادھر خشکی کی طرف سے مسلمان دلیری سے بڑھ رہے تھے۔ اور اب جعفر نے بھی حملہ کردیا تھا۔ مسلمان ڈھالوں کے سایہ میں بڑھ رہے تھے۔ عیسائی ان پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے اور اس قدر شور کر رہے تھے کہ زمین و آسمان گونج رہے تھے اور مسلمان اطمینان سے منجیقوں کو قلعہ کی طرف بڑھا رہے تھے۔

ابھی مسلمان قلعہ کے قریب نہ پہونچے تھے کہ کئی سرنگیں یعنی ناراالیونانیہ پھٹیں اور ایک برج اور فصیل کا تھوڑا سا حصہ اڑ گیا۔ اس برج اور اس فصیل پر جتنے عیسائی تھے ان کے ٹکڑے اڑ گئے عیسائی سہم گئے اور انہوں نے اور بھی سختی سے مدافعت شروع کی۔ شور پہلے سے بھی دوچند ہوگیا۔ مسلمان تیزی سے بڑھے جو حصہ منہدم ہو گیا تھا۔ اس پر چڑھ کر قلعہ میں داخل ہوگئے اور پھر دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو کاٹنا چھانٹا شروع کردیا اور نہایت گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اور سر دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ عیسائی مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنا چاہتے تھے۔ لیکن مسلمان ایک قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

بلکہ مارتے کاٹتے آگے بڑھ رہے تھے۔ قدم قدم پر خونریزی ہو رہی تھی عیسائیوں نے قلعہ کو بچانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کو دھکیل دیتے مگر اس وقت جعفر وہاں پہونچ گئے اور مسلمان انہیں دیکھتے ہی جم گئے اور شدت سے حملے کرنے لگے۔

آخر عیسائیوں کو شکست ہوگئی وہ پسپا ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں تلواروں کی دھار پر رکھ لیا۔ ان کی لاشوں سے قلعہ کا صحن بھر دیا اب عیسائیوں نے ہتھیار ڈالدیئے مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرلیا اس طرح یہ مشہور شہر ۲۶۲ھ میں فتح ہوگیا۔

جنگی قانون کے مطابق عورتیں بچے اور مرد سب کنیزیں اور غلام بن گئے۔ اس شہر میں دولت کے انبار تھے۔ عیسائی دولتمندوں سے زیادہ پادریوں کے پاس سونے چاندی کے انبار تھے۔ سب مسلمانوں کو مال غنیمت میں ملے وہاں کے مال غنیمت کا اندازہ تقریباً" دس کروڑ روپے کا کیا گیا تھا اور ایک عرصہ کی ظالمانہ حکومت کے بعد عدل و انصاف کی حکومت آگئی اور سرقوسہ کے غلاموں میں آزادی کی فضا میں سانس لیا۔

جعفر نے اعلان کردیا کہ جو لوگ جزیہ دیں گے وہ رہا کردیئے جائینگے۔ انہیں ہر قسم کی مذہبی آزادی ہوگی۔ ان کے مقدمات انہی کے قوم کے لوگ فیصلہ کریں گے۔ صرف اپیل اسلامی عدالتوں میں ہوسکے گی۔ بیشمار عیسائی مردوں ' عورتوں اور بچوں کے جزیئے ادا ہوگئے اور وہ آزاد کردیئے گئے۔ وہ سرقوسہ ہی میں رہنے لگے۔ لیکن پادری اور فوجی سپاہیوں کو آزاد نہیں کیا گیا۔ پادری صرف نام کے پادری تھے۔ وہ دولتمندوں سے زیادہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے ان سے عیسائی بھی ناخوش تھے۔

جعفر سرقوسہ کے اندر گورنر کے مکان میں مقیم ہوگئے تھے۔ جمیلہ ' عذرا اور سرلی سب ان کے پاس ہی تھے۔ ایک روز اغلب ان سے ملنے آئے۔ جعفر نے ان کا استقبال کیا' ان کی کارگزاری کا شکر ادا کیا دیر تک باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں معلوم کرلیا کہ وہ ابوالنصر کے بیٹے ہیں۔

انہوں نے پوچھا کیا جمیلہ انہیں یاد ہے......؟"

انہوں نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ یاد ہے' اور مرتے دم تک یاد رہے گی۔

جعفر:۔ کیا تمہارا خیال ہے اس نے بیوفائی کی۔

اغلب:۔ "نہیں وہ بے وفا نہیں تھی۔ میں سمجھتا ہوں اسے عذرا کی محبت نے مجھ سے جدا ہونے پر مجبور کیا۔

جعفر:۔ "اگر وہ مل جائے تو کیا آپ اسے معاف کریں گے۔"

اغلب نے کچھ عجیب اشتیاق بھری نظروں سے انہیں دیکھکر کہا۔

"مل جائے .... اگر مل جائے تو میرے دل کی خلش دور ہو جائے۔ اگر تمہیں اس کا پتہ معلوم ہو تو بتا دو۔ میں مشکور ہوں گا میں نے اسے مقدور بھر تلاش کیا۔ مگر وہ نہیں ملی۔

جعفر:۔ "اچھا پہلے ان کے حالات سن لو۔"

اب جعفر نے اختصار کے ساتھ ان کے تمام حالات سنا دیئے۔ اغلب کی زبان سے نکلا۔ معصوم جمیلہ تم نے کس قدر تکلیفیں برداشت کیں۔

اسی وقت جمیلہ وہاں آگئیں۔ انہوں نے کہا۔ کنیز حاضر ہے۔

اغلب انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جعفر وہاں سے اٹھکر باہر چلے گئے۔ تاکہ دونوں مدت کے بچھڑے بے تکلفی سے مل سکیں۔ اغلب نے جمیلہ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ جمیلہ رونے لگی۔ اغلب نے انہیں تسلی دی اور کہا' تمہارے آنے سے میری زندگی میں پھر روشنی نظر آنے لگی ہے مجھے میرے عزیزوں نے مجبور کیا کہ میں عقد کرلوں مگر تمہاری یاد نے پیچھا نہ چھوڑا اور میں نے عقد نہ کیا خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ تم مل گئیں جس کے لئے تم نے مجھے چھوڑا تھا کیا وہ مل گئی؟

جمیلہ :۔ مل گئی۔ میں اسے لاتی ہوں۔

جمیلہ گئی اور عذرا کو لے آئی۔ عذرا نے انہیں سلام کیا اور ابا جان کہکر ان سے لپٹ گئی۔ انہوں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔ یہ سب دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ جمیلہ نے انہیں بتایا کہ جعفر نے سب کو ملایا ہے۔ عذرا کے دل میں جعفر کی عزت اور محبت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

کئی روز کے بعد مال غنیمت کا پانچواں حصہ پر غلاموں کی بھاری تعداد فتح کی خوشخبری کے ساتھ قیروان جلالتماب ابراہیم کی خدمت میں بھیجے گئے اور سرقوسہ کا انتظام کرنے کے بعد جعفر' اغلب' فے نس' سربی' جمیلہ اور عذرا کے ساتھ پلرمو کی طرف روانہ ہوئے۔

(۵۹)

پلرمو میں جعفر کے استقبال کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئی تھیں۔ انہوں نے سرقوسہ فتح کیا تھا۔ اس سے ان کی جرات' دلیری' تدبیر و جنگجوئی کی شہرت ہو گئی تھی۔ جعفر محمد بن خفاجہ کے بیٹے تھے۔ محمد بن خفاجہ پلرمو کے امیر نائب السلطنت

تھے۔ جب وہ فے نس کے ساتھ گئے تھے تو ان کی شخصیت کو اس لئے چھپایا گیا تھا کہ ان کے ساتھ بہت ہی کم مسلمان تھے۔ کہیں کوئی عیسائی یا سسلی کا قدیم باشندہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

قیروان کے بادشاہ امیر ابراہیم نے محمد بن خفاجہ کو لکھا تھا کہ وہ سرقوسہ اپنے بیٹے کو بھیجیں۔ اگر انہوں نے سرقوسہ فتح کرلیا تو انہیں تمام سسلی کا فرمانروا بنا دیا جائے گا۔ محمد بن خفاجہ بوڑھے ہو گئے تھے اور وہ سسلی کے فرمانروا نہیں رہنا چاہتے تھے۔ بلکہ اپنی باقی عمر اللہ کی یاد میں گزارنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے قیروان کے امیر ابراہیم کو لکھا تھا کہ وہ سسلی میں کسی اور کو اپنا نائب السلطنت مقرر کردیں۔ ان کی اس تحریر پر امیر ابراہیم نے یہ حکم دیا تھا کہ جعفر کو سرقوسہ کی مہم پر بھیجو۔ اگر انہوں نے اسے فتح کرلیا تو وہی سسلی کے فرمانروا بنا دیئے جاویں گے۔

جب جعفر پلرمو میں داخل ہوئے تو ان کا استقبال نہایت شاندار کیا گیا۔ پلرمو کی سجاوٹ قابل دید تھی۔ سبز پوش مسلمانوں کا سیلاب استقبال کے لئے امنڈ آیا تھا۔ ان کے ساتھ عیسائی قیدیوں کی بھاری تعداد تھی۔ لوگ ان قیدیوں کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ تمام پلرمو اللہ اکبر اور شیر دل مجاہد جعفر زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ یہ جلوس قصر شاہی پر جا کر رکا۔ محمد بن خفاجہ نے اپنے بیٹے جعفر کو اپنے سینہ سے لگالیا اور کہا۔ آج تم نے مجھے اور تمام مسلمانوں کو خوش کردیا۔ جو فتح تم نے حاصل کی ہے۔ اس سے تمہارا نام تاریخوں میں جلی قلم سے لکھا جائے گا۔ تم نے جہاد میں سرفروشی کر کے اللہ کو خوش کیا۔ رسول اللہ صلعم کو خوش کیا۔ امیر ابراہیم کو خوش کیا۔ تمام مسلمانوں کو خوش کیا اور سب سے بھاری بات یہ جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔

جمیلہ اور اغلب کو قصر کے قریب ایک اور محل رہنے کو دیدیا گیا۔ عذرا سربی بھی وہیں رہنے لگیں تھی۔ سربی کا اسلامی نام زہرہ اور فے نس کا عبدالرحمان تھا۔ عذرا کبھی کبھی جمیلہ کے ساتھ اور کبھی تنہا جعفر کے محل میں آجاتی تھی جعفر کی والدہ سلمہ موجود تھیں وہ بھی عذرا سے بڑی محبت کرنے لگی تھیں۔ ان کی بھی خواہش تھی کہ اس پری کو اپنے بیٹے کی دلہن بنا کر گھر لے آئیں۔ مگر اس لئے پیغام دیتے جھجکتی تھیں کہ کہیں اغلب منظور نہ کریں۔

ایک روز عذرا جعفر کے قصر میں آئی اور سلمہ کو سلام کر کے اندر کمرہ میں جا

بیٹھی۔ اتفاق سے جعفر آگئے۔ انہوں نے کہا۔ "اوہو سسلی کی حسین ساحرہ بیٹھی ہیں۔" عذرا نے اپنی موٹی موٹی حسین آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا اور کہا' اچھا شیردل مجاہد آگئے۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔

جعفر:۔ "زہے قسمت 'فرمایئے کیا حکم ہے۔"

عذرا:۔ حکم یہ ہے کہ آج ہمیں بازار میں گھمالاؤ اور جامع مسجد بھی دکھالاؤ۔"

جعفر:۔ "بہت اچھا۔ امی جان سے اجازت لے لو۔"

عذرا:۔ "وہ بھی چلیں گی۔ ابھی آرہی ہیں۔"

تھوڑی دیر میں جمیلہ بھی آگئیں۔ وہ سلمہ سے ملیں۔ سلمہ ان کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ ان کا خیر مقدم کیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کہا۔ ایک بات عرض کرنا چاہتی ہوں۔ مگر ہمت نہیں ہوتی۔

جمیلہ:۔ "شوق سے کہئے۔"

سلمہ:۔ "کہیں تم خفا نہ ہو جاؤ۔"

جمیلہ:۔ "ایسا خیال نہ کرو۔"

سلمہ:۔ "میں عذرا کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ تم زبان سے آج کہہ رہی ہو مگر تمہاری آنکھوں نے بہت پہلے کہدیا تھا۔ میں نے اغلب سے بھی ذکر کر دیا تھا۔

سلمہ بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے کہا تو کیا میری درخواست منظور ہو گئی۔ جعفر کو آپ نے اپنی فرزندی میں قبول کر لیا......؟"

جمیلہ:۔ "جعفر میرا بیٹا ہے۔"

سلمہ:۔ "تمہارا بہت بہت شکریہ!"

اس وقت عذرا وہاں آگئی۔ سلمہ اٹھ گئیں۔ اور انہوں نے موتیوں کی ایک مالا لا کر عذرا کی حسین گردن میں پہنا دی عذرا سمجھ گئی۔ شرم سے اس کا سر جھک گیا۔ سلمہ نے اس کی چاند سی پیشانی چوم لی۔

جمیلہ برابر مسکرا رہی تھی۔ اب جعفر آگئے عذرا نے شرمیلی نظروں سے انہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ امی جان' عذرا بازار اور مسجد دیکھنے جانا چاہتی ہیں۔

عذرا شرم سے اور سمٹ گئی۔ جعفر کو معلوم نہیں تھا کہ رسم ادا ہو گئی اور عذرا کیوں شرم و حیا کی گڑیا بنکر رہ گئی ہے۔ انہوں نے طلب نظروں سے جمیلہ

کی طرف دیکھا جمیلہ نے کہا۔ عذرا پر جتنا اختیار مجھے تھا۔ اب اتنا ہی تمہیں ہے میں تو جانوں میں بھی چلوں۔ تم بھی چلو اور عذرا بھی چلے۔

سلمہ نے خوش ہو کر کہا چلو۔ انہوں نے بھی لباس بدلا۔ جمیلہ اور عذرا پہلے ہی لباس بدل کر آئی تھیں۔ سلمہ نے اپنے ان دونوں کپڑوں میں عطر بسا دیا۔ نقاب چہروں پر ڈالی اور گھر سے باہر نکل کر گاڑی میں سوار ہو کر چلیں۔ جعفر ساتھ تھے۔ پچاس سوار گاڑی کے پیچھے چلے۔

جب یہ لوگ بازار میں پہونچے تو انہوں نے محملوں کی قطاریں دیکھیں جن میں عرب عورتیں اور لڑکیاں بیٹھکر آئی تھیں۔ اونٹوں کی لمبی قطاریں دیکھیں۔ بازار نہایت کشادہ تھے اور ان میں پتھروں کا صاف و شفاف فرش تھا۔ دوکانیں قرینے سے آراستہ تھیں اور ان دوکانوں پر عرب عبائیں پہنے اور عمامے باندھے بیٹھے خرید و فروخت کر رہے تھے۔ عرب مرد اور بچے اپنے مخصوص لباس میں چل پھر رہے تھے۔ نیز عیسائی و سسلی کے قدیم باشندے بھی آجا رہے تھے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اپنے قومی لباس پہنے تھے۔ اور یہ لباس ان پر اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی عورتیں بھی عربی خواتین اور دوشیزاؤں کا سا لباس پہنے تھیں۔ ان میں زیادہ تر بے نقاب تھیں اور کچھ نقاب ڈالے تھیں عورتوں پر بھی مغربی خواتین کا لباس پھبتا تھا۔ عربی خواتین اور دوشیزائیں ریشمی معلا لباس پہنے اور پھولدار نازک جوتے پاؤں میں ڈالے بڑی شان سے چل پھر رہی تھیں ان کے نقاب نہایت خوشنما تھے۔ وہ جس طرف نکل جاتی تھیں عطر کی لپٹیں آتی تھیں۔

عذرا' جمیلہ اور سلمہ بھی سواری سے اتر گئیں۔ جعفر ان کے ساتھ ہوئے سوار مسجد کی طرف چلے یہ سیر کرتے ایک پارک میں پہونچے یہ نہایت خوشنما باغیچہ تھا اس کے بیچ میں ایک نہر تھی اس نہر سے چھوٹی چھوٹی نالیاں نکالی گئیں تھیں جو باغیچہ کو سیراب کرتی تھیں نیز کئی خوشنما فوارے تھے جب ان کے حوضوں میں پانی اچھل کر گرتا تھا تو بڑا لطف آتا تھا۔

کچھ دیر باغیچہ میں ٹھہر کر وہ جامع مسجد میں گئے یہ مسجد نہایت عالیشان تھی اس کی صنعت و نزاکت دیکھنے کے قابل تھی۔ اس کی دیواریں مختلف پتھروں کی تھیں۔ یہ پتھر نہایت خوبصورت تھے۔ انہیں ایسے مسالے سے جوڑا گیا تھا جس سے جوڑ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ فرش میں قیمتی پتھروں کی پچی کاری تھی۔ نیز چھتوں میں مارچ وضع کے ساتھ

ہندی قاعدہ کے بموجب بیل بوٹے اور پھول بنے ہوئے تھے اور جگہ جگہ انہیں مختلف رنگوں سے مزین کیا گیا تھا۔ کہیں کہیں خالص سونے کا کام بھی تھا۔ چاندی سونے کے گنگا جمنی فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ پردے ریشمی تھے اور صحن میں خوشبو سے مسجد مہک رہی تھی۔ کئی حوض تھے اور ان میں فوارے چل رہے تھے غرض مسجد کیا تھی جنت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس مسجد کے میناروں پر ایسی جدولیں بنی ہوئی تھیں جن سے سیاروں کی حرکات اور چاند و سورج کے گہن کے اوقات معلوم ہو جاتے تھے۔ دور دور سے سائنسدان اور سیاح ان میناروں کی جدولوں کو دیکھنے آتے تھے اور عربوں کی صناعی اور سائنسدانی پر حیران رہ جاتے تھے۔ پلرمو میں پانچ سو مسجدوں سے زیادہ بن گئی تھیں۔ اور سب نہایت عالیشان نہایت سبک نازک اور خوشنما تھیں۔

یہ سب لوگ سیر کر کے واپس گھر آگئے۔ اب عذرا نے جعفر کے محل میں آنا بند کردیا تھا۔ کبھی کبھی جعفر ہی جمیلہ کو سلام کرنے کے بہانے وہاں چلے جاتے تھے۔

چنانچہ ایک روز جب وہ گئے تو جمیلہ غسل کرنے گئی تھی۔ پھر عذرا غسل کر کے لباس بدل کر سنگھار کرا کر بیٹھی تھی اس روز اس نے بڑے قیمتی زیورات پہن رکھے تھے رشک حور معلوم ہو رہی تھی۔ جعفر اس پیکر ناز کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ آیئے!"

جعفر سنبھلے۔ انہوں نے کہا' خدا کی قسم اگر سسلی کے قدیم باشندے تمہیں دیکھ لیں تو دلربا سرے سمجھ کر سجدہ کرنے لگیں۔

عذرا مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا تم اپنے ہوش و حواس درست کرلو۔ جعفر نے کہا' ہوچکے درست حسین ساحرہ کے سامنے ہوش و حواس درست ہو جائیں یہ ناممکن ہے۔

اسی وقت جمیلہ آگئی۔ جعفر نے انہیں سلام کیا۔ عذرا وہاں سے کھسک گئی۔ وہ جمیلہ سے باتیں کرنے لگے۔

چند روز کے بعد جعفر کا عذرا سے عقد ہوگیا۔ جس روز عقد ہوا اسی روز ان کے نام امیر ابراہیم کی بھیجی ہوئی سند حکومت آگئی۔ اور جزیرہ سسلی کے حکمران ہوگئے۔ اور عذرا ملکہ ہوگئی۔ "مارے بس" کی پیشنگوئی پوری ہوگئی تھی۔

مسلمانوں نے جزیرہ سسلی میں علم و ہنر کے دریا بہا دیئے اس کے چپہ چپہ پر باغات لگادیئے۔ پانی کی نہریں ہر طرف نکلوادیں۔ نیز زراعت کو ترقی دی۔ اس زمانے کے

سائنس کے کمالات دکھائے۔ عمارتیں نہایت خوشنما اور عالیشان بنائیں۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب کہ بقول عیسائی مورخوں کے یورپ میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور مسلمانوں نے کئی ایجادات اور صنعتیں قائم کیں ان کو اگر بیان کیا جائے تو کئی کتابیں تیار ہو جائیں۔

عذرا اور جعفر نہایت آرام کی زندگی بسر کرنے لگے۔